مشاہدات

25 تقاریر

بعنوان

اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات

(حصہ اوّل)

یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''

36

ابو سعید حنیف احمد محمود

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ

الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(الحشر:24)

25 تقاریر

بعنوان

اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات

(حصہ اوّل)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

36

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

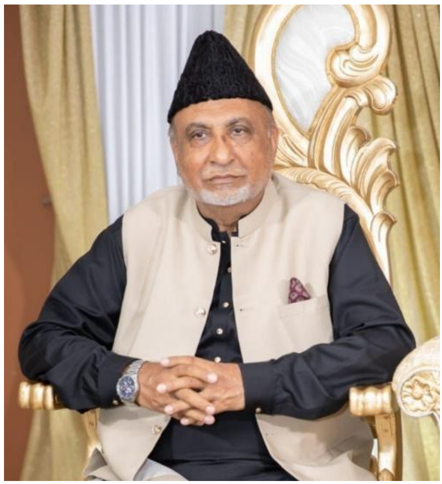

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ٹکٹ گھر

"مشاہدات" کے پلیٹ فارم نمبر 1 سے 25 ڈبوں پر مشتمل جو گاڑی (ٹرین) اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے کے لیے روانہ ہونے والی ہے۔ اُس کو ہم نے اسلامی اصطلاحات (Terminologies) کے استعمال کے فوائد اور برکات کا نام دیا ہے اور عرصہ تین سالوں میں یہ 37 ویں ٹرین ہے جو لکھو کھا مسافروں کو لے کر روانہ ہو رہی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے "مشاہدات" کی گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں روز بروز اس کے مسافروں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے "مشاہدات" جنکشن کی بھی توسیع پر کام جاری ہے۔

اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل وباموقع استعمال پر کچھ کام خاکسار کو 27/ مئی 2022ء کو بحیثیت ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن کرنے کی توفیق ملی تھی۔ جب ایک ضخیم کتاب اُن مضامین پر مشتمل منظرِ عام پر آئی تھی جو گاہے بگاہے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کی زینت بنتے رہے تھے۔ مگر اِس بار مکرمہ عائشہ چوہدری آف جرمنی اور برادرم عزیزم زاہد محمود کے کتب، رسائل اور اخبارات کی انتھک ورق گردانی کرنے اور گوگل سے کچھ مدد حاصل کرنے سے اسلامی اصطلاحات کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ سابقہ مواد میں بھی خاطر خواہ مفید اضافہ کا باعث بنے اور روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی کتاب کے مقابل پر "مشاہدات" کے پلیٹ فارم سے جاری ہونے والی کتاب نمبر 37 میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہو جسے حصّہ اوّل کا نام دیا جا رہا ہے اور حصّہ دوم پر باللہ التوفیق کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی عنایت ہے جس نے اس اہم مبارک کام کے پہلے حصّہ کو مکمل کرنے کی توفیق دی۔

پاکستان اور بعض اسلامی ممالک میں حکماً، جبراً، قانوناً اور بعض دیگر ایشیائی ریاستوں میں کہیں کہیں احمدیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روکا جاتا ہے۔ پاکستان میں تو بسم اللہ لکھنے، کسی کو السلام علیکم کہنے، کلمہ طیبہ پڑھنے، سینوں پر آویزاں کرنے، گھروں اور مساجد کی پیشانیوں پر لگانے، عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دینے حتّٰی کہ اب تو نماز پڑھنے، جمعہ پڑھنے، عید پڑھنے اور قربانی کرنے پر بھی مقدمات بنائے

جاتے ہیں اور بیسیوں احمدی جیل کی سلاخوں کے پیچھے اپنے مولیٰ کی راہ میں اسیری کا وقت گزار رہے ہیں۔

اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ احمدی احباب وخواتین کے علم وایمان میں اضافہ کے لیے تمام اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت، فوائد، برکات اور باموقع استعمال کو بتایا جائے۔ سو اس مجموعہ میں 45 کے قریب اصطلاحات کو جمع کیا گیا ہے۔ امید ہے یہ مجموعہ احبابِ جماعت کے لیے مفید ثابت ہو گا۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 10 / اپریل 2026ء کے خطبہ میں ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا جو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں پیش ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”غالباً 1901ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ مَیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضور علیہ السلام نے توحیدِ باری تعالیٰ پر ایک تقریر فرمائی اور اس میں ارشاد کیا کہ

بعض لوگ کسی کے احسان پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہنے کے بغیر ہی **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہہ دیتے ہیں حالانکہ بہ نظرِ غایت دیکھا جائے تو از روئے معرفت یہ کلمہ بھی اپنے اندر ایک گونہ شرک کا پہلو رکھتا ہے کیونکہ احسان کرنے والے کی ذات اور وہ چیز جس کے ذریعے وہ محسن بنا ہے وہ بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس لیے ممنونِ احسان کو چاہیے کہ وہ **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توصیف و تحمید بیان کرے اور احسان ہونے پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہے کیونکہ معرفت اور حقیقت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ سب سے اوّل خالقِ اسباب کا شکریہ ادا کیا جائے پھر **جَزَاکَ اللّٰہُ** اُس شخص کا بھی کہہ دے۔“

(حیاتِ قدسی صفحہ 134)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلافت کے بابرکت سایہ میں رہتے ہوئے اسلام کے فروغ اور اشاعت کے لیے اس کی درست تشریحات کرنے اور اِن کے بر محل وباموقع اور درست استعمال کی توفیق دے۔ آمین

اس کتاب کی تیاری میں جن لوگوں کی مدد حاصل رہی ان میں مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی، مسز بقعۃُ النور عمران۔ جرمنی، مکرم منہاس محمود۔ جرمنی، مسز عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ اور مکرم تمثیل احمد شامل ہیں۔ مکرم فضل عمر شاہد۔ لٹویا نے اس کتاب کا خوبصورت ٹائٹل تیار کیا ہے۔ عزیزم زاہد محمود نے تقاریر کو نہ صرف

کتابی شکل دی بلکہ ویب سائیٹ کے لئے روزانہ کی پوسٹ کو پی ڈی ایف بناتے رہے اور عزیزم سعید الدین احمد آف برطانیہ کی مساعی سے روزانہ یہ روحانی مائدہ ویب سائیٹ پر اپلوڈ ہوتا رہا۔ عزیزم عامر محمود اعوان آف برطانیہ کی کوششوں نے اس کتاب کو "مشاہدات" کی ویب سائیٹ کی زینت بنایا۔ تمام احباب ومستورات جنہوں نے ان تقاریر کو پڑھا، پسند کیا اور دوسروں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ سب کو بہترین جزادے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

مکرم جناب قمر احمد ظفر آف جرمنی نے میرے نام اپنے ایک خط میں "مشاہدات" کے نفع رساں ہونے اور مختلف مواضیع پر سیر حاصل مواد پر مشتمل تقاریر کا ذکر کیا ہے۔ خاکسار کے متعلق ستائش کے حصّہ کو نکال کر "مشاہدات" کی نفع رسانی کے حصّہ کو قارئین کی خدمت میں بغرض دعا پیش ہے۔

"مشاہدات کی ویب سائیٹ پر آپ کی نہایت عظیم الشان اور غیر معمولی علمی وروحانی کاوش دیکھ کر دل بے حد مسرور، ممنون اور سراپا شکر بن جاتا ہے۔ "مشاہدات" کے پلیٹ فارم سے اب تک کی 1150 (جواب بالحمد للہ 1200 ہو گئی ہیں) تقاریر کے عناوین کو نہایت محنت، حکمت، عمدہ ترتیب اور حسنِ سلیقہ کے ساتھ یکجا کرنا یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے۔ یہ فہرست محض ایک ترتیب نہیں بلکہ ایک ایسا علمی ذخیرہ ہے جو آنے والے وقتوں میں بھی طالبانِ علم کے لیے رہنمائی، تحقیق اور فکری ارتقاء کا ایک مضبوط ذریعہ بنا رہے گا۔ اور قرآنی ارشاد "إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" کے مصداق حقیقی خشیت رکھنے والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔

اسلام نے علم کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قرآنِ کریم میں بارہا اہلِ علم کے درجات بلند ہونے اور انہیں خاص قربِ الٰہی کی بشارت دی گئی ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور اہلِ علم کو انبیاء کا وارث کہا گیا ہے۔ یہی وہ علم ہے جو انسان کو معرفتِ الٰہی تک پہنچاتا، اس کے اعمال کو سنوارتا اور معاشرے میں روشنی پھیلاتا ہے۔ "مشاہدات" کی یہ خدمت اسی عظیم سلسلۂ علم کی ایک درخشاں کڑی ہے۔ جو بے شمار دلوں کو علم، شعور اور دینی بصیرت سے منوّر کر رہی ہے۔

"مشاہدات" کے تحت تحریروں میں نورِ فراست، اطمینانِ قلب، کامل سچائی اور اعلیٰ فکر جھلکتی نظر آتی ہے۔ جو دلوں پر اثر کرتی ہیں، روحوں کو تسخیر کرتی ہیں اور قاری پر ایک وارفتگی کا عالَم طاری ہو جاتا ہے۔

مَیں دل کی گہرائیوں سے آپ کی وساطت سے تمام قارئینِ "مشاہدات" کو اس کی کامیابی اور بابرکت علمی خدمات پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا گو ہوں کہ وہ مشاہدات کی ہر کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے اِسے صدقہٗ جاریہ بنائے اور اس کے اثرات کو رہتی دنیا تک قائم رکھے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ، وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ۔"

"مشاہدات" کی 36ویں گاڑی اپنی 25 بوگیوں سمیت قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

خاکسار

ابو سعید حنیف احمد محمود

مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

27/ مئی 2026ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی وذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔
2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کرکے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر باآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔
3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کرکے اگر وہی تقریر کردی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔
4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مدنظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔
5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی
4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود
5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)
6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)
7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)
8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ
9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ
10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام
11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)
13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ
14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)
15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)
16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)
17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)
18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت
19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)
20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

25۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)

26۔ 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور

27۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)

28۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)

29۔ 50 تقاریر برائے نَونہالانِ جماعت

30۔ ”مشاہدات“ کی مالا کے 1000 موتی

31۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)

32۔ 50 تقاریر بابت وجودِ باری تعالیٰ (جلد اول)

33۔ 25 تقاریر بابت عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم

34۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2026ء (ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)

35۔ 75 تقاریر بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی احبابِ جماعت کو پند و نصائح

36۔ 25 تقاریر بعنوان اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات (حصہ اول)

زیر ترتیب کتب

1۔ 5 تقاریر بابت دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری

2۔ ”مشاہدات“ کی مالا کے 1200 موتی

❁❁❁❁

تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

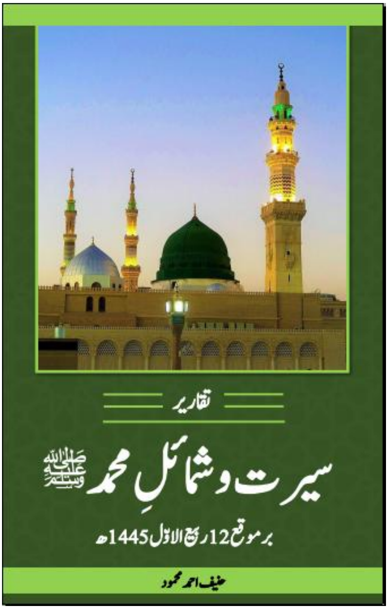
تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ
حنیف احمد محمود

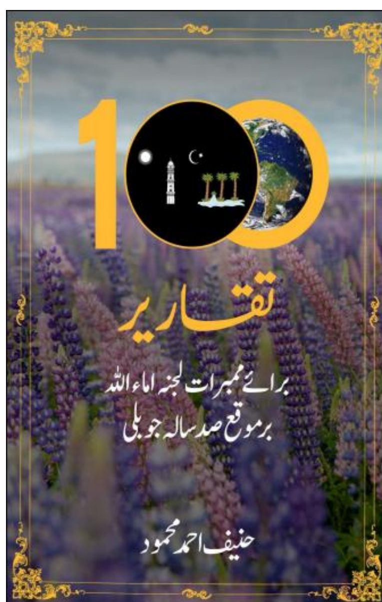
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

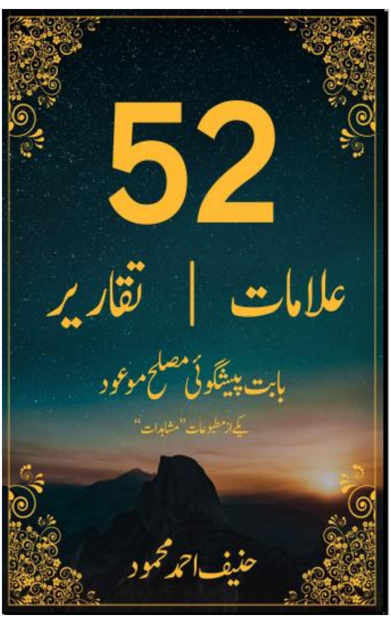
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

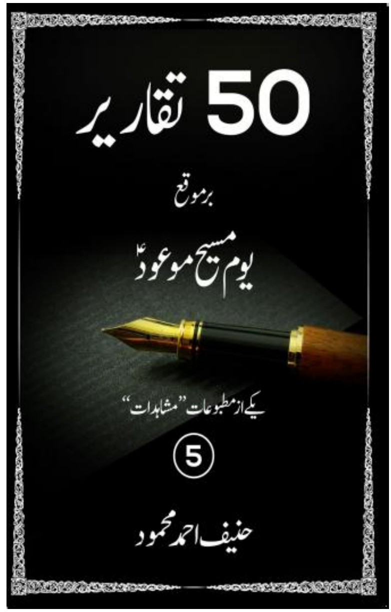
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

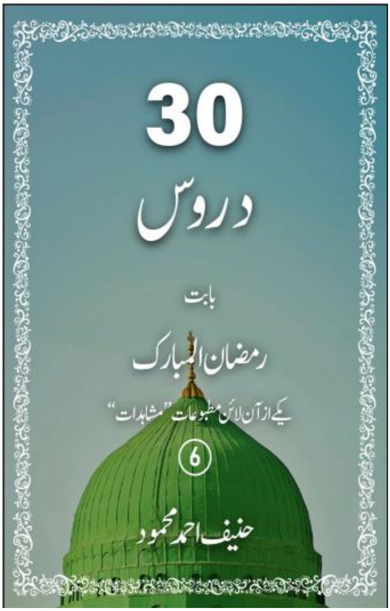
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

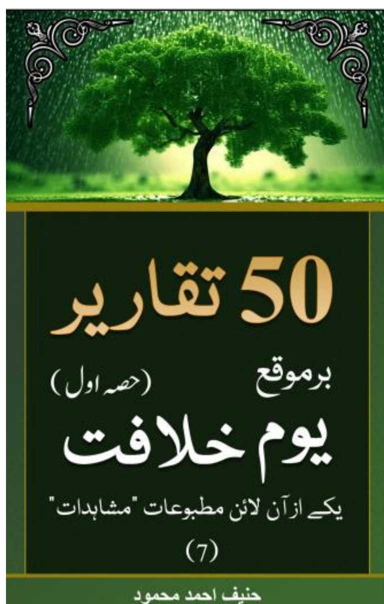
50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

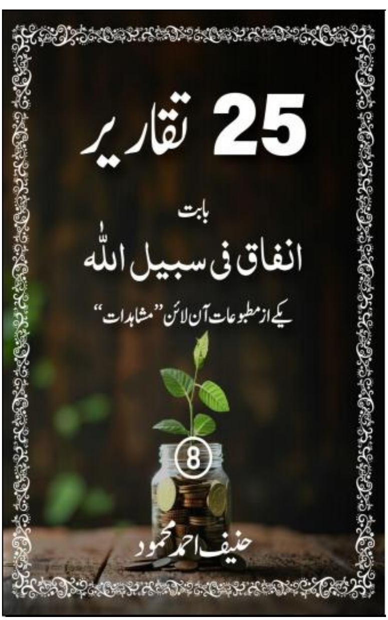
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

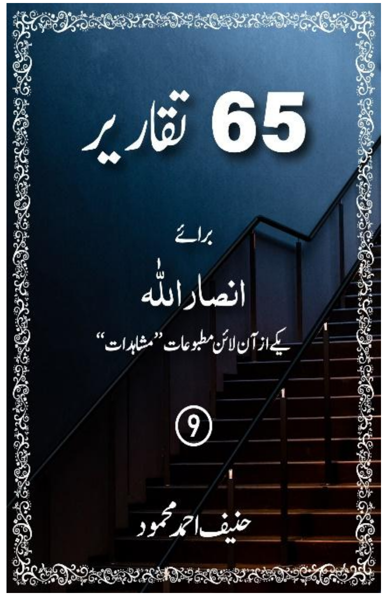
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

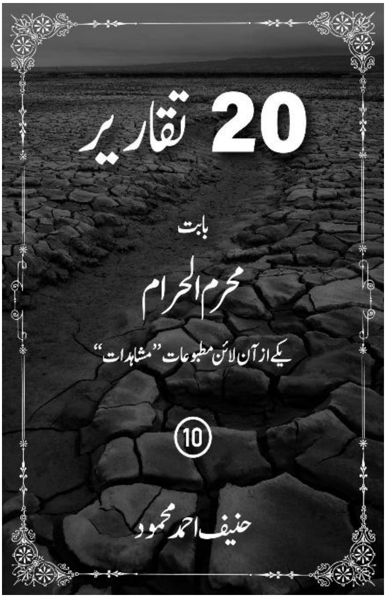
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

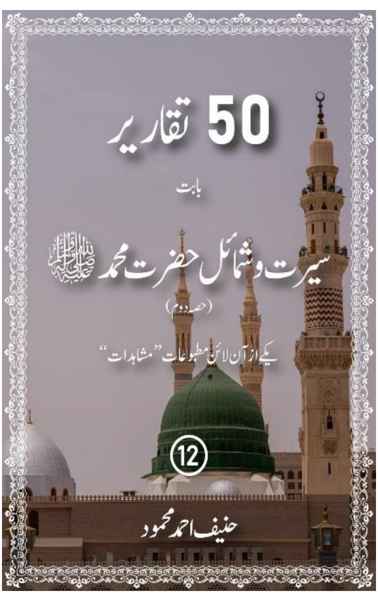
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

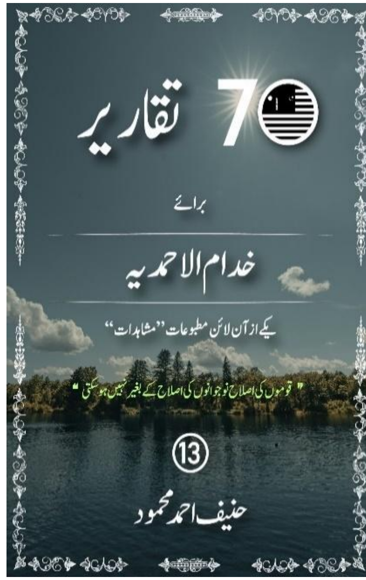
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
''قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی''
13
حنیف احمد محمود

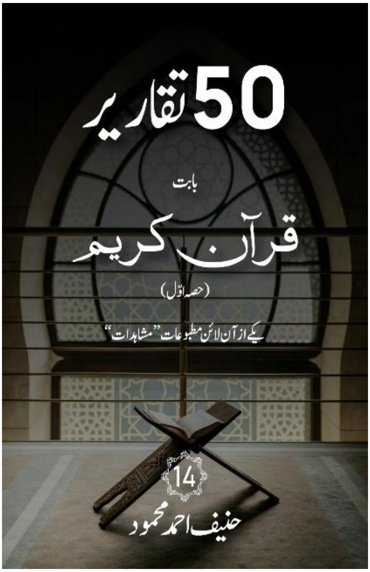
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
14
حنیف احمد محمود

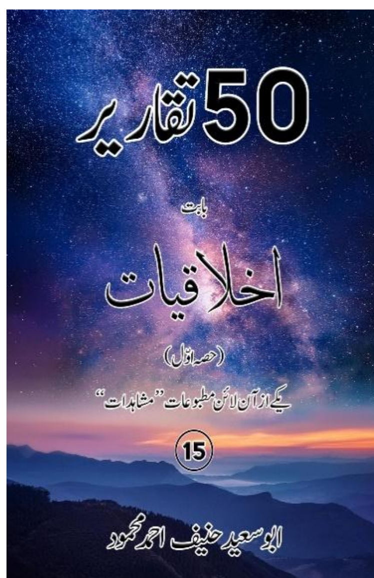
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
15
ابوسعید حنیف احمد محمود

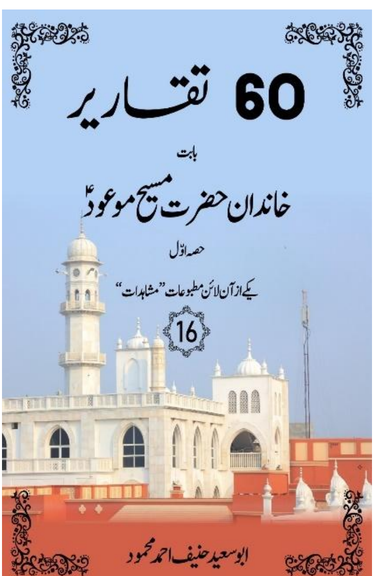
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''
16
ابوسعید حنیف احمد محمود

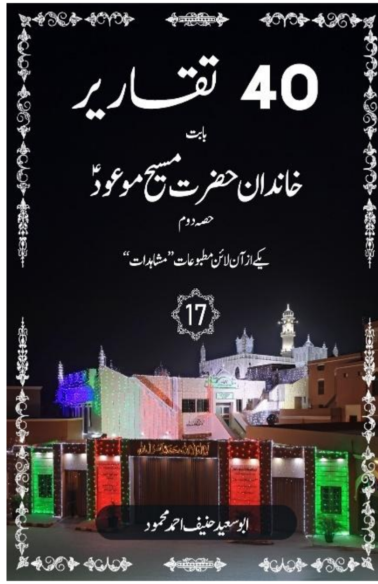
40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابوسعید حنیف احمد محمود

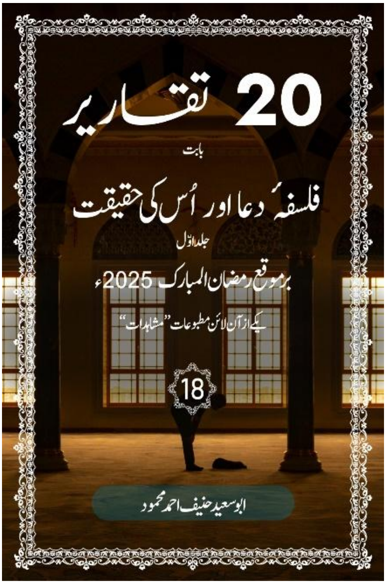
20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
بر موقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابوسعید حنیف احمد محمود

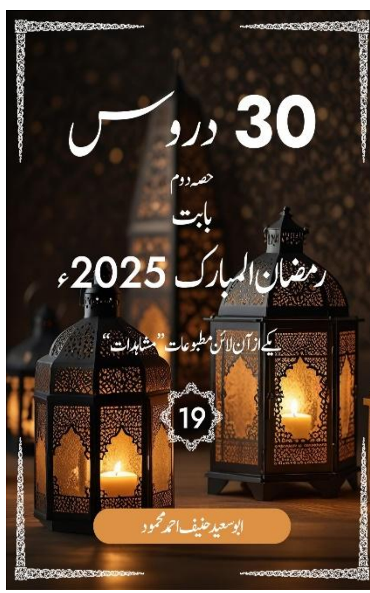
30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابوسعید حنیف احمد محمود

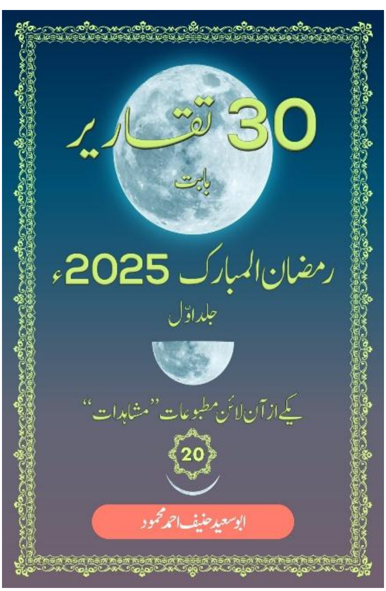
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابوسعید حنیف احمد محمود

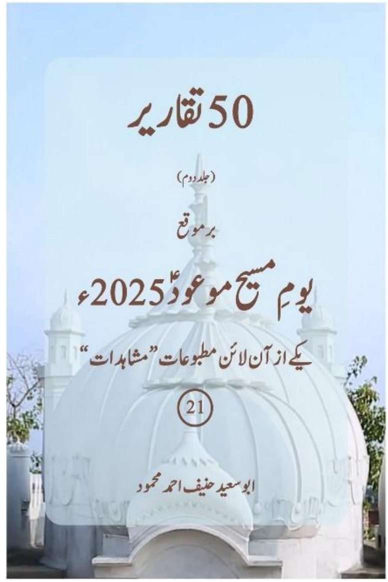
50 تقاریر
(جلد دوم)
بر موقع
یومِ مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابوسعید حنیف احمد محمود

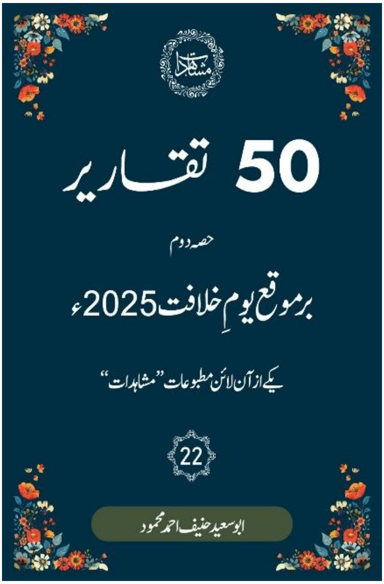
50 تقاریر
حصہ دوم
بر موقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابوسعید حنیف احمد محمود

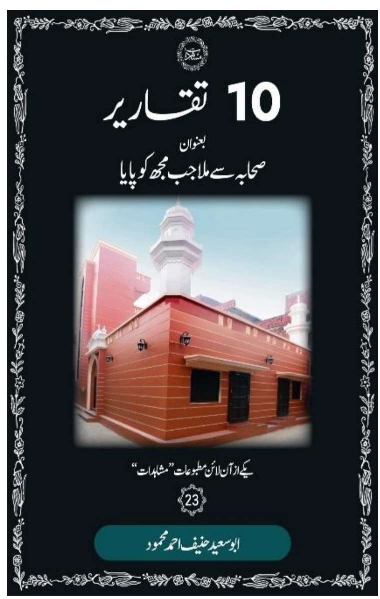
10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابوسعید حنیف احمد محمود

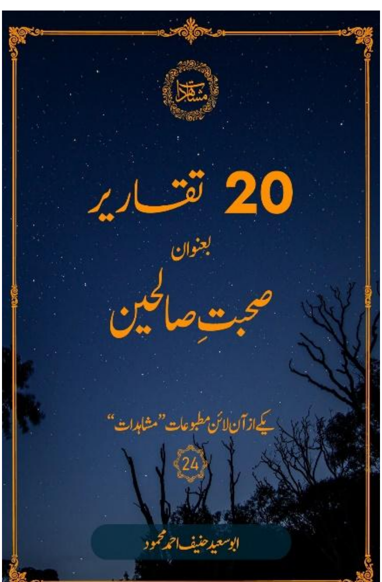
20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابوسعید حنیف احمد محمود

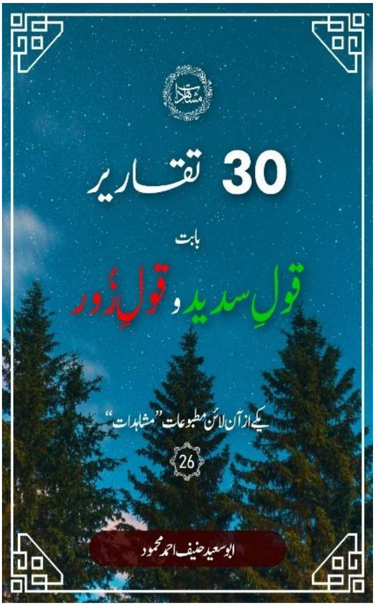
30 تقاریر
بابت
قولِ سدید و قولِ زُور
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
26
ابوسعید حنیف احمد محمود

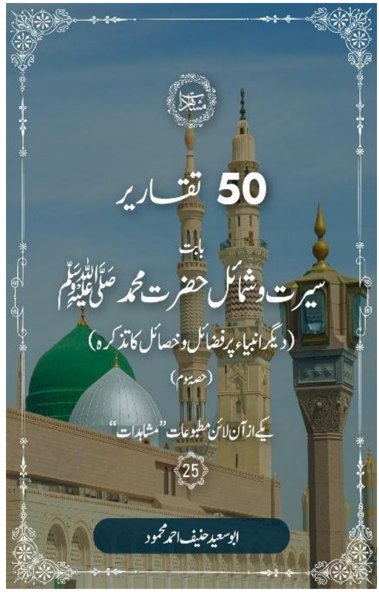
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(دیگر انبیاء پر فضائل و خصائل کا تذکرہ)
(حصہ سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
25
ابوسعید حنیف احمد محمود

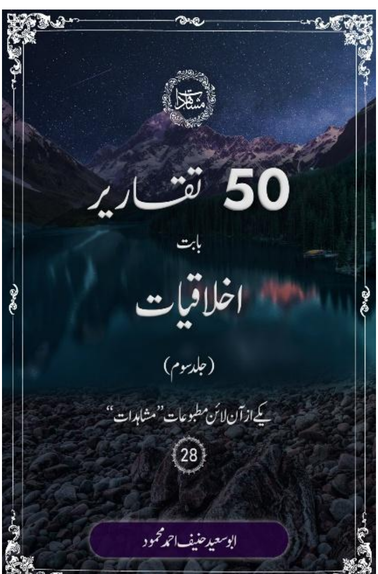
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
28
ابوسعید حنیف احمد محمود

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
27
ابوسعید حنیف احمد محمود

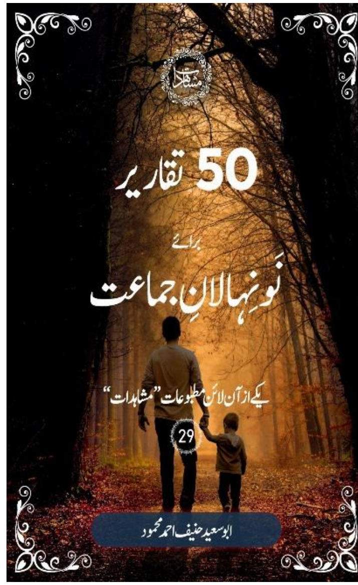
50 تقاریر
برائے
نونہالانِ جماعت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
29
ابوسعید حنیف احمد محمود

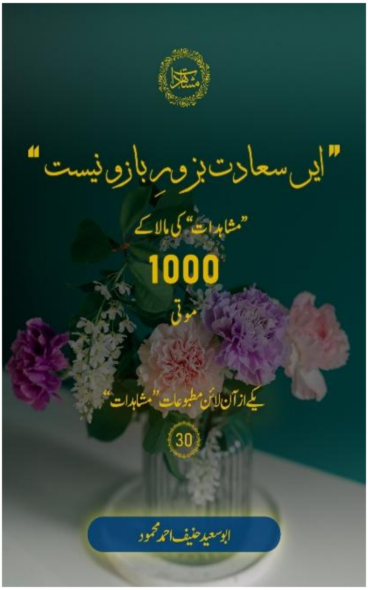
"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1000
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
30
ابوسعید حنیف احمد محمود

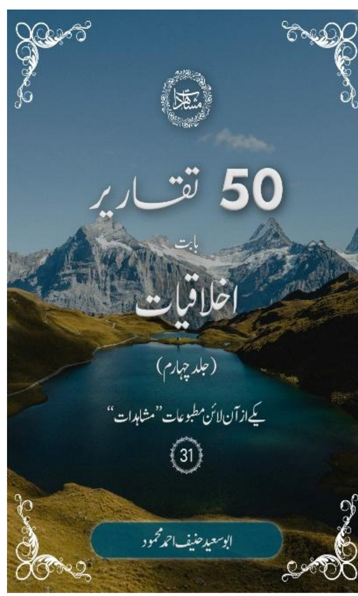
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد چہارم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
31
ابوسعید حنیف احمد محمود

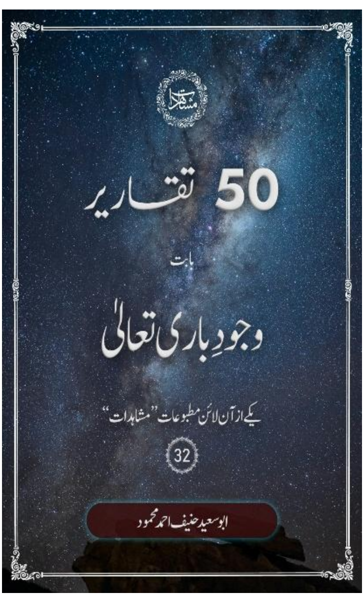
50 تقاریر
بابت
وجودِ باری تعالیٰ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
32
ابوسعید حنیف احمد محمود

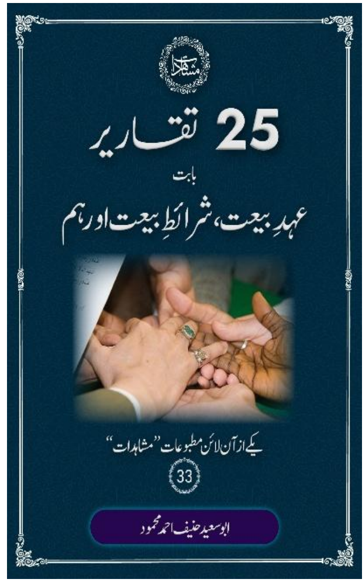
25 تقاریر
بابت
عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
33
ابوسعید حنیف احمد محمود

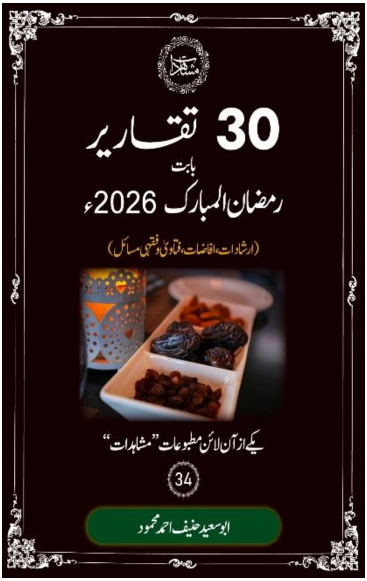
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2026ء
(ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
34
ابوسعید حنیف احمد محمود

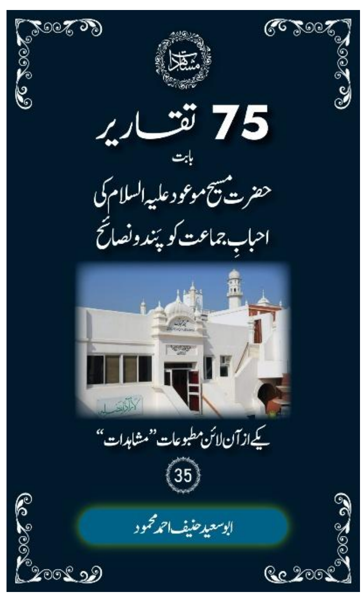
75 تقاریر
بابت
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
احبابِ جماعت کو پند و نصائح
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
35
ابوسعید حنیف احمد محمود

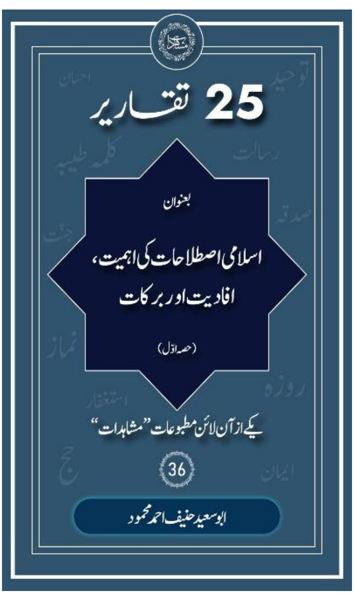
25 تقاریر
بعنوان
اسلامی اصطلاحات کی اہمیت،
افادیت اور برکات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
36
ابوسعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com
فون نمبر: +44 73 7615 9966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

" جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی "

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

www.mushahedat.com | hanifahmadmahmood@hotmail.com | +44 7376 159966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

" جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن
سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی "

Conditions of Initiation (Bai'at)

I. That he/she shall abstain from Shirk (association of any partner with God) right up to the day of his/her death.

II. That he/she shall keep away from falsehood, fornication, adultery, trespasses of the eye, debauchery, dissipation, cruelty, dishonesty, mischief and rebellion; and will not permit himself/herself to be carried away by passions, however strong they might be.

III. That he/she shall regularly offer the five daily prayers in accordance with the commandments of God and the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); and shall try his/her best to be regular in offering the Tahajud (pre-dawn supererogatory prayers) and invoking Darood (blessings) on the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); that he/she shall make it his/her daily routine to ask forgiveness for his/her sins, to remember the bounties of God and to praise and glorify Him.

IV. That under the impulse of any passions, he/she shall cause no harm whatsoever to the creatures of Allah in general, and Muslims in particular, neither by his/her tongue nor by his/her hands nor by any other means.

V. That he/she shall remain faithful to God in all circumstances of life, in sorrow and happiness, adversity and prosperity, in felicity and trial; and shall in all conditions remain resigned to the decree of Allah and keep himself/herself ready to face all kinds of indignities and sufferings in His way and shall never turn away from it at the onslaught of any misfortune; on the contrary, he/she shall march forward.

VI. That he/she shall refrain from following un-islamic customs and lustful inclinations, and shall completely submit himself/herself to the authority of the Holy Quran; and shall make the Word of God and the Sayings of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) the guiding principle in every walk of his/her life.

VII. That he/she shall entirely give up pride and vanity and shall pass all his/her life in humbleness, cheerfulness, forbearance and meekness.

VIII. That he/she shall hold faith, the honor of faith, and the cause of Islam dearer to him/her than his/her life, wealth, honor, children and all other dear ones.

IX. That he/she shall keep himself/herself occupied in the service of God's creatures for His sake only; and shall endeavor to benefit mankind to the best of his/her God-given abilities and powers.

X. That he/she shall enter into a bond of brotherhood with this humble servant of God, pledging obedience to me in everything good, for the sake of Allah, and remain faithful to it till the day of his/her death; that he/she shall exert such a high devotion in the observance of this bond as is not to be found in any other worldly relationship and connections demanding devoted dutifulness.

(Translated from Ishtehar Takmeel-e-Tabligh, January 12, 1889)

www.mushahedat.com | hanifahmadmahmood@hotmail.com | +44 7376 159966

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	1157	اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا (تقریر نمبر 1)	1
2	1158	اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا (ارشادات مسیح موعودؑ اور خلفاء کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	12
3	1159	تَعَوُّذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم	27
4	1160	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کی برکات (تقریر نمبر 1)	34
5	1161	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کی برکات (تقریر نمبر 2)	44
6	1162	اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے میں برکات ہیں	52
7	1163	جنت کے خزانہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کو پڑھنے کی ہدایت	60
8	1164	تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ کا استعمال	69
9	1165	سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کے فوائد اور برکات (تقریر نمبر 1)	79
10	1166	سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کے فوائد اور برکات (تقریر نمبر 2)	88
11	1167	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا بابرکت استعمال (تقریر نمبر 1)	96
12	1168	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا استعمال (حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	106
13	1169	استغفار کی ضرورت اور برکات (تقریر نمبر 1)	118
14	1170	استغفار، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی نظر میں (تقریر نمبر 2)	133
15	1171	اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کا اسلامی حکم (تقریر نمبر 1)	144

16	1172	إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کا اسلامی حکم (تقریر نمبر 2)	152
17	1173	"اِنْ شَاءَ اللّٰہُ" کہنا اور لکھنا ایک مبارک عمل ہے	162
18	1174	اسلامی اصطلاح "جزاك الله خيرًا" کا استعمال	171
19	1175	صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کے فوائد اور برکات	178
20	1176	مسجد کا مقام اَور اِس کی تعمیر کا ثواب	188
21	1177	اسلامی اصطلاحات، شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم	206
22	1178	حج بیتُ اللہ اور عیدُ الاضحیٰ بطور شعائرُ اللہ اور اسلامی اصطلاح	216
23	1179	مقاماتِ حج، شعائرُ اللہ اور اسلامی اصطلاحات میں شامل	231
24	1180	دعائیہ کلمات "مَاشَاءَ اللّٰہ" کا استعمال باعثِ برکت ہے	243
25	1181	اسلامی اصطلاح "فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ" کا استعمال	250

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

❁❁❁❁

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح ،باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

”غالباً 1901ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ مَیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضور علیہ السلام نے توحیدِ باری تعالیٰ پر ایک تقریر فرمائی اور اس میں ارشاد کیا کہ

بعض لوگ کسی کے احسان پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہنے کے بغیر ہی **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہہ دیتے ہیں حالانکہ بہ نظرِ غایت دیکھا جائے تو از روئے معرفت یہ کلمہ بھی اپنے اندر ایک گونہ شرک کا پہلو رکھتا ہے کیونکہ احسان کرنے والے کی ذات اور وہ چیز جس کے ذریعے وہ محسن بنا ہے وہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس لیے ممنونِ احسان کو چاہیے کہ وہ **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توصیف و تحمید بیان کرے اور احسان ہونے پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہے کیونکہ معرفت اور حقیقت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ سب سے اوّل خالقِ اسباب کا شکریہ ادا کیا جائے پھر **جَزَاکَ اللّٰہُ** اس شخص کا بھی کہہ دے۔“

(حیاتِ قدسی صفحہ 134)

﴿1﴾ ﴿مشاہدات۔1157﴾

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْھَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَ قَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ (الزمر:74)

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کیا وہ بھی گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے حتّٰی کہ جب وہ اس تک پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تب اس کے داروغے ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ تم بہت عمدہ حالت کو پہنچے۔ پس اس میں ہمیشہ رہنے والے بن کر داخل ہو جاؤ۔

دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا

معزز سامعین! آج سے ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہونے جارہا ہے۔ اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جا چکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی جا رہی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ جیسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے عنوان پر ہی دو تقاریر تیار ہو گئی

ہیں۔ امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ نے اِس کے متعلق فرمایا ہے کہ **"ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لیے ایک دعا ہے۔"**

سامعین! سوشل میڈیا پر جو پوسٹیں روزانہ کی بنیاد پر شیئر ہو رہی ہوتی ہیں اُن پر "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" جیسی پاکیزہ اسلامی اصطلاح بھی درست نہیں لکھی گئی ہوتی۔ بعض اوقات الف لام کے بغیر "اسلام علیکم" اور بعض اوقات درمیان میں "واؤ" کا اضافہ کرکے "السلام و علیکم" لکھتے ہیں۔ جو غلط العام ہے جن کو پڑھ اور دیکھ کر بہت کوفت محسوس ہوتی ہے۔ درست طریق یوں ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اور جب یہ پورا السلامُ علیکم بولا یا لکھا جائے جیسا کہ مَیں اوپر بتا آیا ہوں تو رَحْمَةُ میں گول تاء کے بعد گول ھاء ڈالنا درست نہیں کیونکہ بعض دوست گول ۃ کے بعد گول ہ بھی ڈال دیتے ہیں جو درست نہیں۔

سب سے پہلے اِس حکم کو قرآنِ شریف میں دیکھتے ہیں۔ تقریر کے آغاز پر جس آیت کی تلاوت خاکسار کر آیا ہے۔ اُس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے متعدّد بار سلام کرنے اور اِس کا بہترین رنگ میں جواب دینے کا حکم دیا ہے جیسے

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (النساء:87)

اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (النور:62)

پس جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں پر سلامتی بھیجا کرو۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کو سلام کہنے کی بہت تاکید فرمائی اور آپؐ کے صحابہ بھی اس کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ مکمل سلام کہنا یا لکھنا حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے ساتھ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہنے سے 10 نیکیاں جبکہ وَبَرَكَاتُهٗ ساتھ لگانے کے مزید 10 نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہا، آپؐ نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، تو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو دس نیکیاں ملیں'' پھر ایک اور شخص آیا، اس نے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' کہا، یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے ساتھ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کا اضافہ کیا تو آپؐ نے اسے جواب دیا، پھر وہ شخص بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: ''اس کو بیس نیکیاں ملیں'' پھر تیسرا شخص آیا اس نے مکمل سلام یعنی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' کہا، آپؐ نے اُسے بھی جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا، آپؐ نے فرمایا: ''اسے تیس نیکیاں ملیں''۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 495 صفحہ 483)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ کونسا اِسلام بہتر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ یعنی تم کھانا کھلاؤ اور سلام کہو ہر اُس شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہیں جانتے۔

(سنن ابوداؤد، ابواب السلام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم جنت میں نہ جاؤ گے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور تم کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھنے لگو۔ کیا مَیں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اُسے کرنے لگو گے تو تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ آپس میں سلام کو عام کرو اور ایک روایت میں ہے کہ تم آپس میں سلام کرنے میں پہل کرو۔

(سنن ابوداؤد، ابواب السلام)

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ اے لوگو! سلام کو رواج دو، ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 493 صفحہ 482)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی (مجمع میں زیادہ لوگوں) کو سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے اور جب کوئی بات کرتے تو (سمجھانے کے لئے) تین دفعہ بات کرتے۔

(بخاری، کتاب الاستئذان)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے زیادہ آدمیوں کو سلام کریں (یعنی سلام میں پہل کریں۔)

(بخاری، کتاب الاستئذان باب سلام الراکب علی الماشی بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث 497 صفحہ 484)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کہے پھر جب کوئی درخت یا دیوار یا پتھر درمیان میں حائل ہو جائے یعنی وہ ایک دوسرے سے اوجھل ہو جائیں اور دوبارہ آپس میں ملیں تو پھر ایک دوسرے کو سلام کہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 498 صفحہ 484)

حضرت محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت ابوامامہ باہلیؓ کا ہاتھ مسجد میں پکڑے ہوئے تھا اور وہ گھر کی طرف واپس آرہے تھے کہ راستہ میں چھوٹا بڑا مسلمان عیسائی جو کوئی بھی ملتا آپؓ اسے سلام کہتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے کہا اے بھتیجے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے سلام پھیلانے کا حکم فرمایا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 505 صفحہ 488)

مخالفوں کو سلام کہنا

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست، یہود سب ملے جُلے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے ان کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 506 صفحہ 488)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو یہود و نصاریٰ سلام کریں تو اس کے جواب میں وَعَلَیْکُمْ کہو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 507 صفحہ 489)

ایک صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ حضور! مخالفوں سے جو ہمیں اور حضور کو گلی گلوچ نکالتے ہیں اور سخت سست کہتے ہیں السلام علیکم جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا:

"مومن بڑا غیرت مند ہوتا ہے کیا غیرت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ تو گالیاں دیں اور تم ان سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کرو؟ ہاں البتہ خرید و فروخت جائز ہے۔ اس میں حرج نہیں کیونکہ قیمت دینی اور مال لینا کسی کا اس میں احسان نہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 291 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا۔

"بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ انسان چند روز کے لئے زندہ ہے۔ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حیّ و قیّوم ہے۔ جب وقت موعود آتا ہے تو ہر ایک چیز اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتی ہے اور سارے قویٰ رخصت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور جہاں سے یہ آیا ہے وہیں چلا جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 331 ایڈیشن 1984ء)

ترجمہ از عربی:

"تم ہر شخص کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو اور (لوگوں کی) غم خواری کے لئے ہر دم تیار کھڑے رہو۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 223)

ایک روز حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلم میں ایک کتابوں کی دکان پر کھڑے تھے۔ ایک غیر احمدی حافظ کو آپ نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا، حافظ صاحب نے سلام کا جواب نہ دیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہ قرآن کے خلاف ہیں اس لئے ہم آپ کا سلام قبول

نہیں کرتے۔ حضرت برہان الدین صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کون سی آیت کے خلاف حضرت مرزا صاحب کا عمل ہے؟

حافظ صاحب نے کہا کہ آیت لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے خلاف مرزا صاحب نے اس طرح کہاہے کہ انہوں نے لوگوں کے معبودوں کو گالیاں دے کر سچے معبود کو گالیاں نکلوائی ہیں اور آپ ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے سلام نہیں کرسکتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب! کوئی ایسی آیت نکالو جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو بُرا نہ کہو۔ حافظ صاحب لاجواب ہو گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو کافر مشرک اور جہنمی کہاہے۔

(ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1995ء صفحہ 24)

سامعین! گھر کے اندر جاتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر اجازت طلب کرنا

حضرت سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی غربت کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اگر کوئی گھر میں ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا کرو اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر بھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ دیا کرو۔ اپنے اوپر ہی سلامتی بھیجا کرو۔ والسلام تمہیں مل جائے گا اور ایک دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرو۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا رزق عطا کیا کہ اس کے ہمسائے بھی اس سے فیضیاب ہونے لگے۔

(روح البیان لاسماعیل حقی بن مصطفیٰ زیر آیت سورۃ الاخلاص جلد 10 صفحہ 558)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے! جب تم گھر جاؤ تو سلام کہو اس طرح تجھے بھی برکت ملے گی اور تیری خاندان کو بھی۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 496 صفحہ 483)

حضرت ربعی بن حراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنی عامر کے ایک آدمی نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی جب کہ آپؐ گھر میں تشریف فرما تھے کہ اندر آجاؤں؟ آپؐ نے اپنے خادم کو کہا۔ جاؤ اور اس سے کہو کہ اندر آنے کی اجازت اس طرح مانگتے ہیں۔ پہلے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

کہیں، پھر پوچھیں۔ کیا مَیں اندر آسکتا ہوں؟ جب اس آدمی نے یہ بات سنی تو ایسا ہی کیا۔ سلام کہا۔ پھر عرض کیا۔ اندر آسکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اجازت ہے آ جاؤ۔ چنانچہ وہ اندر حاضر ہو گیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 508 صفحہ 490)

حضرت عطاء بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا مَیں گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہیے۔ اس شخص نے کہا مَیں تو ماں کے ساتھ ہی اس گھر میں رہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اجازت لے کر اندر داخل ہوا کرو۔ اس شخص نے کہا مَیں تو اس کا خادم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا گھر میں اطلاع دے کر داخل ہوا کرو۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنی ماں کو ننگی حالت میں دیکھو یعنی وہ بے خیالی میں اس حالت میں بیٹھی ہو کہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر کپڑا نہ ہو۔ اس شخص نے عرض کیا مَیں تو اسے پسند نہیں کرتا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا پھر اجازت لے کر اندر جایا کرو۔ یعنی بغیر اجازت خواہ اپنی ماں کا ہی گھر ہو اندر نہیں جانا چاہیے کیونکہ اکیلے ہونے کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑے وغیرہ بدل رہی ہو یا گرمی کی وجہ سے کپڑے اتار کر لیٹی ہوں۔ کئی احتمالات ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 509 صفحہ 490-491)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”جب تم دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو داخل ہوتے ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو اور اگر ان گھروں میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہیں اجازت نہ دے ان گھروں میں مت جاؤ اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 336)

مصافحہ کو رواج دینا

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اہلِ یمن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصافحہ کو رواج دیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 499 صفحہ 485)

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیادت کا ایک عمدہ طریق یہ ہے کہ آدمی مریض کے پاس جائے اس کی پیشانی یا نبض کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کا حال احوال پوچھے اور آپس میں ملنے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملتے وقت مصافحہ کرو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 500 صفحہ 485)

حضرت ایّوب بن بشیر قبیلہ عنزہ کے ایک شخص کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس شخص نے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ملاقات آپ لوگوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابو ذرؓ نے بتایا کہ مَیں جب کبھی بھی حضورؐ سے ملا مصافحہ کیا ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے بلا بھیجا۔ مَیں اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ جب مَیں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا تو مَیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت بستر پر تھے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے گلے کے ساتھ لگا لیا اور معانقہ کیا۔ اس خوش نصیبی کے کیا کہنے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 501 صفحہ 486)

حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ سے ملے تو حضور نے بوقتِ ملاقات ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 502 صفحہ 486)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مصافحہ کرنے اور عہدیداران کو کھڑے ہو کر مصافحہ کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا اور آپؐ سے گفتگو کرتا، آپؐ اس سے اپنا چہرہ مبارک نہ ہٹاتے۔ یہاں تک کہ وہ خود واپس چلا جائے اور جب کوئی آپؐ سے مصافحہ کرتا تو آپؐ اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود ہاتھ چھڑا لے اور کبھی آپؐ کو اپنے ساتھ بیٹھنے والے سے آگے گھٹنے نکال کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ (ابن ماجه، کتاب الادب باب اکرام الرجل جلیسه)۔ اس سے جہاں ہم سب کے لیے نصیحت ہے، خاص طور پر جماعت کے عہدیداران کو بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں، ان کو بھی سبق لینا چاہیے کہ ملنے کے

لیے آنے والے کو اچھی طرح خوش آمدید کہنا چاہیے۔ خوش آمدید کہیں، ان سے ملیں، مصافحہ کریں، ہر آنے والے کی بات کو غور سے سنیں۔ بعض لکھنے والے مجھے خط لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے بعض معاملات ہیں کہ آپ سے ملنا تو شاید آسان ہو لیکن ہمارے فلاں عہدیدار سے ملنا بڑا مشکل ہے۔ تو ایسے عہدیداران کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کو یاد رکھنا چاہیے، ملنے والے سے اتنے آرام سے ملیں کہ اس کی تسلی ہو اور وہ خود تسلی پا کر آپ سے الگ ہو۔ پھر دفتروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہر آنے والے کو کرسی سے اٹھ کر ملنا چاہیے، مصافحہ کرنا چاہیے۔ اس سے آپ کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اور یہی عاجزی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے۔ دیکھیں آپ بیٹھتے وقت بھی کتنی احتیاط کیا کرتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ستمبر 2004ء)

سامعین! عورتوں سے مصافحہ کی ممانعت

حضرت اُمیمہ بنت رقیہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا۔ مَیں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا یا عورتوں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت نہیں لیتا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 503 صفحہ 487)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں سے گزرے۔ وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کو سلام کیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 504 صفحہ 487)

آداب ملاقات

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار یا معزز آدمی آئے تو (اس کی حیثیت کے مطابق) اس کی عزّت و تکریم کرو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 491 صفحہ 481)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقفہ دے کر اور کبھی کبھی ملنے سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ (روز روز ملنے چلے آنے سے چاہت کم ہو جاتی ہے۔)

(حدیقۃ الصالحین حدیث 492 صفحہ 481)

مَرْحَبًا (خوش آمدید) کہنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والوں سے محبت کے اظہار کے لئے مَرْحَبًا فرماتے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا تھا "مَرْحَبًا، میری بیٹی!" اور اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَرْحَبًا، اُمّ ہانی!"۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرحبا! ان لوگوں کو جو تشریف لائے۔ نہ ان کی تحقیر ہو گی اور نہ وہ شرمندہ ہوں گے ان کو یعنی ان کو ہمارے ہاں عزت ملے گی۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قبیلہ ربیع کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور چونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مُضرؔ کے کافر لوگ حائل ہیں اس لیے ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ آپ ہم کو ایسی بات بتا دیں جس پر عمل کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ نہیں آسکے ہیں انہیں بھی اس کی دعوت پہنچائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چار چیزیں ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرو اور دُباء، حنتم، نقیر اور مزفّت میں نہ پیو۔ (یعنی شراب اور شراب بنانے کے لئے استعمال ہونے والے برتن استعمال نہ کرو)

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کی سلامتی حاصل کرنے کے لئے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی راستہ بتایا ہے کہ سلام کو رواج دو۔ اس سے آپس میں دلوں کی کدورتیں بھی دور ہوں گی، محبت بھی بڑھے گی، عفو اور درگزر کی عادت بھی پیدا ہو گی اور پھر اس سے معاشرے میں ایک پیار اور محبت کی فضا پیدا ہو جائے گی جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک بڑا اہم حکم ہے جس سے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ پیدا ہو جائے گی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ مئی 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں سلام کو رواج دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔1158﴾

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا

(ارشادات مسیح موعودؑ اور خلفاء کی روشنی میں)

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ اَوْ رُدُّوْھَا(النساء:87)

اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری

معزز سامعین! آج سے "مشاہدات" کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہونے جارہا ہے۔ اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جاچکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی جارہی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ جیسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے عنوان پر ہی دو تقاریر تیار ہو گئی ہیں۔ دوسری تقریر حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں مزیّن کی گئی ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

آپؑ فرماتے ہیں۔

”سلام تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا تعالیٰ کا سلام وہ ہے جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے سلامت رکھا۔ جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰس:59)۔ ایک دفعہ ہم کو کثرت پیشاب کے باعث بہت تکلیف تھی۔ ہم نے دعا کی۔ الہام ہوا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اسی وقت تمام بیماری جاتی رہی۔ سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ باقی سب رسمی سلام ہیں۔“

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 318 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا۔

”مَیں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی آدمیوں کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیحؑ کو۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 270 ایڈیشن 2016ء)

فرمایا۔

”حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہا ہے اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ باوجود لوگوں کی سخت مخالفتوں کے اور ان کے طرح طرح کے بد اور جاں ستاں منصوبوں کے وہ سلامتی میں رہے گا اور کامیاب ہو گا۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 172 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اس پُر آشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے اگر محقّانِ دینِ اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہر یک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں اپنی اس خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام

مسنون کے گڈ بائی اور گڈ مارننگ کی آواز سنی جائے۔ پس ایسے وقت میں دلائل حقیقت اسلام کی اشاعت میں بدِل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اَولاد اور نسل پر رحم کرنا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ اول، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 8)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا۔

"اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبّر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں اگر ایک غریب ان کو السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بے باکی کی حرکت خیال کرتے ہیں حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبّر نے ان کی نظر میں **ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لیے ایک دعا ہے** حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعارِ اسلام کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 327)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"ایک رات مجھے خدا نے اطلاع دی کہ اس نے مجھے اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔ تب یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اسی رات ایک بڑھیا کو خواب آئی جس کی عمر قریباً اَسّی برس کی تھی اور اس نے صبح مجھ کو آکر کہا کہ مَیں نے رات سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے اور ساتھ ان کے ایک اور بزرگ تھے اور دونوں سبز پوش تھے اور رات کے پچھلے حصہ کا وقت تھا۔ دوسرا بزرگ عمر میں ان سے کچھ چھوٹا تھا۔ پہلے انہوں نے ہماری جامع مسجد میں نماز پڑھی اور پھر مسجد کے باہر کے صحن میں نکل آئے اور مَیں ان کے پاس کھڑی تھی اتنے میں مشرق کی طرف سے ایک چمکتا ہوا ستارہ نکلا تب اس ستارہ کو دیکھ کر سید عبد القادر بہت خوش ہوئے اور ستارہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور ایسا ہی ان کے رفیق نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ اور وہ ستارہ مَیں تھا۔ اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی وَیُرٰی لَہٗ۔ منہ۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ششم صفحہ 32)

حضورؑ فرماتے ہیں:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ اوّل گویا کوئی شخص مجھ کو کہتا ہے کہ میرا نام فتح اور ظفر ہے اور پھر یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے۔ اَصۡلَحَ اللّٰہُ اَمۡرِیۡ کُلَّہٗ (خدا تعالیٰ نے میرے سارے کام اپنے فضل سے درست کر دیے)۔ اور پھر دیکھا کہ ایک مکان شبیہ مسجد میں ہوں اور ایک الماری کے پاس کھڑا ہوں اور حامد علی بھی کھڑا ہے۔ اتنے میں میری نظر پڑی مَیں نے میاں عبد اللہ غزنوی کو دیکھا کہ بیٹھے (ہیں) اور میرا بھائی مرزا غلام قادر بھی بیٹھا ہے۔ تب مَیں نے نزدیک ہو کر اُن کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے بھی وعلیکم السلام کہا اور بہت سے دعائیہ کلمات ساتھ ملا دیئے جن میں صرف یہ لفظ محفوظ رہا کہ اَخَّرَکَ اللّٰہُ مگر معنی یہی یاد رہے کہ ان کے کلمات ایسے ہی تھے کہ تیرا خدا مددگار ہو۔ تیری فتح ہو، پھر میں اس مجلس میں بیٹھ گیا اور کہا کہ میں نے خواب بھی دیکھی ہے کہ کسی کو مَیں نے السلام علیکم کہا ہے اور اس نے جواب دیا ہے وَعَلَیۡکُمُ السَّلَامُ وَالظَّفَرُ۔"

(تذکرہ صفحہ 220 مطبوعہ 2023ء)

فرمایا:

"اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب ان کو السلام علیم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لیے عار سمجھتے ہیں بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بے باکی کی حرکت خیال کرتے ہیں حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسر شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لیے ایک دعا ہے حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 327)

سامعین! اب مَیں آپ کے سامنے خلفائے احمدیت کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”آٹھویں صدی ہجری میں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مَیں ہند میں آیا تو مسلمانوں میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا رواج نہیں تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اب بالکل تباہ ہو جائیں گے کیونکہ ان میں سلامتی کی دعا نہیں رہی۔ ہند میں یہ رواج بہت ہی کم ہے۔ رامپور کی طرف مَیں نے دیکھا ہے یوں ہوتا ہے کہ ایک کہتا ہے خان صاحب دوسرا کہتا ہے میاں۔ بس سلام ہو گیا۔ گھروں میں تو بالکل ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نہیں کہتے۔ حتّٰی کہ میاں، بی بی کو اور بی بی، میاں کو نہیں کہتی حالانکہ سورہ نور میں صریحاً لکھا ہے۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (النور: 62)۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اکثر گھر دُکھ اور مصیبت کے گھر بن گئے ہیں۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 119-120)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کو رواج دیں۔ اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ اگر خالی مکان میں بھی کبھی جانا ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ کہیں۔“

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 491)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کی عادت کے متعلق فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات پڑھ کر دیکھو کہ آپؐ ہمیشہ سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے اور کبھی اس بات کے منتظر نہ رہتے تھے کہ کوئی غریب آدمی آپ کو خود بڑھ کر سلام کرے بلکہ آپؐ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ آپؐ ہی پہلے سلام کہیں۔ اس کے متعلق مَیں اس جگہ ایک ایسے شخص کی گواہی پیش کرتا ہوں جس کو آپؐ کی مدینہ کی زندگی میں برابر دس سال آپؐ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میری مراد حضرت انسؓ سے ہے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے پر ملازم رکھا تھا اور جو آپؐ کی وفات تک برابر آپؐ کی خدمت میں رہے۔ ان کی نسبت امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ یعنی حضرت انسؓ ایک دفعہ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے تو آپؓ نے ان کو سلام کہا اور پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے یعنی آپؐ بھی جب لڑکوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کہا کرتے تھے۔ ان واقعات پر سرسری نظر ڈالنے والے انسان کی نظر میں شاید یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہو لیکن جو شخص کہ ہر ایک بات پر غور کرنے کا عادی ہو وہ اس شہادت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منکسرانہ طبیعت کے کمال کو معلوم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں امراء کے لیے اپنے سے چھوٹے آدمی کو پہلے سلام کہنا ایک نہایت سخت مجاہدہ ہے اور ممکن ہے کہ کبھی کبھار کوئی امیر ایسا کر بھی دے لیکن ہمیشہ اس پر قائم رہنا ایک ایسی بات ہے جس کا ثبوت کسی دنیاوی بادشاہ کی زندگی سے نہیں مل سکتا۔ پھر بچوں کو سلام میں ابتدا کرنا تو ایک ایسی بات ہے جس کی بادشاہ تو الگ رہے امراء سے بھی امید کرنا بالکل محال ہے اور امراء کو بھی جانے دو، کتنے بالغ وجوان انسان ہیں جو باوجود دنیاوی لحاظ سے معمولی حیثیت رکھنے کے بچوں کو سلام میں ابتدا کرنے کے عادی ہیں اور جب گلیوں میں بچوں کو کھڑا پاتے ہیں تو آگے بڑھ کر ان کو سلام کرتے ہیں۔ شاید ایسا آدمی جو اس پر تعہّد سے قائم ہو اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہو ایک بھی نہ ملے گا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حضرت انسؓ جیسے واقف کار صحابی جو ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ آپؐ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کہتے تھے۔ اس شہادت میں آپؓ نے کئی باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکسار کے اس اعلیٰ درجہ پر قدم زن تھے کہ بچوں کو سلام کہنے سے بھی آپؐ کو عار نہ تھا۔ دوم یہ کہ آپؐ ان کو سلام کہنے میں ابتدا کرتے تھے۔ سوم یہ کہ ایک یا دو دفعہ کی بات نہیں آپؐ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔‘‘

(انوارالعلوم جلد اول صفحہ 620-621)

پھر حضورؓ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کو رواج دینے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ نے دو ایسے حکم دیے ہیں جو اگرچہ شریعت کے قوانین نہیں ہیں۔ تمدّن سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ ان کا اثر دین پر پڑتا ہے وہ حکم یہ ہیں: اوّل یہ کہ جب کسی مکان میں

داخل ہونے لگو تو داخل ہونے سے پہلے مکان میں رہنے والوں سے اجازت حاصل کرلو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو داخل ہو جاؤ۔ دوم یہ کہ جب مکان میں داخل ہو جاؤ تو اُنہیں سلام کرو۔

پہلے حکم کے متعلق یہ اَور فرمایا کہ اگر اندر آنے کی اجازت نہ ملے تو پھر داخل مت ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی اَور تشریح فرمادی ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ پہلے اِذن مانگو اور پھر اگر اجازت پاؤ تو مکان میں داخل ہو اور اگر اجازت نہ ہو تو نہ داخل ہو۔ اس اِذن مانگنے کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ یہ اِذن تین دفعہ مانگو۔ تین دفعہ کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ آؤ۔ یہ نہیں کہ بار بار آوازیں دیتے یا کنڈی کھٹکھٹاتے رہو۔ اگر کسی کو داخل ہونے کی اجازت مل جائے تو اس کے لئے قرآن کریم نے یہ دوسرا حکم دیا ہے کہ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَھْلِھا۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَآبُّوْا۔ اَوَلَآ اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔ کہ اسی ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم جنت میں نہیں داخل ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو اور کیا مَیں تمہیں آپس میں محبت کرنے کی ترکیب بتاؤں؟ وہ یہ کہ آپس میں سلام خوب پھیلاؤ یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کہو...... پھر سلام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی کثرت کرنی چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس طرح آپس میں محبت پیدا ہو گی۔ جب کوئی دوسرے کے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اس کے دل میں محبت ہو اور جوں جوں وہ زیادہ دعا کرے وہ محبت بھی بڑھتی جائے گی۔ آجکل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے معنٰی ہی نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی محبت پیدا نہ ہو تو اَور بات ہے لیکن جو سمجھتے ہیں ان میں ضرور محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے اور جب ایک انسان دوسرے کے لئے دعا کرے گا تو خود اس کے لئے بھی اور دوسرے کے لئے بھی وہ دعا بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بہت محبت اور پیار کرتا ہے اس لئے جو کوئی اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے اس سے وہ بھی محبت کرتا ہے۔ تو ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنے کی وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ تمہاری آپس میں محبت ہو گی اور آپس کے تعلقات درست ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ

تمہیں ایمان حاصل ہو گا اور جب ایمان حاصل ہو گا تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مکان پر جاکر دستک دیتے تو اُس کے دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور جب اندر سے کوئی آتا تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر اس کی طرف لوٹتے۔اس طرح کرنا بھی نہایت ضروری ہوتا ہے۔کئی مکان ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی کمرہ میں تمام گھر کے آدمی رہتے ہیں جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو سامنے مستورات بیٹھی ہوتی ہیں۔اگر کوئی دروازہ کے سامنے منہ کر کے کھڑا ہو گا تو اس کی نظر ضرور اندر پڑے گی اور اس طرح بے پردگی ہو گی۔اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں طرف مڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔"

(الفضل 4 نومبر 1916ء)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنے کے متعلق حضورؓ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا (النساء:87) جب تمہاری نسبت کوئی کلمہ نیک استعمال کیا جائے تو تم کو بھی چاہئے کہ اس کے قائل کی نسبت اس سے بہتر کلمہ نیک یا کم سے کم وہی کلمہ استعمال کرو جیسا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جو غیر محدود خزانوں والا ہے اور بہتر سے بہتر بدلہ دینے والا ہے اپنے بندوں سے اس طرح معاملہ نہ کرے وہ کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو مَیں دو قدم آتا ہوں جب وہ تیز چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 103)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الثالثؒ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی معہود کو سلام بھیجا تھا تو وہ صرف ایک شخص کے لئے نہیں تھا بلکہ مہدی علیہ السلام کی وساطت سے آپ کی جماعت کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلامتی کی یہ دعا پہنچی ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام تو اب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپؑ

کے ماننے والے، آپؐ کے فدائی، آپؐ کی باتوں کو سن کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے والے اور دینِ متین اسلام کو دنیا میں پھیلانے والے تو موجود ہیں اور یہ سب اپنے اپنے رنگ میں اس اجتماعی کوشش میں حصہ لے رہے ہیں جو اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لئے شروع ہے۔ اس لئے جماعت میں سے ہر ایک شخص کی بڑی عزت ہے اور بڑا وقار ہے خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی نگاہ میں۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد آپ ایک دوسرے کو سلام نہ کہیں تو یہ بڑی عجیب بات ہو گی۔ مَیں دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جب بھی راستے میں ایک دوسرے سے ملیں سلام کہیں۔ ہماری فضا کو تو ہمیشہ السلام علیکم اور وعلیکم السلام کی آوازوں سے گونجتے رہنا چاہئے۔"

(خطابات ناصر جلد دوم صفحہ 238)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یہ عادت ایسی ہے جس کو بہت پختہ کر لینا چاہئے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کہیں۔ مجھے یاد ہے قادیان میں تو یہ ایسا رواج تھا کہ ہمارے استاد حافظ صاحب دور سے بھینس کے قدموں کی آواز بھی سنتے تھے تو سلام کہہ دیا کرتے تھے۔ نظر تو آتا نہیں تھا کون ہے مگر چاپ سن کر اس لئے سلام کرنے میں جلدی کرتے تھے کہ پہلے مجھے ثواب مل جائے۔ پس آپ بھی سلام کرنے میں جلدی کیا کریں اور اس کا ثواب حاصل کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے عظیم عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ مورخہ 23 جولائی 1999ء)

پھر حضورؒ کیا کمال اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا فلسفہ بیان فرماتے ہیں۔

"ہر ایک سے اچھی بات کہیں اور سلام کو رواج دیں۔ سلام کو رواج دینا مسلمان کو ہمیشہ اس کی حیثیت کی یاد دہانی کراتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلام کا رواج بہت ہے لیکن سلام کا رواج تو دنیا کی ہر قوم میں ملتا ہے۔ مختلف قسم کے سلام ہیں اور مختلف قسم کے آداب ہیں لیکن اسلام نے ہمیں سلام کا جو پیغام ہمیں سکھایا ہے اس کے ساتھ امن کی ضمانت شامل ہو جاتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں صرف خدا کی طرف سے سلامتی پہنچے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے تم امن میں ہو اور اس حیثیت سے میں خدا سے بھی دعا

کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں امن عطا کرے اور اس کی رحمت بھی تم پر ہو۔ پس مومن سے دوسرا مومن ہی نہیں بلکہ ہر مذہب والا امن میں رہتا ہے اور مومن کا سلام ہر ایک کو امن کی ضمانت دیتا ہے۔ اس ضمانت کے بہت سے تقاضے ہیں۔ آپ کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ نہ آپ کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے عمل سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کی نگاہ سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے لَمس سے کسی کو تکلیف پہنچے بلکہ اس کے برعکس سلام کا اگلا مضمون یہ ہے کہ اس کے دکھوں کو آپ امن میں تبدیل کرنے والے ہوں۔ یہ دونوں پہلو ہیں جو ہر احمدی کے ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئیں۔

سلام کا ایک پہلو یہ ہے کہ مجھ سے تمہیں ضَرر نہیں پہنچے گا یعنی سلام کہنے والا یہ یقین دلاتا ہے کہ میری طرف سے تم امن میں ہو۔ میری طرف سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ دوسرا اسلام کا پہلو یہ ہے کہ تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کروں گا، تمہاری بے قراری کو قرار میں بدلوں گا، جو کچھ مجھ سے ممکن ہے مَیں تمہیں روحانی اور قلبی اور ذہنی سکون پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ پس یہ دوسرا پہلو ایسا ہے کہ جس میں آپ کو اپنے چاروں طرف دیکھتے رہنا چاہیے، ہوشیار رہنا چاہیے۔ کسی بچے کو تکلیف میں دیکھیں تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں، کسی راہ ڈھونڈتے ہوئے کو پریشان دیکھیں تو آگے بڑھ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر اپنی خدمات پیش کریں اور پوچھیں کہ اِسے کیا تکلیف ہے اِسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ محض منفی پہلو اختیار نہ کریں بلکہ مثبت پہلو بھی آگے بڑھ کر اختیار کریں۔ بعض دفعہ بعض غیروں کو جو ہمارے جلسوں میں یا کسی اور موقع پر تشریف لاتے ہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ جس طرح ہمارا اعزاز ہونا چاہیے تھا ویسا اعزاز ہمیں نہیں دیا گیا بعض دفعہ یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہم کسی شخص کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور اس نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو اور کس چیز کی ضرورت ہے، کچھ لوگ گپوں میں مصروف تھے ہم پاس سے گزرے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوئی کہ کون آیا ہے اور کون گیا؟ اور ایسی شکایات بعض دفعہ مختلف ممالک سے بعض غیر مسلم یا غیر احمدی مسلمان لکھ کر بھی مجھے بھیجتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کس نظر سے جماعت کو دیکھا جا رہا ہے اور کیسی کیسی اس سے توقعات کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک پہلو سے جماعت کو ایک عظیم خراج تحسین بھی ہے یعنی جن برائیوں کی اطلاع دی جاتی ہے ان برائیوں میں بھی ایک خراج تحسین پوشیدہ ہے۔“

(خطبہ جمعہ 31/ جولائی 1992ء خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 518-519)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک سوال کہ جب ہم نماز ختم کرتے ہیں تو السّلام علیکم کیوں کہتے ہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"نماز پڑھنے کے بعد آپ زیادہ بہتر (فرمانبردار) بن چکے ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے گویا سب کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم تمہیں سلامتی بھیجتے ہیں اور دائیں اور بائیں سب دنیا کو ہم سلامتی بھیجتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کسی کے خلاف کوئی بدارادہ نہیں باندھنا چاہئے بلکہ دنیا کو امن کا پیغام دینا چاہئے۔ تو یہ نماز میں تربیت ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو۔ واپس دنیا میں آؤ۔ تو سلام لے کر واپس آؤ۔"

(حضورؒ کی اطفال سے ملاقات، ریکارڈ شدہ 10 مئی 2000ء روزنامہ الفضل 9 اپریل 2000ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 7 جون 2003ء کی چلڈرن کلاس میں ربوہ کے اطفال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"ربوہ کے بچے ماشاء اللہ آپ لوگوں کی طرح بہت ہی پیارے بچے ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ احمدیوں کو سلام کو رواج دینا چاہیے یعنی ہر احمدی کو یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ ہر ملنے والے کو سلام کہے اور اس کے لئے حضرت صاحبؓ نے قادیان کی مثال دی تھی کہ وہاں ہر بڑا چھوٹا سلام کہتا تھا اور ایک بہت پیارا اور محبت والا ماحول تھا۔ تو عمومی طور پر حضرت صاحبؓ نے سارے بچوں کو اور بڑوں کو یہ کہا تھا کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کہیں، خوش اخلاقی سے ملیں، لیکن ربوہ کے بچوں کو خاص طور پر کہا تھا کہ وہاں کا ماحول ایسا ہے کہ سلام کی عادت ڈالیں۔ تو ربوہ کے بچوں کے لئے یہی میرا پیغام ہے کہ ربوہ کے ماحول کو ایسا بنا دیں کہ ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آ رہی ہوں، بڑے بھی، چھوٹے بھی، بچے بھی۔ بعض دفعہ بڑوں سے سستیاں ہو جاتی ہیں تو بچے اس کی پابندی کریں کہ انہوں نے بہر حال ہر ایک کو سلام کہنا ہے اور سلام کرنے میں پہل کرنی ہے تو اس طرح ربوہ کے ماحول پر بڑا خوشگوار اثر پڑے گا۔ ان شاء اللہ۔"

(الفضل ربوہ 10 جون 2003ء)

پھر فرمایا۔

”اپنے بچوں کو سلام کہنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یہ تو ٹریننگ کا ایک مستقل حصہ ہے، بچے کو سمجھاتے رہیں کہ وہ سلام کرنے کی عادت ڈالے، گھر سے جب بھی باہر جائے سلام کر کے جائے اور گھر میں جب داخل ہو تو سلام کر کے داخل ہو۔ پھر بچوں کو اس کا مطلب بھی سمجھائیں کہ کیوں سلام کیا جاتا ہے تو بہر حال بچوں، بڑوں سب کو سلام کہنے کی عادت ہونی چاہیے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ستمبر 2004ء)

پھر فرمایا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں۔

”بیان کیا مجھ سے شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے کسی حوالے وغیرہ کا کوئی کام میاں معراج دین صاحب عمر لاہوری اور دوسرے لوگوں کے سپرد کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں میاں معراج دین صاحب چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھ کر بار بار حضرت صاحب سے کچھ دریافت کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے کہ یہ تلاش کرو یا فلاں کتاب بھیجو وغیرہ۔ اسی دوران میں میاں معراج دین صاحب نے ایک پرچی حضرت صاحب کو بھیجی اور حضرت صاحب کو مخاطب کر کے بغیر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھے اپنی بات لکھ دی اور چونکہ بار بار ایسی پرچیاں آتی جاتی تھیں۔ اس لئے جلدی میں ان کی توجہ اس طرف نہ گئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بھی لکھنا چاہیے۔ حضرت صاحب نے جب اندر سے اس کا جواب بھیجا تو اس کے شروع میں لکھا کہ **آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھنا چاہیے تھا۔**

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے مگر اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی تعلیم و تادیب کا کتنا خیال تھا اور نظر غور سے دیکھیں تو یہ بات معمولی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مسلّم سچائی ہے کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں ادب و احترام اور آداب کا خیال نہ رکھا جاوے تو پھر آہستہ آہستہ بڑی باتوں تک اس کا اثر پہنچتا ہے اور دل پر ایک زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے علاوہ ازیں ملاقات کے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا اور خط لکھتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھنا شریعت کا حکم بھی ہے۔

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپ اپنے تمام خطوط میں بِسۡمِ اللّٰہِ اور اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ لکھتے تھے اور خط کے نیچے دستخط کر کے تاریخ بھی ڈالتے تھے۔ مَیں نے کوئی خط آپ کا بغیر بِسۡمِ اللّٰہِ اور سلام اور تاریخ کے نہیں دیکھا اور آپ کو سلام لکھنے کی اتنی عادت تھی کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ ایک دفعہ کسی ہندو مخالف کو خط لکھنے لگے تو خود بخود اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ لکھا گیا۔ جسے آپ نے کاٹ دیا لیکن پھر لکھنے لگے تو پھر سلام لکھا گیا چنانچہ آپ نے دوسری دفعہ اسے پھر کاٹا لیکن جب آپ تیسری دفعہ لکھنے لگے تو پھر ہاتھ اسی طرح چل گیا۔ آخر آپ نے ایک اور کاغذ لے کر ٹھہر ٹھہر کر خط لکھا۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ۔ روایت نمبر 269-270 صفحہ 299)

مولوی مہر دین صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں:

"مَیں ایک روز حسبِ معمول جہلم سبق کے لئے مولوی صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ڈپٹی راجہ جہاں داد خان کی کوٹھی پر گئے ہوئے ہیں۔ مَیں...... ڈپٹی صاحب کی کوٹھی پر پہنچا دروازے پر ان کا نوکر کھڑا تھا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ اندر جو لال داڑھی والا انسان (مولوی برہان الدین صاحب) بیٹھا ہے۔ اس کو جا کر کہہ دو مہر الدین لالہ موسیٰ والا اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ عرض کرتا ہے۔ جواب میں آپ نے پیغام بھیجا کہ اس کو اندر آنے دو۔ مَیں نے وہاں پہنچ کر اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہا۔ راجہ جہاں داد خاں نے کہا کہ یہ بھی احمدی ہے؟ مَیں نے کہا ہاں!...... مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا گاڑی میں کچھ وقت ہے؟ مَیں نے عرض کی پندرہ منٹ ہیں۔ راجہ صاحب نے کہا کہ آج تم نہ جاؤ۔ یہاں ہی رہ جاؤ۔ مَیں نے کہا وجود وقف کر دیا ہوا ہے۔ اس لئے مَیں رہ نہیں سکتا۔ اس جگہ پر ایک سیّد صاحب بھی تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مولوی صاحب سے مناظرہ کر رہے تھے اور راجہ پینڈے خاں صاحب داراپوری بھی موجود تھے۔ سیّد صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے فریب میں آ گئے ہیں...... مولوی صاحب نے کہا جب مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کتاب لکھی۔ مَیں نے اس کتاب کو پڑھا، تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ شخص آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس لئے مَیں اس کو دیکھ آؤں۔ مَیں ان کو دیکھنے کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آپ ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں نے کہا بار بار آنا مشکل ہے اس لئے ہوشیار پور جا کر دیکھ آؤں...... مَیں ہوشیار پور پہنچا۔ پوچھ کر آپ کے مکان پر پہنچا اور دستک دی خادم آیا اور

پوچھا کون ہو؟ مَیں نے کہا برہان الدین جہلم سے حضرت مرزا صاحب کو ملنے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھہرو۔ مَیں اجازت لے لوں۔ جب وہ پوچھنے کے لئے گیا تو مجھے اس وقت فارسی میں الہام ہوا کہ

”جہاں تم نے پہنچنا تھا پہنچ گیا ہے۔ اب یہاں سے نہیں ہٹنا“

خادم کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی مجھے فرصت نہیں۔ ان کو کہہ دیں پھر آئیں۔ خادم نے جب یہ مجھے بتلایا۔ تو مَیں نے کہا مَیں یہاں ہی بیٹھتا ہوں۔ جب فرصت ملے گی تب ہی سہی۔ جب خادم یہ کہنے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت صاحب کو عربی میں الہام ہو کہ ”مہمان آوے تو مہمان نوازی کرنی چاہئے“۔ جس پر حضرت صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ جلدی سے دروازہ کھول دو۔ مَیں جب حاضر ہوا تو حضور بہت خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور فرمایا کہ ابھی مجھے الہام ہوا ہے۔ مَیں نے عرض کی مجھے فارسی میں یہ الہام ہوا ہے کہ اس جگہ سے جانا نہیں۔ مَیں چند دن حضرت کے پاس رہا اور حضرت کے حالات دیکھے کہ تین وقت تک آپ نے کھانا نہیں کھایا اور نماز کے وقت جلدی سے باہر تشریف لاتے اور نماز ہمارے ساتھ ادا کر کے اندر تشریف لے جاتے۔ وہاں مرزا اعظم بیگ ہوشیار پوری مہتمم بندوبست تھا۔ وہ میرا واقف تھا۔ مَیں ان سے ملنے گیا۔ اس نے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیسے آئے؟ تو مَیں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کو دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کون سے مرزا صاحب؟ مَیں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس نے کہا کہ آدمی تو بہت اچھا تھا۔ لیکن خراب ہو گیا۔ مَیں نے کہا کس طرح؟ اس نے کہا کہ بچپن کی حالت میں لڑکوں سے کھیلا نہیں کرتا تھا۔ اس کا والد اس پر ناراض ہی رہتا تھا کہ تم باہر نہیں نکلتے۔ مَیں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا کون سا موقع ہے۔ مَیں نے کہا جس زمانہ کا مَیں واقف نہیں تھا اس کے متعلق تم نے شہادت دے دی کہ آپ بچپن میں ہی نیک تھے اور موجودہ حالت مَیں نے خود دیکھ لی ہے۔“

(بحوالہ ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1995ء صفحہ 26 اور 40 غیر مطبوعہ رجسٹر روایات نمبر 3)

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”حافظ محمد ابراہیم صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں۔ اکثر حضور علیہ السلام، السلام علیکم پہلے کہا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 114)

تو یہ سب کچھ اس محبت کی وجہ سے تھا جو آپؐ کے دل میں اپنے ماننے والوں کے لئے تھی بلکہ کوئی بھی بیٹھا ہو تو آپؐ اس طریقے سے سلام کیا کرتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے اور اسی جذبے کے تحت آپ سلام کو پھیلایا کرتے تھے... پس آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس شعار اسلام کو اتنا رواج دیں کہ یہ احمدی کی پہچان بن جائے۔ اس کے لئے خود بھی کوشش کریں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی کہیں ان دنوں میں، جلسہ کے دنوں میں دعاؤں کے ساتھ جہاں وقت گزار رہے ہوں گے، جلسے کی کارروائی سننے میں جہاں وقت گزار رہے ہوں گے، وہاں ہر ملنے والے کو سلامتی کی بھی دعا دیں تا کہ اس مجمع میں، یہاں جو لوگ اکٹھے ہوئے ہیں ان میں جو دینی اور روحانی حالت کی بہتری کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، یہاں جو آپ آپس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق رشتہ محبت واخوت قائم کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اس رشتے کی مضبوطی کے لئے سلامتی کی دعائیں بھی بھیجیں۔ دنیا میں ہر جگہ احمدی پاک دل کے ساتھ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دینا شروع کر دیں تو بہت جلد اس یکجہتی اور دعاؤں کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ احمدیت کی ترقی کو دیکھیں گے... اس ملک میں رہنے والے ہر احمدی کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے آپ کو اپنے ملک میں رہنے اور کمانے، اپنے حالات بہتر بنانے کی اجازت دی ہے اور ایک احسان کیا ہے کہ بہت سوں کے حالات اپنے ملک میں اتنے اچھے نہیں تھے یہاں کی نسبت تو اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس خوبصورت تعلیم پر عمل کرتے ہوئے جو اسلام نے آپ کو دی ہے، جس کو اس زمانے میں صحیح رنگ میں ہمارے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا ہے۔ اس کو ان لوگوں تک پہنچائیں۔ اسلام سلامتی کا پیغام ہے، ہر احمدی کو اس کو دنیا میں پھیلانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 3/ستمبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِس اہم حکمِ الٰہی پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔1159﴾

تَعَوُّذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ (النحل:99)

یعنی جب تُو قرآن پڑھے تو دھتکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

معزز سامعین! بعض لوگ قرآن کریم کی تمام سورتوں کے آغاز میں تعوّذ پڑھنا لازمی سمجھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سورت النحل میں یہ ہدیت دی ہے کہ جب بھی ہم قرآن کی تلاوت کرنے لگیں تو تعوّذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لیا کریں۔ "نَعُوْذُ بِاللّٰہِ" یعنی ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں تب پڑھنے کا حکم ہے جب کسی ناپسندیدہ بات کا سامنا ہو۔ اس کے علاوہ جن آیات کریمہ میں یہ پڑھنے کا حکم ہے ان میں ایک آیت تو مَیں اوپر پڑھ آیا ہوں۔ اِس کے علاوہ چند آیات نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (الاعراف:201)

یعنی اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وَسوَسہ پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ۔ یقیناً وہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پھر ہدایت ہے کہ

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (حٰمٓ السجدہ:37)

کہ اگر تُجھے شیطان کی طرف سے کوئی بہکا دینے والی بات پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ۔ یقیناً وہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔

وَأَعُوْذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔ (المؤمنون:99)

اور (اس بات سے) مَیں تیری پناہ مانگتا ہوں اے میرے ربّ! کہ وہ میرے قریب پھٹکیں۔

سامعین! کے استفادہ کے لئے وہ روایات بیان کر رہا ہوں جن میں تَعَوُّذ پڑھنے کی ہدایت کی گئی یا سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سند ملتی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر نماز شروع کرتے۔ پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھ کر تین مرتبہ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے۔ پھر فرماتے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْثِهٖ وَنَفْخِهٖ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ هَمْزِهٖ کے معنٰی گلا گھوٹنے کے اور وَنَفْخِهٖ کے معنٰی تکبّر اور وَنَفْثِهٖ کے معنٰی شعر گوئی کے ہیں۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہی معنٰی بیان کئے گئے ہیں اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے ہی تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا اور تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا پڑھتے۔ پھر یہ پڑھتے اَللّٰهُمَّ إِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ۔ ابن ماجہ میں اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصر بھی آئی ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تین مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ آخر تک پڑھتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخص لڑنے جھگڑنے لگے۔ غصّہ کے مارے ایک کے نتھنے پھول گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کہہ لے تو اس کا غصّہ بھی جاتا رہے۔ نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں بھی اسے روایت کیا ہے۔ مسند احمد، ابو داؤد، ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس کی ایک روایت میں اتنی زیادتی اَور بھی ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے اس کے پڑھنے کو کہا لیکن اس نے نہ پڑھا اور اس کا غصّہ بڑھتا ہی گیا۔ استعاذہ کے متعلق اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، یہاں سب کو جمع کرنے سے طول ہو گا۔ ان کے بیان کے لئے اذکار و وظائف فضائل واعمال کے بیان کی کتابیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب سب سے پہلے وحی لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پہلے اَعُوْذُ پڑھنے کا کہا۔ تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پہلے پہل جب جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آئے تو فرمایا اَعُوْذُ پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِسْتَعِذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: کہیے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پھر کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر آن لائن اردو ترجمہ)

حضرت سلیمان بن صردؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی قریب جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ تھا، رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں ایسی بات جانتا ہوں کہ اگر وہ اس بات کو کہے تو اس کی یہ کیفیت جاتی رہے یعنی اگر وہ کہے کہ مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دھتکارے ہوئے شیطان سے تو اس کا غصّہ جاتا رہے گا۔ اس پر لوگوں نے اس جھگڑنے والے شخص کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 846 صفحہ 798)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

”لوگ مذاہب بناتے ہیں کوئی کہتا ہے گدی بن جائے، کسی کو حکومت کا شوق ہوتا ہے، کسی کو دولت جمع کرنے کا خیال۔ غرض مختلف وجوہات ہیں جن سے لوگ دین اختیار کرتے ہوں گے۔ کوئی عیسائی بنتا ہے تو اسے یہ بھی خیال آتا ہو گا کہ میرے ضلع کے ڈپٹی یا میرے صوبہ کے لیفٹیننٹ گورنر یا میرے ملک کے

وائسرائے خوش ہو جائیں گے۔ مگر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہی تعلیم دیتا ہے جس سے خدا کا قرب خدا کی خوشنودی حاصل ہو۔ وہ اپنے پیروؤں کو تعلیم دیتے وقت ارشاد فرماتا ہے کہ شاید تمہارے دل میں کوئی وسوسہ آجائے۔ اس لئے اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لینی چاہئے۔ جن کو محض اپنا مذہب پھیلانے کا شوق ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں داخل ہو خواہ کسی طرح۔ مگر یہاں ارشاد ہے کہ یہ دروازہ عشق الٰہی کا ہے اس میں شیطانی ملونی سے نہ آؤ۔ بلکہ شیطان پر لعنت بھیج کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کر، پھر یہ اَعُوْذُ نہ صرف ابتداء میں ہے بلکہ انتہا میں بھی یہی ارشاد ہوتا ہے کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لو۔ جس سے یہ مراد ہے کہ الٰہی! مَیں نے تیری کتاب کو پڑھا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی قسم کے قصور سرزد ہوئے ہوں۔ اپنی عظمت کا خیال آگیا ہو کہ مَیں صوفی بن جاؤں۔ لوگ مجھے بزرگ کہیں، میرے پاؤں چومیں، پس اپنے رب کی پناہ میں آکر عرض کرتا ہوں کہ محض اسی کی محبت ہو جس کی خاطر میں لوگوں کو اس کی تلقین کروں۔"

(انوارالعلوم جلد اول صفحہ 370)

شیطان سے پناہ کے لئے تَعَوُّذ اور استغفار

سامعین! ایک بچے نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کوئی نیک کام کرنے سے پہلے جب شیطان ہمیں بہکاتا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"تَعَوُّذ اور استغفار پڑھیں، ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 اکتوبر 2020ء)

نماز میں توجہ قائم رکھنے کا طریق

ایک خادم نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ حضور! بعض دفعہ نماز میں توجہ اِدھر اُدھر ہو جاتی ہے پس نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہئے؟۔ فرمایا۔

کیونکہ نماز ادا کرتے ہوئے آپ کی ترجیح نماز نہیں ہوتی اس لیے۔ اس پر حضور نے اس خادم سے استفسار فرمایا کہ آپ کیا سٹڈی کر رہے ہیں؟ موصوف نے جواب دیا۔ مَیں اے لیول کر رہا ہوں۔ اس پر حضور نے

فرمایا۔ کون کون سے SUBJECTS ہیں؟ اس پر موصوف نے جواب دیا کہ آرٹس، میتھ اور کمپیوٹر سائنس۔ فرمایا: بعض دفعہ آپ کی توجہ بٹ جاتی ہے اور آپ کمپیوٹر سائنس کے کسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ یا بعض دفعہ آپ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ کس طرح ریاضی کے اس فارمولہ کو سیکھا جائے یا پھر اس سوال کو کیسے حل کیا جائے۔ بعض دفعہ آپ ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آپ کے ذہن میں اس ڈرامے کا کوئی کریکٹر آجاتا ہے کہ وہ یہ کر رہا ہے یا یہ کر رہا ہے۔ تو یہ چیزیں ہیں جو نماز میں آپ کی توجہ کو کسی اور طرف بٹا دیتی ہیں اور آپ نماز میں توجہ نہیں کر رہے ہوتے۔ تو جب آپ نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھ رہے ہوں تو ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کا بار بار ورد کرنا چاہیے۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھیں۔ اور اگر آپ باجماعت نماز ادا کر رہے ہیں تو۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھیں اور اس کے بعد جو امام پڑھ رہا ہو اس پر فوکس کریں۔ اور جب آپ اکیلے نماز ادا کر رہے ہوں، سنت ادا کر رہے ہوں یا گھر میں (انفرادی) نماز ادا کر رہے ہوں تو آپ۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ''، ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' اور ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' پڑھیں۔ اور جس جگہ بھی آپ کو پتا چلے کہ آپ کی توجہ بٹ رہی ہے تو ان ذکر کو پڑھیں اور پھر وہیں سے شروع کر دیں۔ مثلاً آپ سورۃ الفاتحہ میں ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' ادا کرنے کے بعد (آپ کی توجہ) کمپیوٹر کے کسی مسئلہ کو حل کرنے یا میتھ کا سوال حل کرنے یا پھر ڈرامے کے کسی کریکٹر کی طرف چلی گئی ہو تو پھر۔ '' اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' اور ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' پڑھیں اور دوبارہ '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' سے شروع کریں اور بار بار اس طرح کرتے چلے جائیں اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں۔ خدا تعالیٰ بھی مدد فرمائے گا۔ یہ ایک مسلسل کوشش ہو گی تو پھر کچھ عرصے بعد جب آپ کافی ٹرین ہو جائیں گے تو (ان شاء اللہ) پھر آپ کی توجہ نہیں بٹے گی۔

(ملاقات خدام الاحمدیہ Midlands ریجن، منعقدہ 10 ستمبر 2020ء)

لغویات سے بچاؤ کے لئے تَعَوُّذ اور لَاحَوْلَ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 'قولِ سدید' کے قرآنی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''پھر سچائی کے معیار کے حصول کی نصیحت کے ساتھ مزید تاکید یہ فرمائی کہ جن مجالس میں سچائی کی باتیں نہ ہوں، گھٹیا اور لغو باتیں ہوں ان سے فوراً اٹھ جاؤ۔ جہاں خدا تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف باتیں ہوں ان مجالس میں نہ جاؤ۔ اب یہ گھٹیا اور لغو باتیں اس زمانے میں بعض دفعہ لاشعوری طور پر گھروں کی مجلسوں میں یا اپنی مجلسوں میں بھی ہو رہی ہوتی ہیں۔ نظام کے خلاف بات ہوتی ہے۔ کئی دفعہ مَیں کہہ چکا ہوں کہ عہدیداروں کے خلاف اگر باتیں ہیں، اگر نیچے اُس پر اصلاح نہیں ہو رہی تو مجھ تک پہنچائیں۔ لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر جب وہ باتیں کرتے ہیں تو وہ لغو باتیں بن جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے اصلاح نہیں ہوتی۔ اُس میں فتنہ اور فساد اور جھگڑے مزید پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اس زمانے میں ٹی وی پر گندی فلمیں ہیں۔ انٹرنیٹ پر انتہائی گندی اور غلیظ فلمیں ہیں۔ ڈانس اور گانے وغیرہ ہیں۔ بعض انڈین فلموں میں ایسے گانے ہیں جن میں دیوی دیوتاؤں کے نام پر مانگا جا رہا ہوتا ہے، یا اُن کی بڑائی بیان کی جا رہی ہوتی ہے جس سے ایک اور سب سے بڑے اور طاقتور خدا کی نفی ہو رہی ہوتی ہے۔ یا یہ اظہار ہو رہا ہو کہ یہ دیوی دیوتا جو ہیں، بت جو ہیں، یہ خدا تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ بھی لغویات ہیں، شرک ہیں۔ شرک اور جھوٹ ایک چیز ہے۔ ایسے گانوں کو بھی نہیں سننا چاہئے۔

پس شیطان کے حملے سے بچنے کے لیے اپنی بھرپور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسن قول ضروری ہے۔ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر دعا بھی اللہ تعالیٰ نے سکھائی کہ قرآنِ کریم کی آخری دو سورتیں جو ہیں جس میں شیطان کے ہر قسم کے حملوں سے بچنے کی دعا ہے۔ پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔ (حٰمٓ السجدۃ:37)

اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی بہکا دینے والی بات پہنچی ہے، ایسی باتیں شیطان پہنچائے جو احسن قول کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی بہت زیادہ دعا کرو۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ پڑھو۔ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھو۔

اللہ تعالیٰ یہ امید دلاتا ہے جو سننے والا اور جاننے والا ہے کہ اگر نیک نیتی سے دعائیں کی گئی ہیں تو یقیناً وہ سنتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 18/ اکتوبر 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

﴾4﴿ ﴾مشاہدات۔1160﴿

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کی برکات

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّہٗ مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ (النمل:31)

یقیناً وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بِن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ... اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے قرآن کریم کی ہر سورۃ کا آغاز سوائے سورۃ توبہ کے اِنہی بابرکت کلمات سے ہوتا ہے۔ نیز سورۃ نمل میں یہ کلمات دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ سورۃ کے آغاز میں اور ایک دفعہ اس سورۃ میں جہاں اُس خط کا ذکر ہے جو حضرت سلمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو لکھا۔ اس خط کا آغاز بھی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے ہوا ہے۔ احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن خطوط کا ذکر ملتا ہے ان کا آغاز بھی انہی بابرکت کلمات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، مِنۡ مُّحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ إِلٰی ھِرَقۡلَ عَظِیۡمِ الرُّوۡمِ، سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی، أَمَّا بَعۡدُ، فَإِنِّیۡ أَدۡعُوۡکَ بِدِعَایَۃِ الۡإِسۡلَامِ أَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ یُؤۡتِکَ اللّٰہُ أَجۡرَکَ مَرَّتَیۡنِ، فَإِنۡ تَوَلَّیۡتَ فَإِنَّ

عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ، وَيَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ

(صحیح بخاری، باب بدء الوحی)

یعنی اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ خط ہے شاہ روم کے لئے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے بعد مَیں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو دین و دنیا میں سلامتی نصیب ہو گی۔ اللہ آپ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر آپ میری دعوت سے روگردانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ ہی پر ہو گا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب اس بات سے منہ پھیر لیں تو مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم مانو یا نہ مانو ہم تو ایک اللہ کے اطاعت گزار ہیں۔

کھانا کھانے یا کوئی چیز پیتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہِ... پڑھنا

سامعین! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھے۔ اگر شروع میں بھول جائے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ پڑھ لے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 541 صفحہ 521)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھاتے یا کوئی مشروب پیتے ہوئے بھی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کا ارشاد فرمایا جیسے کہ احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اُس نے اُسے دو لقموں میں کھا لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سنو، اگر یہ شخص بِسْمِ اللّٰہِ کہہ لیتا، تو یہی کھانا تم سب کے لیے

کافی ہوتا، لہٰذا تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو چاہئے کہ وہ بِسۡمِ اللّٰہِ کہے، اگر وہ شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ کہنا بھول جائے تو یوں کہے: بِسۡمِ اللّٰہِ فِیۡۤ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی ذکر ہے۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپؐ کے پاس کھانا رکھا تھا، آپؐ نے فرمایا: بیٹے! قریب ہو جاؤ، بسم اللہ پڑھو اور اپنے داہنے ہاتھ سے اور جو تمہارے قریب ہے اسے کھاؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الاطعمہ)

وضو کرتے ہوئے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے وقت بھی بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لَا وُضُوۡءَ لِمَنۡ لَّمۡ یَذۡکُرِ اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ

(جامع ترمذی، کتاب الطہارہ)

یعنی جو بِسۡمِ اللّٰہِ کر کے وضو شروع نہ کرے اس کا وضو نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قابل قدر اور سنجیدہ کام اگر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص رہتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قابل قدر گفتگو (اور تقریر وغیرہ) اگر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بغیر شروع کی جائے تو وہ برکت سے خالی اور بے اثر ہوتی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 20 صفحہ 43)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ کام جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 21 صفحہ 43)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضورؐ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا جسے آپؐ نے ذبح کیا۔ ذبح کرتے وقت آپؐ نے یہ الفاظ کہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اے میرے خدا! یہ قربانی میری طرف سے اور میری امّت کے لوگوں کی طرف سے، جو قربانی نہیں کرسکتے، قبول فرما۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 297 صفحہ 337)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ! کچھ لوگ جو کفر سے نئے نئے نکلے ہیں ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں علم نہیں کہ انہوں نے جانور کو ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی بھی یا نہیں۔ کیا ہم گوشت کھا سکتے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم خود اس پر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لو اور بخوشی کھاؤ۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 537 صفحہ 517)

حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ گاؤں والے ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تھا یا نہیں تو ایسے گوشت کو ہم کیا کریں؟ حضورؐ نے فرمایا اس پر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لو پھر اس گوشت کو کھالو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 538 صفحہ 518)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پنیر لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ کہاں کا تیار شدہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ فارس کا یعنی مجوسیوں کا بنایا ہوا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اس میں حرام چیز ملائی جاتی ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ کرید کی ضرورت نہیں بِسْمِ اللّٰہ پڑھو اور کاٹ کر کھاؤ۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 539 صفحہ 518-519)

امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ غزوہ تبوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عیسائیوں کا بنایا ہوا پنیر پیش کیا گیا۔ اس کے متعلق یہ بھی خیال تھا کہ یہ مجوسیوں کا بنایا ہوا

تھا۔ آپؐ نے کسی چھان بین کے بغیر چُھری منگوائی اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اُسے کاٹا اور استعمال فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکّہ کے موقع پر پنیر پیش کیا گیا تو آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اہلِ عجم اس کو تیار کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ چُھری سے کاٹ کر اسے استعمال کر سکتے ہو۔ (یعنی کسی چھان بین کی ضرورت نہیں)

ایک اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ سنتے ہیں کہ اس کے بنانے میں مُردار کی چربی استعمال ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ چھان بین کی ضرورت نہیں۔ چُھری سے کاٹو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھالو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 540 صفحہ 520)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھے۔ اگر شروع میں بھول جائے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 541 صفحہ 521)

لڑکے کی بِسْمِ اللّٰہِ

سامعین! ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بذریعہ تحریر عرض کی کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ جب بچے کو بِسْمِ اللّٰہِ کرائی جاوے تو بچے کو تعلیم دینے والے مولوی کو ایک عدد تختی چاندی یا سونے کی اور قلم و دوات چاندی یا سونے کی دی جاتی ہے۔ اگرچہ مَیں ایک غریب آدمی ہوں مگر چاہتا ہوں کہ یہ اشیاء اپنے بچے کی بِسْمِ اللّٰہِ پر آپ کی خدمت میں ارسال کروں۔

حضورؑ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

”تختی اور قلم و دوات سونے یا چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے اور باوجود غربت کے اور کم جائیداد ہونے کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 348-349 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضورؑ فرماتے ہیں۔

”یہودی بھی تو ایسے ہی کام کرتے تھے کہ اپنی رائے سے اپنی تفسیروں میں بعض آیات کے معنے کرنے کے وقت بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو مؤخر کر دیتے تھے جن کی نسبت قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے کہ: یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (المائدہ:14) ان کی تحریف ہمیشہ لفظی نہیں تھی بلکہ معنوی بھی تھی۔ سو ایسی تحریفوں سے ہر یک مسلمان کو ڈرنا چاہیے۔ اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بِسۡمِ اللّٰہِ وہ دکھلائیے!“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 102)

ہر کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھیں

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنی چاہئے اور ہر ایک سورۃ کے شروع میں یہ آیت نازل فرما کر انسان پر یہ لازم کر دیا کہ ابتدا اسی آیت سے ہو۔ پھر حدیث کے ذریعہ ہر ایک بڑے کام سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہوا۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ مَیں یہ کام اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا اور کوئی گندی اور ناپاک ناجائز خواہشات کو دل میں چھپائے ہوئے شروع نہیں کرتا بلکہ مَیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اسی پر بھروسہ کرکے اور اسی سے اس بات کی مدد مانگتے ہوئے کہ وہ مجھے ہر ایک قسم کی بدنیتوں اور شرارتوں سے بچائے، شروع کرتا ہوں۔“

(انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 120)

آنحضورؐ کے سفر طائف کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں۔

”آپؐ کا دل ان زخموں کی وجہ سے بھی بوجھل تھا جو طائف کے اوباشوں کے پتھراؤ کی وجہ سے آپ کے جسم پر پڑ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہی کفارِ مکہ کے دلوں کو آپ کے لئے نرم کر دیا جو ہمیشہ آپ کو تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ عتبہ اور شیبہ اُس وقت اپنے باغ میں موجود تھے اور انہوں نے دور سے آپ کی ساری حالت دیکھ لی تھی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ آپ سخت زخمی حالت میں ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھے ہیں تو ان کے دلوں میں دور و نزدیک کی رشتہ داری کا یا کچھ قومی احساس پیدا ہوا اور انہوں نے انگور

کے کچھ خوشے توڑ کر ایک طشت میں رکھے اور اپنے ایک عیسائی غلام کے ہاتھ آپ کے لئے بھیجے۔ وہ غلام مذہباً عیسائی تھا اس نے طشت لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر انگور کھانے شروع کئے یہ دیکھ کر عیسائی غلام سخت حیران ہوا اور آپ سے کہنے لگا آپ مکہ کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ کہنے لگا آپ نے پھر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہاں سے سیکھی ہے؟ آپ نے فرمایا میں بے شک مکہ کا رہنے والا ہوں مگر میں خدائے واحد کو ماننے والا ہوں۔“

(انوار العلوم جلد 19 صفحہ 154-155)

بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر پینا

حضرت مصلح موعودؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور اصحاب الصفہ کو دودھ پلانے والی روایت یوں بیان فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو ہریرہ! مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ فرمایا۔ یہ پیالہ لو اور ان کو پلاؤ۔ مَیں نے پیالہ لیا اور اس طرح تقسیم کرنا شروع کیا کہ پہلے ایک آدمی کو دیتا جب وہ پی لیتا اور سیر ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا پھر مَیں دوسرے کو دیتا جب وہ سیر ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا۔ اسی طرح باری باری سب کو پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب پی چکے اور سب سے آخر میں مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ دیا۔ آپؐ نے پیالہ لے لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ ابو ہریرہ! عرض کیا یا رسول اللہؐ! حاضر ہوں۔ حکم فرمایا اب تو تم اور مَیں رہ گئے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! درست ہے۔ فرمایا۔ اچھا تو بیٹھ جاؤ اور پیو۔ پس مَیں بیٹھ گیا اور مَیں نے دودھ پیا جب پی چکا تو فرمایا کہ اَور پیو۔ مَیں نے اَور پیا۔ پھر فرمایا اَور پیو۔ اور اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آخر مجھے کہنا پڑا کہ خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب تو اس دودھ کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا۔ اس پر فرمایا کہ اچھا تو مجھے دے دو۔ مَیں نے وہ پیالہ آپؐ کو پکڑا دیا۔ آپؐ نے خدا تعالیٰ کی تعریف کی اور بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھی اور باقی بچا ہوا دودھ پی لیا۔“

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 617)

پھر حضرت مصلح موعودؓ، بِسۡمِ اللّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکۡبَرُ پڑھنے کا کمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جنگ احزاب کے موقع کے متعلق روایت آتی ہے کہ ایک پتھر نہیں ٹوٹتا تھا۔ صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آکر عرض کیا کہ ایک پتھر نہیں ٹوٹتا۔ آپؐ تشریف لائے......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسۡمِ اللّٰہِ کہہ کر کدال اپنے ہاتھ میں لی اور اُسے زور سے پتھر پر مارا تو اس میں سے آگ کا ایک شعلہ نکلا اور پتھر کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکۡبَرُ مجھے حکومت شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! مَیں اس کے سرخ محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کدال کو پتھر پر مارا تو پھر اس میں سے شعلہ نکلا اور پتھر کا ایک اور حصہ ٹوٹ گیا۔ اس پر پھر آپؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ مجھے ایران کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! مَیں مدائن کے سفید محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے تیسری دفعہ کدال ماری جس سے پھر اس میں سے ایک شعلہ نکلا اور باقی پتھر بھی ٹوٹ گیا۔ اس پر آپؐ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ مجھے یمن کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں۔"

(الفضل 21/فروری 1933ء)

روزمرہ کے اسلامی آداب اور اذکار پڑھنے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم کی تلاوت کی علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک قسم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی تو جانور حرام ہو جائے گا اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت وسیع کیا ہے۔ یعنی آپؐ نے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔ یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تاکہ اس کام میں برکت ہو اور

جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھا جائے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔

غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہو گی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق خوشخبری سنے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمَانِ کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی

پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔

ان دو ذکروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہو گا۔ ایک تلاوت کا اور دوسرے ذکر کا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 503-504)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴾5﴿ ﴾مشاہدات۔1161﴿

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کی برکات

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّہٗ مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ (النمل:31)

یقیناً وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بِن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہر گز
اگر لولوئے عماں ہے و گر لعل بدخشاں ہے

معزز سامعین! مَیں کل بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے پڑھنے کی اہمیت اَور برکات کا ذکر اپنی گفتگو میں کر رہا تھا۔ لیکن وقت محدود ہونے کی وجہ سے مَیں اپنی تقریر مکمل نہیں کر پایا تھا۔ اس لئے آج مَیں اس حوالہ سے حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ نے جو بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کی اہمیت بیان فرمائی وہ بیان کرتا ہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

”یہ بچے کا حق ہے ماں باپ کے اوپر کہ اس کو ایک تو یہ سکھایا جائے کہ جو سامنے ہے وہی کھائے اور ہر طرف کھانے میں ہاتھ نہ مارتا پھرے اور دوسرے ہمیشہ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ یہ بِسۡمِ اللّٰہِ کی عادت اگر بچپن میں نہ ڈالی جائے تو پھر بعد میں پڑنی بہت مشکل ہے۔ اس لئے بچپن ہی سے بِسۡمِ اللّٰہِ کی عادت ڈالنا یہ بہت ہی ضروری ہے اور ’اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا‘۔ کہتے ہیں۔ مَیں نے اس نصیحت کو پلے باندھ لیا اور ساری عمر پھر کبھی پلیٹ میں اِدھر اُدھر ہاتھ نہیں دوڑائے اور جو میرے سامنے ہوتا تھا وہی کھاتا تھا اور دائیں ہاتھ سے کھاتا تھا اور بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھاتا تھا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ

بِسْمِ اللّٰہِ سے کھانا حلال ہو جائے گا بلکہ محض اللہ کو یاد کرنا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہمیں یہ سب کچھ عطا ہوا ہے، اس کی نعمتیں ہیں۔ بعض لوگوں کو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ وہ شراب پر بھی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لیتے ہیں۔ تو شراب ان کی بِسْمِ اللّٰہِ سے مسلمان نہیں ہو سکتی نہ اس بِسْمِ اللّٰہِ کا ان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے بلکہ گستاخی ہے یہ بِسْمِ اللّٰہِ۔ کئی دفعہ سیاسی لوگوں سے مجھے واسطہ پڑا ہے بچپن میں، جوانی میں اور مَیں نے خود دیکھا ہے کہ ایک صاحب کو، اب اس کا نام بتانا مناسب نہیں وہ اپنے لیڈر کو کہہ رہا تھا، وہ اس کو شراب پیش کر رہا تھا۔ وہ اس کو کہہ رہا تھا سائیں بِسْمِ اللّٰہِ کرو، بِسْمِ اللّٰہِ کرو۔ کہ پہلے تم بِسْمِ اللّٰہِ کرو، شروع کرو پھر مَیں بھی شروع کرتا ہوں۔ اب جو مرضی بزرگ بنتے پھریں مَیں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ مَیں صحیح بیان کر رہا ہوں۔"

(خطبات طاہر جلد 19۔ خطبہ جمعہ 11 فروری 2000ء)

پھر حضورؒ فرماتے ہیں کہ

"حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھے اور اگر شروع میں بھول جائے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰہِ فِیْٓ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ پڑھے۔ (جامع ترمذی، ابواب الاطعمہ باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام حدیث نمبر 858) تو بِسْمِ اللّٰہِ کی عادت بھی بچپن ہی سے ڈالی جائے تو پڑتی ہے۔ ورنہ بڑے ہو کر بسا اوقات لوگ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا بھول جاتے ہیں اور اگر کھاتے وقت یاد آجائے تو پھر یہ ضرور پڑھنا بِسْمِ اللّٰہِ فِیْٓ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ۔ اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مَیں کھانا کھاتا ہوں۔ اس سے پہلے بھی جب کھانا شروع کیا تھا تیرے ہی نام سے کھانا کھایا تھا اور کھانا ختم ہونے پر بھی تیرا ہی بابرکت نام لیتا ہوں۔

صحیح مسلم کتاب الاشربہ میں وَہَب بن کَیْسَان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ابو سلمہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھا۔ میرا ہاتھ پلیٹ میں اِدھر اُدھر جاتا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچے اللہ کا نام لو (بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو) اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ (ہر طرف ہاتھ نہ دوڑاتے پھرو)۔"

(خطبہ جمعہ 19 مئی 2000ء از خطبات طاہر جلد 19 صفحہ 316)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ ایک ملاقات کے پروگرام میں ایک سائل نے سوال کیا۔

سائل: حضور! جماعت احمدیہ میں ہر سورۃ سے پہلے جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔

حضور: جماعت احمدیہ میں یہ ہے صرف۔

سائل: غیر احمدیوں میں نہیں ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو وہ پہلی آیت نہیں تصور کرتے۔

حضور: یہ کہیں نا پھر۔ یہ کیوں کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔

سائل: ہر سورۃ کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔

حضور: ہر قرآن کریم میں خواہ وہ احمدیوں کا ہو خواہ غیر احمدیوں کا ہو۔ ہر ایک میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ صرف احمدیوں کے قرآن کریم میں ہوتی ہے۔ باقی جگہ نہیں ہوتی۔ صرف شمار کی بات ہے۔ یہ کہیں کہ جماعت احمدیہ بِسۡمِ اللّٰہِ کو پہلی آیت کیوں شمار کرتی ہے۔

سائل: جی حضور! میرا یہ سوال نہیں۔ سوال یہ کہ جب امام تلاوت کرتا ہے تو وہ پہلی آیت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو جہری طور پر نہیں پڑھتا۔

حضور: یہ جو مسئلہ ہے آئمہ فقہ کے اختلاف سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت امام شافعی اونچی آواز میں پڑھتے تھے۔ اس لئے تمام عرب جو اکثر شافعی ہیں ان کو آپ دیکھیں گے۔ ان سب سے پوچھیں یہ سب بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھتے ہیں وہاں۔ اونچی آواز میں۔ صرف امام ابو حنیفہ اَور بعض اَور نے اونچی آواز میں نہیں پڑھا اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کو شمار نہیں کرتے حصہ بلکہ اس لئے نہیں پڑھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کا جہر کرنا ضروری نہیں کیونکہ یہ ایسا لازمی حصہ ہے۔ کہ for granted ہے۔ سمجھ گئے ہیں۔ مَیں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اگر بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھی جائے تو اچھی بات ہے۔ لیکن چونکہ جماعت کا ایک مسلک چلا آرہا ہے اس میں تبدیلی مناسب نہیں سمجھتا مَیں۔ کیونکہ دل میں پڑھ لیتے ہو تو ہو جاتا ہے۔ صرف جہر کا مسئلہ ہے چھوٹا سا...... عموماً رائج مسلک یہ تھا کہ اگر قرآن کریم کی تلاوت بیچ میں شروع کی جائے بِسۡمِ اللّٰہِ نہ پڑھو۔ سمجھے ہیں۔ اس لئے وہاں بِسۡمِ اللّٰہِ نہیں پڑھی جاتی تھی۔ لیکن یہ کہ کسی سورت کی شروع ہی سے تلاوت ہو رہی ہو اور بِسۡمِ اللّٰہِ نہ پڑھی گئی ہو یہ الگ مسئلہ ہے...... تو یہ چھوٹی چھوٹی الجھنیں ہیں جن کے نتیجے میں فروعی

مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ اگر تمام آئمہ کو قطعی طور پر یہ روایت پہنچی ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سورتوں کا آغاز کرتے ہوئے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھا کرتے تھے یا سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ اونچی آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ مسئلہ ہی نہ کھڑا ہوتا۔

(ملاقات پروگرام مؤرخہ 16-06-1995 صفحہ 123-122)

پھر ایک اَور موقع پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو بالجہر پڑھنے کے حوالہ سے حضورؒ کی خدمت میں سوال ہو کہ ہماری جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جو ہے ہر سورت کی پہلی آیت گنی جاتی ہے۔ لیکن نماز میں سورت فاتحہ سے پہلے یہ نہیں پڑھی جاتی۔

حضور: پڑھی جاتی ہے۔

سائل: حضور بالجہر میں۔

حضور: ہاں اونچی آواز میں نہیں پڑھی جاتی۔ لیکن پڑھی جاتی ہے مگر وجہ یہی ہے جو مَیں بیان کر رہا ہوں کہ بعض مسالک ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ ہم نے ورثے میں پائے ہیں۔ اس لئے جو شافعی ہیں وہ پڑھتے ہیں انہوں نے نسلاً بعد نسلٍ یہی ورثہ میں پایا ہے جب وہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں تو بالجہر بِسۡمِ اللّٰہِ بھی پڑھتے ہیں لیکن ہم نے احناف میں جنم لیا ہے اور اکثر ہندوستان پر اور ترکی پر احناف کا غلبہ ہے۔ اس لئے ان کا طریق ہم نے اپنا لیا ہے۔ کہ بِسۡمِ اللّٰہِ خاموش پڑھو اور باقی اونچی پڑھو۔ غالباً ہو سکتا ہے یہ مسلک ان کا ہو کہ یہ ایسی لازمی چیز ہے کہ یہ گویا کہ Understood ہے ان معنوں میں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے ہر دوسری سورت کے مضمون میں تبدیلی ہو گی بِسۡمِ اللّٰہِ وہی کی وہی رہے گی۔ شائد اس لئے انہوں نے نہ کی ہو بس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تلاوت فرماتے ہوں تو شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ کو الگ اور ممتاز کرنے کے لئے نسبتاً ہلکی آواز میں پڑھتے ہوں اور پھر باقی سورت یا آیات کی تلاوت پوری طرح جہر سے کرتے ہوں۔ یعنی بعید نہیں مَیں امکان بتا رہا ہوں اور یہ آواز جو ہے اگر ہلکی پڑھی جائے شروع میں اور باقی سورت اونچی تو پچھلی صفوں والوں کو پہلی بِسۡمِ اللّٰہِ کی آواز نہیں پہنچے گی۔ بلکہ یہ پہنچے گی۔ یہ مَیں وجہ جواز سوچ رہا ہوں کیوں آخر اتنے بڑے مسلک کے علماء اور بزرگ فقہاء نے اس بات کو قبول کر لیا ہے جبکہ وہ روایات کی خوب چھان بین کیا کرتے تھے اور چونکہ ایک بڑے مسلک کے علماء نے اس کو

قبول نہیں کیا بِسۡمِ اللّٰہِ خاموشی سے پڑھنے کو اس لئے لازماً وہ اونچی آواز سے بھی سنتے ہوں گے۔ تو دو مختلف راوی لازماً موجود ہیں۔ ایک رواۃ کا سلسلہ ہے جس نے کہا ہم نے تو کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بِسۡمِ اللّٰہِ اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا اور یہی ہمارا مؤقف چلا آرہا ہے اور ایک حصہ نے کہا ہم نے تو سنا اور ہمیشہ سے ہمارا یہی مؤقف چلا آرہا ہے تو اب اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسے گروہوں میں ہوں کہ ایک دوسرے کی تکذیب کر رہے ہوں اور ناواجب ایک مسلک دنیا کے سامنے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ مسئلہ ایسا ہے ہی نہیں جس پر تعصّبات کا اثر ہو اس لئے جو حل مَیں نے سوچا ہے وہ یہ مجھے دکھائی دیا ہے کہ بسا اوقات باہر سے آنے والے ذرا پیچھے آتے ہیں اور ان کی روایات میں ہم نے کس طرح دیکھا نماز پڑھتے ہوئے۔ یہ بات ہو سکتی ہے نمایاں طور پر کہ بِسۡمِ اللّٰہِ اونچی آواز سے نہیں پڑھی تھی مگر سورۃ فاتحہ اونچی آواز سے پڑھی تھی باقی سورۃ فاتحہ۔ اب رہا معاملہ ان بزرگ صحابہ کا جو اکثر پہلی صف میں ہوتے تھے اور قریب ہوتے تھے۔ ان کے ہاں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے یہ بات روزمرہ کی اتنی تھی کہ حدیث میں اہمیت کے لئے بیان کرنے کی ضرورت ہی کبھی نہیں پڑی ان کی خاموشی جو ہے ممد ہو گئی ہے ان دو گروہوں کے پیدا ہونے میں ورنہ اگر ان کبار صحابہ کی قطعی روایات ہوتیں۔ تو کبھی ہو نہیں سکتا تھا کہ ایسے دو الگ الگ مسلک پیدا ہوتے۔

(ملاقات پروگرام مؤرخہ 5 اپریل 1996ء)

سامعین! پھر سوال ہوا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ سورۃ کا حصہ ہے مگر نماز میں اس کی بالجہر قرأت نہیں کی جاتی۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

حضور: یہ دو School of thoughts ہیں دو مکتبہ فکر ہیں۔ بعض بِسۡمِ اللّٰہِ کی تلاوت نہیں کرتے اور بعض بِسۡمِ اللّٰہِ کی تلاوت کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ وغیرہ لیکن حنفی بِسۡمِ اللّٰہِ کی تلاوت اونچی آواز میں نہیں کرتے۔ تو جماعت احمدیہ کا عقیدہ یہ ہے دونوں میں سے جو بھی کر لو دونوں جائز ہیں۔ لیکن ہم نے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ عادت بطور ورثہ میں پائی جاتی ہے ہم اس کو اپناتے ہیں لیکن دل میں

ضرور پڑھتے ہیں ہر سورۃ کے آغاز میں۔ اگر وہ آغاز سے شروع کی جاتی ہے تو ہم دل میں لازماً بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھتے ہیں۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ مجلس سوال و جواب 11 اگست، 2000ء)

سوال: کیا بِسۡمِ اللّٰہِ کو ہر آیت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے نماز میں؟

حضور: بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا ضروری ہے مگر دل میں۔ مگر بالجہر پڑھنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اس پر فقہاء کا اختلاف ہے۔ شافعی بالجہر پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ اکثر عرب احمدی بھی ہوئے ہیں تو پہلے نماز کی امامت کرواتے ہیں بِسۡمِ اللّٰہِ سے ہی شروع کرتے ہیں اور کبھی ہم نے ان کو روکا بھی نہیں۔ کیوں کہ ایسا مسئلہ ہی نہیں جسے اصرار کے ساتھ نافذ کیا جائے۔

دو امکانات ہیں اور دونوں ہی جماعت احمدیہ میں رائج رہے ہیں لیکن چونکہ حنفی فقہ کو باقی فقہ پر فوقیت بخشی اس لئے جماعت احمدیہ کا مسلک اس فقہ پر چلا آرہا ہے اور حنفی بِسۡمِ اللّٰہِ نہیں پڑھتے، بالجہر نہیں پڑھتے اور دوسرے جو پڑھتے ہیں اُن پر اعتراض بھی کبھی نہیں کیا۔ اس میں اختلاف نہیں ہے کوئی پڑھے تو کہے کہ تیری نماز خراب ہوگئی۔ میرے ماموں ولی اللہ شاہ صاحب وہ چونکہ رہے تھے کافی عرصہ عربوں میں جا کر تو اُن کی عادت تھی بِسۡمِ اللّٰہِ بالجہر پڑھنے کی اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس علم کے باوجود ان کو بار بار امام الصّلوٰۃ مقرر فرمایا۔ جمعہ پڑھاتے تھے اور کبھی ایک صحابی نے بھی اُن پر اعتراض نہیں کیا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ بالجہر کیوں پڑھتے ہیں۔ ان مسائل کو ہم ایک دوسرے سے لڑنے اور پھوٹ ڈالنے کا ذریعہ نہیں بنائیں۔ ایک انسان سچے دل سے سمجھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہوگا وہ کرتا رہے دونوں ہی مبارک ہیں ان کے لئے لیکن جماعت کے ایک شخص کے اوپر جو چیز اب رائج ہو چکی ہے وہ بھی ہے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ اونچی آواز میں تلاوت نہیں کی جاتی مگر آج بھی کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ مجلس سوال و جواب مؤرخہ 9 اپریل 1997ء)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے استعمال کے حوالے سے حضرت مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں۔

”بیان کیا مجھ سے شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے کسی حوالے وغیرہ کا کوئی کام میاں معراج دین صاحب عمر لاہوری اور دوسرے لوگوں کے سپرد کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں میاں معراج دین صاحب چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھ کر بار بار حضرت صاحب سے کچھ دریافت کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے کہ یہ تلاش کرو یا فلاں کتاب بھیجو وغیرہ۔ اسی دوران میں میاں معراج دین صاحب نے ایک پرچی حضرت صاحب کو بھیجی اور حضرت صاحب کو مخاطب کر کے بغیر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھے اپنی بات لکھ دی اور چونکہ بار بار ایسی پرچیاں آتی جاتی تھیں۔ اس لئے جلدی میں ان کی توجہ اس طرف نہ گئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بھی لکھنا چاہیے حضرت صاحب نے جب اندر سے اس کا جواب بھیجا تو اس کے شروع میں لکھا کہ **آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھنا چاہیے تھا۔**

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے مگر اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی تعلیم و تادیب کا کتنا خیال تھا اور نظر غور سے دیکھیں تو یہ بات معمولی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مسلّم سچائی ہے کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں ادب و احترام اور آداب کا خیال نہ رکھا جاوے تو پھر آہستہ آہستہ بڑی باتوں تک اس کا اثر پہنچتا ہے اور دل پر ایک زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے علاوہ ازیں ملاقات کے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا اور خط لکھتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھنا شریعت کا حکم بھی ہے۔“

”نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپ اپنے تمام خطوط میں بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھتے تھے اور خط کے نیچے دستخط کر کے تاریخ بھی ڈالتے تھے۔ مَیں نے کوئی خط آپ کا بغیر بِسْمِ اللّٰہِ اور سلام اور تاریخ کے نہیں دیکھا اور آپ کو سلام لکھنے کی اتنی عادت تھی کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ ایک دفعہ کسی ہندو مخالف کو خط لکھنے لگے تو خود بخود اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھا گیا۔ جسے آپ نے کاٹ دیا لیکن پھر لکھنے لگے تو پھر سلام لکھا گیا چنانچہ آپ نے دوسری دفعہ اسے پھر کاٹا لیکن جب آپ

تیسری دفعہ لکھنے لگے تو پھر ہاتھ اسی طرح چل گیا۔ آخر آپ نے ایک اور کاغذ لے کر ٹھہر ٹھہر کر خط لکھا۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل از حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ۔ روایت نمبر 269-270 صفحہ 299)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔1162﴾

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ پڑھنے میں برکات ہیں

اللہ کا ذکر یقیناً سب (ذکروں) سے بڑا ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ؕ وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ۔ (العنکبوت:46)

تُو کتاب میں سے، جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے، پڑھ کر سنا اور نماز کو قائم کر۔ یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر یقیناً سب (ذکروں) سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

اللہ، اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور اَللّٰہُ اَکۡبَرُ بمعنیٰ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ارشاد نبویؐ کے مطابق جب آپ پہاڑی یا اونچائی (Stairs) چڑھ رہے ہوں تو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ پڑھنا چاہیے۔ اور نیچے اُترتے ہوئے سُبۡحَانَ اللّٰہِ کہنا مسنون ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے، تو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سُبۡحَانَ اللّٰہِ کہتے تھے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کسی اچھی اور پسندیدہ خبر ملنے پر اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہتے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

حضرت غُضَیۡفِ بۡنِ الۡحَارِثِ کہتے ہیں کہ مَیں نے اُمُّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے پہلے حصہ میں غسل جنابت کرتے ہوئے دیکھا ہے یا آخری حصہ میں؟

کہا: کبھی آپ رات کے پہلے حصہ میں غسل فرماتے، کبھی آخری حصہ میں، مَیں نے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے۔ پھر مَیں نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے پہلے حصہ میں وتر پڑھتے دیکھا ہے یا آخری حصہ میں؟ کہا: کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصہ میں وتر پڑھتے تھے اور کبھی آخری حصہ میں، مَیں نے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے اس معاملے میں وسعت رکھی ہے۔ پھر مَیں نے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن زور سے پڑھتے دیکھا ہے یا آہستہ سے؟ کہا: کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم زور سے پڑھتے اور کبھی آہستہ سے، مَیں نے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے اس امر میں وسعت رکھی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارہ)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) بیدار ہوئے اور فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہ! اللہ کی رحمت کے کتنے خزانے آج نازل کئے گئے ہیں اور کس طرح کے فتنے بھی اتارے گئے ہیں۔ کون ہے! جو ان حجرہ والیوں کو جگائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ازواج مطہرات سے تھی تاکہ وہ نماز پڑھ لیں کیونکہ بہت سی دنیا میں کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی اور ابن ابی ثور نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ مَیں نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ!۔

(بخاری، کتاب الادب)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کی حضورؐ کی نصیحت

”حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے۔ پس آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئیں لیکن آپ کو گھر پر نہ پایا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آمد کی وجہ سے اطلاع دے کر گھر لوٹ آئیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے جناب کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی جس پر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ مَیں نے آپ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان میں آکر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی خُنکی میرے سینہ پر محسوس ہونے لگی۔

جب آپ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتادوں جو اُس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو چونتیس دفعہ تکبیر کہو اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہو اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو پس یہ تمہارے لیے خادم سے اچھا ہو گا۔"

(الفضل 24 دسمبر 1913ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الٰہیہ کا مورد بنادیتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام صفات کو اس کے تابع رکھا ہے اب ذرا غور کرو نماز کی ابتداء اذاں سے شروع ہوتی ہے اذان اللّٰہ اکبر سے شروع ہوتی ہے یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لا الہ الا اللّٰہ یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس میں اول اور آخر میں اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہے نہ کچھ اور۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملت میں نہیں ہے۔ پس نماز نماز: جو دعا ہے اور جس میں اللہ کو جو خدائے تعالیٰ کا اسم اعظم ہے مقدم رکھا ہے۔ ایسا ہی انسان کا اسم اعظم استقامت ہے۔ اسم اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 6 صفحہ 267)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس پر قائم ہونے کے لئے کہتے ہیں کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ

کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔ بعض صوفیوں نے لکھا ہے کہ صحابہ جب نمازیں پڑھا کرتے تھے تو انہیں ایسی محویت ہوتی تھی جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔ جب انسان کسی اور جا انسان کسی اور جگہ سے آتا ہے تو شریعت نے حکم دنے حکم دیا ہے کہ وہ آکر السلام علیکم کہے۔ نماز سے فارغ ہوتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور رحمۃ اللہ کے کہنے کی حقیقت یہی ہے کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ گویا اس عالم سے نکل گیا اور ایک نئے جہان میں جا داخل ہوا گویا ایک مقام محویت میں جا پہنچا۔ پھر جب وہاں سے واپس آیا تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر آن ملا۔ لیکن صرف ظاہری صورت کافی نہیں ہو سکتی جب تک دل میں اس کا اثر نہ ہو چھلکوں سے کیا ہاتھ آسکتا ہے۔ محض صورت کا ہونا کافی نہیں، حال ہونا چاہئے۔ عِلتِ غائی حال ہی ہے مطلق قال اور صورت جس کے ساتھ حال نہیں ہوتا وہ تو الٹی ہلاکت کی راہیں ہیں۔ انسان جب حال پیدا کر لیتا ہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک سے ایسی سچی محبت اور اخلاص پیدا کر لیتا ہے کہ یہ بے اختیار اس کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے اور ایک حقیقی محویت کا عالم اُس پر طاری ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کیفیت سے انسان گویا سلطان بن جاتا ہے اور ذرہ ذرہ اس کا خادم۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 2 صفحہ 68)

فرمایا:

"اس کے بعد متقی کی شان میں آیا ہے۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے، یہ بھی اُس تکلف کی طرف اشارہ کرتا ہے جو متقی کا خاصہ ہے۔ یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اُسے مقابلہ ہے جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گرتی پڑتی ہے جس کو اُس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اُس نے اللہ اکبر کہا تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اُس کے حضور قلب میں تفرق ڈال رہا ہے۔ وہ ان سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے، پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے لئے لڑتا مرتا ہے لیکن نماز جو گری پڑتی ہے بڑی جانکنی سے اُسے کھڑا کرنے کے فکر میں ہے۔ بار بار إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کہہ کر نماز کے قائم کرنے کے لئے دُعا مانگتا ہے اور ایسے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی ہدایت چاہتا ہے جس سے اُس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان وساوس کے مقابل میں متقی ایک بچہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے

گڑ گڑاتا ہے روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اَخۡلَدَ إِلَى الۡاَرۡضِ ہو رہا ہوں۔ سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنا ہے اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 2 صفحہ 42)

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"اللہ کی بڑائیاں بیان کریں۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ یہ تمام برائیوں سے نکلنے کی راہ ہے۔ آج کل شیطان بڑے زور سے تمہارا مقابلہ کر رہا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اضطراب سے اس کے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 394)

پھر آپؓ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کی آواز کان میں آتی ہے۔ اس وقت کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی۔ جس کا جوڑ مَیں خدا کے مقابلہ میں ٹھہراؤں۔ کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی مجھ کو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ سے نہیں ہٹا سکتی۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 418)

پھر آپؓ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ میں خدا کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"توحید اصل ہے اسلام کا اور اس امر کو پورا کرنے کے لئے یہ آواز بلند اذان میں اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ رکھا ہے اور اَکۡبَرُ ایسا کلمہ ہے کہ اس میں خدا کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔ اَکۡبَرُ سے بڑھ کر اور کیا لفظ ہو سکتا ہے۔"

(خطابات نور صفحہ 562)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ تسبیحات کے ورد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"صحابہؓ ذکرِ الٰہی میں ترقی کرنے کی اتنی کوشش کیا کرتے تھے کہ ان کی یہ جدوجہد وارفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ غرباء رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں، اسی طرح امراء نمازیں پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اسی طرح امراء روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم حج کرتے ہیں اسی طرح امراء حج کرتے ہیں مگر یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ! ہم زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات اور چندے وغیرہ نہیں دے سکتے اس

وجہ سے وہ نیکی کے میدان میں ہم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ امراء ہم سے آگے نہ بڑھ سکیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا، مَیں تمہیں ایک ایسی ترکیب بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تم پانچ سَو سال پہلے جنت میں داخل ہو سکتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ترکیب یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو، وہ وہاں سے بڑی خوشی سے اُٹھے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم نے میدان مار لیا مگر کچھ دنوں کے بعد پھر وہی وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوُا اور عرض کیا کہ ہم پر بڑا ظلم ہوُا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے ہمیں جو بات اُس روز بتائی تھی وہ کسی طرح امیروں کو بھی پہنچ گئی اور اب انہوں نے بھی یہ ذکر شروع کر دیا ہے ہم اب کیا کریں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نیکی حاصل کرنے کا اُن کے دلوں میں اس قدر جوش پایا جاتا ہے تو مَیں انہیں روک کس طرح سکتا ہوں؟ یہ وہ فضیلت تھی جس نے صحابہؓ کو جیتی جاگتی مسجد بنا دیا تھا۔“

(انوار العلوم جلد 16 سیر روحانی صفحہ 49)

پھر حضورؓ بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

”..... ہمیں جو اسم اعظم دیا گیا ہے وہ اتنا ظاہر ہے کہ اسے کوئی چھپا ہی نہیں سکتا وہ نام ہے اللہ۔ یہ چھپانے والا نام نہیں بلکہ ظاہر کرنے والا نام ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ بلند آواز سے اذان میں اور نمازوں میں ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ کہو۔ غرض اسلام میں ہی اللہ تعالیٰ کا اسم ذات پایا جاتا ہے اور وہ اللہ کا لفظ ہے۔“

(انوار العلوم جلد 6 صفحہ 344)

سامعین! بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں۔

”جنگ احزاب کے موقع کے متعلق روایت آتی ہے کہ ایک پتھر نہیں ٹوٹتا تھا۔ صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آکر عرض کیا کہ ایک پتھر نہیں ٹوٹتا۔ آپؐ تشریف لائے......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر کدال اپنے ہاتھ میں لی اور اُسے زور سے پتھر پر مارا تو اس میں سے آگ کا ایک شعلہ نکلا اور پتھر کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور

فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے حکومت شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! مَیں اس کے سرخ محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کدال کو پتھر پر مارا تو پھر اس میں سے شعلہ نکلا اور پتھر کا ایک اور حصہ ٹوٹ گیا۔ اس پر پھر آپؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے ایران کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! مَیں مدائن کے سفید محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے تیسری دفعہ کدال ماری جس سے پھر اس میں سے ایک شعلہ نکلا اور باقی پتھر بھی ٹوٹ گیا۔ اس پر آپؐ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے یمن کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں۔"

(الفضل 21 فروری 1933ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا ورد بلند کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"......اس دفعہ تو مَیں نے بہت غور کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ جو پرانا رواج تھا نعرہ تکبیر ایک طرف سے بلند ہوتا تھا اور ایک آدمی کہتا تھا نعرۂ تکبیر اور دوسرے کہتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مَیں نے غور کیا ہے نہ یہ رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ثابت ہے۔ مَیں نے بڑے غور سے رجسٹر روایات کا اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا ہے۔ ایک بھی شہادت نہیں ملی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک طرف سے ایک اٹھ کے کہا کرتا تھا نعرۂ تکبیر اور دوسری طرف سے آواز آتی تھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز تو آجاتی تھی مگر دبی دبی سی دلوں سے اٹھتی ہوئی آواز۔ جب ایک انسان مجبور ہو تو کہہ دیتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بغیر تو ہماری زندگی ہی کوئی نہیں۔ یہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آوازیں جہاں تک ممکن ہے دبی آواز سے بلند کیا کریں۔ اگر بے اختیار ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز بلند بھی ہو جاتی ہے تو اس سے کوئی شکوہ نہیں۔"

(خطبات طاہر جلد 18 صفحہ 504)

پھر حضورؒ ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگ بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! اپنے نفسوں پر میانہ روی کو وارد کرو کیونکہ تم نہ تو کسی بہرے کو بلا رہے ہو اور نہ ہی کسی ایسے کو جو موجود نہ ہو۔ تم تو سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

(خطبات طاہر جلد 18 صفحہ 761)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔1163﴾

جنت کے خزانہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ کو پڑھنے کی ہدایت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ (النساء:104)

اللہ کو یاد کرو کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں پر بھی۔

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

معزز سامعین! ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہے۔اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جا چکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی گئی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ آج اسلامی اصطلاح **”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ“** کا استعمال زیرِ بحث ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ میں بُرائیوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکیوں کو کرنے کی قوّت۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ استغفار اور لَا حَوْل کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”...لاف زنی وغیرہ کی غلطیاں انسان میں جو ہوتی ہیں ان کا علاج اور نیز ہر ایک مرض کا علاج کثرت سے استغفار اور لَا حَوْل پڑھنا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ سابقہ گناہوں کے بد نتائج سے محفوظ رکھے اور آئندہ بدی کے ارتکاب سے حفاظت بخشے۔

استغفار اور لَاحَوْل کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تیری قوّت کے بغیر میں کوئی بدی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ تیری قوت کے بغیر کوئی نیکی کا کام کر سکتا ہوں۔ تب خدا نیکی کی توفیق بخشے گا۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 36)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ الکھف آیت 33 تا 45 میں دو اشخاص کا ایک قصّہ بیان کیا ہے کہ ان میں ایک اپنے اُس باغ کا ذکر کرتا ہے جو کھجوروں سے لدا ہوا تھا۔ اس کے درمیان میں نہر بہتی تھی۔ جس سے وہ اپنے باغ کو پانی دیتا تھا اور ہر سال پھل حاصل کرتا تھا۔ مگر وہ اس ساری دولت پر اِتراتا ہوا دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مَیں تو کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ میرا باغ برباد ہو اور مَیں قیامت پر بھی یقین نہیں کرتا کہ مَیں کبھی اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔

دوسرے شخص نے یہ تمام گفتگو سُن کر (پہلے شخص سے) کہا کہ تُو اُس ذات کا انکاری ہے جس نے تمہیں مٹی اور نطفہ سے پیدا کیا اور پھر ٹھیک ٹھاک چلنے والا بنایا۔ جب تم اپنے باغ (جو خدا کی دَین (gift) ہے میں داخل ہوئے تو تُو نے مَاشَاءَ اللّٰہ، **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** کیوں نہ کہا کہ وہی ہو گا جو اللہ نے چاہا اور یہ کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں۔ اگر تُو مجھے مال اور اولاد کے اعتبار سے اپنے سے کم تر دیکھ رہے ہو۔ بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بڑھ کر عطا کر دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بطور محاسبہ کوئی عذاب اُتار دے اور وہ چٹیل بنجر زمین میں بدل دے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ باغ اُجڑ گیا اور وہ کہہ اُٹھا۔ اے کاش! مَیں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہراتا۔

جنت کا خزانہ

جہاں تک فرموداتِ رسولؐ میں **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** کی اہمیت اور برکات کا تعلق ہے۔ اِن میں اِسے جنت کا خزانہ قرار دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبو موسیٰ اشعریؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا: "کیا مَیں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟" میں نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول! مجھے ضرور بتایئے۔" آپ نے فرمایا۔ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ میں بُرائیوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکیوں کو کرنے کی قوت۔"

(حدیقۃ الصالحین حدیث 81 صفحہ 132)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، اَلتُّكْلَانُ عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ کے نام سے (مَیں نکل رہا ہوں) گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت، اللہ تعالیٰ کی مدد اور قوت کے بغیر ممکن نہیں، اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

”یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ شیطان لَاحَوْل سے بھاگتا ہے۔ مگر وہ ایسا سادہ لوح نہیں کہ صرف زبانی طور پر لَاحَوْل کہنے سے بھاگ جائے۔ اس طرح تو خواہ سو دفعہ لَاحَوْل پڑھا جاوے وہ نہیں بھاگے گا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جس کے ذرہ ذرہ میں لَاحَوْل سرایت کر جاتا ہے اور جو ہر وقت خدا تعالیٰ سے ہی مدد اور استعانت طلب کرتے رہتے ہیں اور اس سے ہی فیض حاصل کرتے رہتے ہیں، وہ شیطان سے بچائے جاتے ہیں اور وہی لوگ ہوتے ہیں جو فلاح پانے والے ہوتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 61)

حضرت مصلح موعودؓ روزمرہ کے آدابِ اسلامی اور اذکار پڑھنے کے حکم کے متعلق فرماتے ہیں۔

”قرآن کریم کی تلاوت کی علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک قسم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی تو جانور حرام ہو جائے گا اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت وسیع کیا ہے۔ یعنی آپؐ نے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔ یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تاکہ اس کام میں برکت ہو اور جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھا جائے۔ تاکہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح

اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیہِ رٰجِعُونَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔

غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہو گی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق خوشخبری سنے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمَانِ کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔ ان دو ذکروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی

افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہو گا۔ ایک تلاوت کا اور دوسرے ذکر کا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 503-504)

سامعین! ایک مجلسِ عرفان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے متعلق سوال کیا گیا کہ بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ اگر شیطان ورغلانے کی کوشش کرے تو لَاحَوْل پڑھنا چاہیئے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ قرآن کریم میں "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" ہے۔ ان میں سے بہتر نسخہ کون سا ہے؟

حضورؒ نے فرمایا کہ "تَعَوُّذ جو ہے وہ ہے قرآن کریم میں۔ "لَاحَوْل" حدیثوں میں تو بہت ہے۔ قرآن کریم میں "حَوْل" نہیں ہے۔ "قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" یہ تو قرآن کریم میں ہے۔ تو "حَوْل" لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ملایا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ صرف قوت کی بات نہیں۔ خدا کے سوا کوئی "حَوْل" سے تمہیں نجات نہیں دے سکتا۔ قوّت مثبت چیز ہے اور "حَوْل" منفی چیز ہے۔ "قُوَّۃَ بِاللّٰہِ" میرے ذہن میں یہی آرہا تھا کہ مَیں نے پڑھا ہوا ہے کہ قرآن کریم میں کہیں ذکر ہے۔ "لَاحَوْلَ" نہیں ہے صرف "قُوَّۃَ" ہے۔ تو اوّلیت تو بہر حال تَعَوُّذ کو ہی ہو گی۔ جس کا قرآن کریم میں واضح طور پر ذکر ہے۔ دونوں پڑھ لیا کریں آپ کا حرج کیا ہے؟۔"

(مجلسِ عرفان مؤرخہ 28 جنوری 2000ء صفحہ 272)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ایک خادم نے سوال کیا کہ حضور! بعض دفعہ نماز میں توجہ اِدھر اُدھر ہو جاتی ہے پس نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہیئے؟

آپ نے فرمایا۔

کیونکہ نماز ادا کرتے ہوئے آپ کی ترجیح نماز نہیں ہوتی اس لیے۔ اس پر حضور نے اس خادم سے استفسار فرمایا کہ آپ کیا سٹڈی کر رہے ہیں؟ موصوف نے جواب دیا۔ مَیں اے لیول کر رہا ہوں اس پر حضور نے

فرمایا۔ کون کون سے SUBJECTS ہیں؟ اس پر موصوف نے جواب دیا کہ آرٹس، میتھ، اور کمپیوٹر سائنس۔ فرمایا: بعض دفعہ آپ کی توجہ بٹ جاتی ہے اور آپ کمپیوٹر سائنس کے کسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں یا بعض دفعہ آپ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ کس طرح ریاضی کے اس فارمولہ کو سیکھا جائے یا پھر اس سوال کو کیسے حل کیا جائے۔ بعض دفعہ آپ ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آپ کے ذہن میں اس ڈرامے کا کوئی کریکٹر آجاتا ہے کہ وہ یہ کر رہا ہے یا یہ کر رہا ہے۔ تو یہ چیزیں ہیں جو نماز میں آپ کی توجہ کو کسی اور طرف بٹا دیتی ہیں اور آپ نماز میں توجہ نہیں کر رہے ہوتے۔ تو جب آپ نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھ رہے ہوں تو ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' کا بار بار ورد کرنا چاہیے۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھیں اور اگر آپ باجماعت نماز ادا کر رہے ہیں تو ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھیں اور اس کے بعد جو امام پڑھ رہا ہو اس پر فوکس کریں اور جب آپ اکیلے نماز ادا کر رہے ہوں، سُنَّت ادا کر رہے ہوں یا گھر میں (انفرادی) نماز ادا کر رہے ہوں تو آپ ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ''، ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' اور ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' پڑھیں اور جس جگہ بھی آپ کو پتا چلے کہ آپ کی توجہ بٹ رہی ہے تو ان ذکر کو پڑھیں اور پھر وہیں سے شروع کر دیں۔ مثلاً آپ سورۃ الفاتحہ میں ''مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ'' ادا کرنے کے بعد (آپ کی توجہ) کمپیوٹر کے کسی مسئلہ کو حل کرنے یا میتھ کا سوال حل کرنے یا پھر ڈرامے کے کسی کریکٹر کی طرف چلی گئی ہو تو پھر ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' اور ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' پڑھیں اور دوبارہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' سے شروع کریں اور بار بار اس طرح کرتے چلے جائیں اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں۔ خدا تعالیٰ بھی مدد فرمائے گا۔ یہ ایک مسلسل کوشش ہوگی تو پھر کچھ عرصے بعد جب آپ کافی ٹرین ہو جائیں گے تو (ان شاء اللہ) پھر آپ کی توجہ نہیں بٹے گی۔

(ملاقات خدام الاحمدیہ Midlands ریجن، منعقدہ 10 ستمبر 2020ء)

بے چینی سے بچنے کے لئے استغفار اور لَاحَوۡلَ

اِسی محفل میں ایک خادم نے سوال کیا کہ کرونا وبا کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی دماغی صحت متاثر ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر ڈپریشن اور بے چینی وغیرہ بڑھ رہی ہے تو ایسی صورت حال میں آپ خدام کو کیا نصیحت کریں گے کہ وہ ان معاملات کو کیسے deal کریں؟ حضور نے فرمایا کہ

”خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ میری یاد اور میرا ذکر تمہارے دلوں کو اطمینان دے گا۔ پس ان دنوں (خاص طور پر) خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کرنی چاہیے، پنج وقتہ نماز کا التزام کرنا چاہیے اور اگر ممکن ہو تو با جماعت نماز کا التزام کرنا چاہیے۔ درود شریف، استغفار اور کثرت سے ذِکر کریں، خدا تعالیٰ کی مدد مانگیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ آپ کو قلبی سکون دے گا۔ اس وائرس کے دوران وہ لوگ جو میرے پاس رہ رہے ہیں وہ بھی اور مَیں نے خود بھی کچھ بُرا محسوس نہیں کیا۔ میرا نہیں خیال، اس (بیماری) نے ہم پر کوئی بُرا اثر چھوڑا ہے۔ مَیں بھی (اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ) ٹھیک ہوں اور آپ بھی (امید ہے) ٹھیک ہی ہوں گے اور وہ جو ٹھیک نہیں ہیں ان کو چاہیے کہ وہ نماز میں باقاعدگی اختیار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور خدا تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ مزید یہ کہ مختلف ذِکر کریں۔ کثرت سے استغفار اور درود شریف پڑھیں۔ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی پڑھیں اور بہت سی دعائیں جو کہ Prayer Book میں درج ہیں وہ بھی پڑھیں۔ اس سے آپ کو اطمینان ملے گا۔“

(ملاقات خدام الاحمدیہ Midlands ریجن، منعقدہ 10 ستمبر 2020ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ امریکہ جون 2012ء کے دوران مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن میں طالبات کے ساتھ ایک نشست میں ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا:

”سوسائٹی میں، اپنے گھر میں، اپنے سسرال والوں کے ساتھ اور اپنے ماحول میں جو بھی بے چینیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں وہ استغفار کرنے اور لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ پڑھنے سے دور کی جاسکتی ہیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 17/ اگست 2012ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 'قولِ سدید' کے قرآنی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''پھر سچائی کے معیار کے حصول کی نصیحت کے ساتھ مزید تاکید یہ فرمائی کہ جن مجالس میں سچائی کی باتیں نہ ہوں، گھٹیا اور لغو باتیں ہوں ان سے فوراً اُٹھ جاؤ۔ جہاں خدا تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف باتیں ہوں ان مجالس میں نہ جاؤ۔ اب یہ گھٹیا اور لغو باتیں اس زمانے میں بعض دفعہ لاشعوری طور پر گھروں کی مجلسوں میں یا اپنی مجلسوں میں بھی ہو رہی ہوتی ہیں۔ نظام کے خلاف بات ہوتی ہے۔ کئی دفعہ مَیں کہہ چکا ہوں کہ عہدیداروں کے خلاف اگر باتیں ہیں، اگر نیچے اُس پر اصلاح نہیں ہو رہی تو مجھ تک پہنچائیں۔ لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر جب وہ باتیں کرتے ہیں تو وہ لغو باتیں بن جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے اصلاح نہیں ہوتی۔ اُس میں فتنہ اور فساد اور جھگڑے مزید پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اس زمانے میں ٹی وی پر گندی فلمیں ہیں۔ انٹرنیٹ پر انتہائی گندی اور غلیظ فلمیں ہیں۔ ڈانس اور گانے وغیرہ ہیں۔ بعض انڈین فلموں میں ایسے گانے ہیں جن میں دیوی دیوتاؤں کے نام پر مانگا جا رہا ہوتا ہے، یا اُن کی بڑائی بیان کی جا رہی ہوتی ہے جس سے ایک اور سب سے بڑے اور طاقتور خدا کی نفی ہو رہی ہوتی ہے۔ یا یہ اظہار ہو رہا ہو کہ یہ دیوی دیوتا جو ہیں، بُت جو ہیں، یہ خدا تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ بھی لغویات ہیں، شرک ہیں۔ شرک اور جھوٹ ایک چیز ہے۔ ایسے گانوں کو بھی نہیں سننا چاہئے۔ پس شیطان کے حملے سے بچنے کے لیے اپنی بھرپور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسن قول ضروری ہے۔ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر دعا بھی اللہ تعالیٰ نے سکھائی کہ قرآنِ کریم کی آخری دو سورتیں جو ہیں جس میں شیطان کے ہر قسم کے حملوں سے بچنے کی دعا ہے۔

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (حٰمٓ السجدۃ:37)۔ اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی بہکا دینے والی بات پہنچی ہے، ایسی باتیں شیطان پہنچائے جو احسن قول کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی بہت زیادہ دعا کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ یہ امید دلاتا ہے جو سننے والا اور جاننے والا ہے کہ اگر نیک نیتی سے دعائیں کی گئی ہیں تو یقیناً وہ سنتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ 18؍اکتوبر 2013ء)

گناہ سے بچنے کے لئے استغفار اور لَاحَوْلَ

عامر سفیر صاحب نے حضورِ انور ایدہ اللہ سے ایک انٹرویو میں یہ سوال پوچھا کہ حضور! پہلے جہاں گھر امن کی جگہ تھے اب خاندانوں کو گھروں کے اندر انٹرنیٹ اور ٹی وی کی بداخلاقیوں کی وجہ سے مشکلات کا سامنا ہے اور یوں بُرائی کی طرف مائل کرنے والے بہکاوے گھروں میں اور گھروں سے باہر ہر جگہ موجود ہیں۔ معاشرے میں ایسی بہت سی بہکانے والی چیزوں کی موجودگی کے پیش نظر حضور کی کیا نصیحت ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد اسے کیسے برقرار رکھا جائے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”ہمیں کثرت سے استغفار اور لَاحَوْلَ پڑھنا چاہیے۔ اگر استغفار صحیح طور پر کیا جائے تو یہ بہت طاقتور ہو سکتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خود کو گناہ سے بچانے کے لیے اور نیکی کی حالت برقرار رکھنے کے لیے کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔ انبیاء اپنی قوم اور اپنے پیروکاروں کے لیے استغفار کیا کرتے تھے نہ کہ اپنے لیے اور وہ استغفار اس لیے بھی کرتے تھے تاکہ ماضی میں جو ان کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ملی اس پر شکر ادا کر سکیں۔ یوں ماضی کے گناہوں کو مٹانے کے لیے اور مستقبل میں گناہوں سے بچنے کے لیے شکر گزاری کی خاطر ہر کسی کو استغفار کو اپنانا چاہیے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 27 مئی 2021ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴾8﴿ ﴾مشاہدات۔1164﴿

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ کا استعمال

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ۔ (الرعد:31)

اسی طرح ہم نے تجھے ایک ایسی اُمّت میں بھیجا جس سے پہلے کئی اُمتیں گزر چکی تھیں تا کہ تُو اُن پر وہ تلاوت کرے جو ہم نے تیری طرف وحی کیا حالانکہ وہ رحمان کا انکار کر رہے ہیں۔ تو کہہ دے وہ میرا ربّ ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ اُسی پر مَیں توکّل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (الاحزاب:4)

اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

قادر ہے وہ بارگہ۔ ٹُوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے

سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ **تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ کا استعمال۔**

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ کے معنی ہیں مَیں اللہ پر توکّل کرتا ہوں اور جب طبیعت کے برعکس کوئی Feeling محسوس ہو تب یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ توکل کے لفظی معنی ”کسی معاملہ میں کسی ذات پر اعتماد کرنا“ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو صرف اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ایک مومن کو یقین ہونا چاہیے کہ دنیوی واُخروی تمام معاملات میں نفع ونقصان کی مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے حکم کے بغیر کوئی پتا بھی نہیں ہل سکتا، ہر چھوٹی بڑی چیز اپنی زندگی کی بقا کے لیے خدا تعالیٰ کی محتاج ہے، غرض یہ کہ اللہ پر مکمل اعتماد کرکے دنیاوی اسباب اختیار کرنا توکّل علیٰ اللہ ہے۔

کسی بھی کام کو کرنے کے لیے بیشک دنیاوی اسباب اختیار کیے جاتے ہیں لیکن ایک مومن کو اپنے خدا پر مکمل یقین اور توکّل ہونا چاہیے کہ اگر خدا کا حکم ہو گا تو یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں کہ اللہ خود ہی اس کام کو سر انجام دے گا یا یہ کام خود بخود ہو جائے گا یہ توکّل نہیں۔ کسی کام کے لیے مختلف ذرائع و وسائل کا استعمال کرنا منشائے شریعت اور حکمِ الٰہی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسباب و وسائل کو اختیار بھی فرمایا اور اس کا حکم بھی دیا، خواہ لڑائی ہو یا کاروبار، ہر کام میں حسبِ استطاعت اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے، لہٰذا جائز و حلال طریقہ پر وسائل کو اختیار کرنا، پھر اللہ کی ذات پر کامل یقین کرنا توکّل علیٰ اللہ کی روح ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام توکّل علیٰ اللہ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

''توکّل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اے خدا! تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں۔ جو ان اسباب کو بھی برباد اور تہ و بالا کر سکتے ہیں، ان کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 146، ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعودؑ ایک موقع پر جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ

''انسان کو چاہئے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دیوے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو پھر اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ بھروسہ کے یہ معنی نہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دیوے بلکہ یہ معنی ہیں کہ تدبیر پوری کرکے انجام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑے اس کا نام توکّل ہے۔ اگر وہ تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکّل کرتا ہے تو اس کا توکّل پھوکا (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہو گا اور اگر نری تدبیر کرکے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور اللہ پر توکّل نہیں کرتا تو وہ تدبیر بھی پھوکی (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہو گی۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 566، ایڈیشن 1988ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز وسائل استعمال کرنے اور اللہ پر توکل کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"پہلے یہ مختصر اً بتادوں کہ توکّل کہتے کسے ہیں؟ کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو؟ کچھ کام نہ کرنے کو؟ اور صرف یہ کہنا کہ ہم بیٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات پوری کر دے گا۔ یہ توکّل نہیں ہے۔ بلکہ تمام وسائل کو بروئے کار لا کر، استعمال کر کے پھر اللہ تعالیٰ پر انحصار کرنا اور اس کے آگے جھکنا، یہ توکل ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 8، اپریل 2005ء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اونٹنی کو باندھ کر توکّل کروں یا بغیر باندھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: باندھو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔"

(سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اگر تم اللہ پر توکّل کرتے جیسے توکّل کا حق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس طرح رزق دیتا جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ "

(ابن ماجہ ابواب الزھد باب التوکل والیقین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی مَیں اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور نہ کسی بھی کام کی قدرت میسّر آسکتی ہے نہ قوت، مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ تو اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو نے ہدایت پائی، تیری کفالت کر دی گئی، تجھے ہر شر سے بچا دیا گیا اور شیطان اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا پر اس قدر یقین تھا اور توکّل تھا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ آپؐ نے تو توکّل کے اُس وقت بھی اعلیٰ معیار قائم کئے تھے جب آپؐ کے ساتھی کمزور تھے اور دشمن کے

مقابلے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ نے تو اس وقت بھی توکّل کے نمونے دکھائے جب آپؐ اکیلے تھے اور اکیلے ہی دوسرے شہروں میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔ آپؐ کو تو اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا اور توکّل اور یقین تھا کہ آخر کار جیت میری ہی ہونی ہے اور آپؐ نے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہی آواز بلند کی قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ (الرعد:31) کہ تُو کہہ دے وہ میرا ربّ ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی پر مَیں توکّل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی جس سے آپؐ کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی تو آپؐ تمام ظاہری اسباب استعمال کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے طائف کے سرداروں کو تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے انہوں نے آپؐ پر بے انتہا ظلم کیا واپسی پر مکہ میں داخلے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی اُس وقت بھی آپ کا اللہ پر بھروسہ ایک مثال ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب آپؐ مکہ میں کیسے داخل ہوں گے جبکہ وہ آپؐ کو نکال چکے ہیں۔ اِدھر بھی رستہ نہیں ہے، اُدھر بھی رستہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس شان توکّل سے جواب دیا کہ اے زید! تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راہ نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے۔ وہ اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپؐ کو اپنی پناہ میں لے کر مکّہ میں داخلے کا انتظام کریں۔ سارے سرداروں نے انکار کیا۔ آخر ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپؐ کو اپنی پناہ میں مکّہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔

(ابن سعد۔ طبقات الکبری۔ ذکر سبب رسول اللہؐ الی الطائف)

یعنی آپؐ نے تدبیر بھی کی، وسائل بھی کیے لیکن توکّل اپنے خدا پر ہی کیا اور اس یقین کے ساتھ کیا کہ ضرور مکہ میں داخل ہوں گے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ غارِ ثور کا واقعہ توکّل الی اللہ کی ایک شاندار مثال ہے۔ جب دشمن کو یہ پتہ لگا کہ آپؐ تو جا چکے ہیں۔ اور آپؐ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیٹے ہوئے ہیں تو اس وقت بڑے پریشان ہوئے اور پھر یہ لوگ جب آپؐ کی تلاش میں غار کے بالکل قریب پہنچ گئے اور اتنے قریب پہنچ گئے کہ ان کے قدم بھی نظر آنے لگ گئے تھے، ان کی باتیں بھی سنائی دینے لگ گئی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی یہ باتیں سن کر پریشان ہو رہے تھے۔ لیکن یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توکّل کی ایک اَور شان نظر آتی ہے۔ آپؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو فرماتے ہیں کہ پریشان نہ ہو۔ فرمایا لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ:40) کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر فرمایا کہ اے ابو بکر! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

(بخاری کتاب المناقب باب ھجرۃ النبیؐ)

سامعین! اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور توکّل کی ایک اور مثال۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگی مہم پر گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ واپس آرہے تھے تو دوپہر کا وقت ہوا اور قافلہ ایک وادی میں پہنچا جہاں بہت سے درختوں کے جھنڈ تھے۔ تو آپؐ نے بھی وہاں پڑاؤ ڈالا اور مختلف لوگ مختلف جگہوں پر بکھر گئے۔ سائے میں بیٹھ گئے یا لیٹ گئے آرام کرنے لگے۔ آپؐ نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پہ لٹکا دی۔ (یہ عام واقعہ ہے اکثر نے سنا ہو گا) تھوڑی دیر بعد آپؐ کو کسی دیہاتی نے جگایا۔ ایک دیہاتی آپؐ کے پاس کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو آواز دے کر یہ سارا واقعہ سنایا کہ دیکھو! مَیں سویا ہوا تھا یہ دیہاتی آیا اور اس نے مجھے جگا کر کہا کہ بتاؤ! مجھ سے تمہیں کون بچائے گا۔ تو مَیں نے تین بار کہا اللہ، اللہ، اللہ۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں توکّل کا ایک خوبصورت اظہار آپ کے یہ الفاظ ہیں:
”جب مَیں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقینِ واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے“۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر 216)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایمان باللہ جب کامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو اس لئے یہ تعلیم دی وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ اور ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکّل کرتے ہیں۔ توکّل سے یہ مطلب ہے کہ ہم میں یہ بات پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں جس مطلب اور غرض کے لئے بنائی ہیں وہ اپنے نتائج اور ثمرات اپنے ساتھ ضرور رکھتی ہیں۔ اس لئے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ لابد ایمان کے ثمرات اور نتائج ضرور حاصل ہوں گے اور کفر اپنے بد نتائج دیئے بغیر نہ رہے گا۔ انسان بڑی غلطی اور دھوکا کھا جاتا ہے جب وہ اس اصل کو بھول جاتا ہے۔ اعمال اور اس کے نتائج کو ہرگز ہرگز بھولنا نہیں چاہئے۔ سعی اور کوشش کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔"

(خطبات نور جلد اوّل صفحہ 286)

حضرت عرفانی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت مسیح موعودؑ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور گئے ہوئے تھے۔ حضورؑ نے وہاں سے کہلا بھیجا کہ مولوی نورالدین صاحبؓ اور شیخ یعقوب علی صاحب فوراً پہنچ جائیں۔ چنانچہ ہم دونوں دو بجے دوپہر یکہ پر بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ... مَیں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا"۔ آج ہم بے وقت چلے ہیں، پتہ لگ جائے گا کہ رات کو ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوتا ہے۔

بٹالہ میں مقامی جماعت کی طرف سے ایک مکان بطور مہمان خانہ ہوا کرتا تھا۔ اس میں ہم دونوں چلے گئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ ایک چارپائی پر لیٹ کر کتاب پڑھنے لگ گئے۔ قریباً شام چھ بجے ایک اجنبی شخص آیا اور کہنے لگا: مَیں نے سنا ہے کہ آج مولوی نورالدین صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ پھر آپؓ سے کہنے لگا: حضور! آج شام کی دعوت میرے ہاں قبول فرمایئے، مَیں ریلوے میں ٹھیکیداری کرتا ہوں اور میری ٹرین کھڑی ہوئی ہے اور مَیں نے امرتسر جانا ہے۔ میرا ملازم حضور کے لئے کھانا لے آئے گا۔ آپؓ نے فرمایا: بہت اچھا۔ چنانچہ شام کو اُس کا ملازم بڑا پُر تکلف کھانا لایا جسے ہم دونوں نے سیر ہو کر کھالیا۔ پھر ہم اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں چلے آئے۔ گاڑی رات کے دس بجے کے بعد آتی تھی۔ میں نے آپؓ کا بستر کھول دیا تاکہ آپؓ آرام فرمالیں۔ جب بستر کھلا تو اس کے اندر سے دو پراٹھے نکلے جن کے ساتھ قیمہ رکھا

ہوا تھا۔ مَیں سخت حیران ہوا کہ یہ خدا کی طرف سے اَور کھانا بھی آ گیا۔ پھر مَیں نے چلتے وقت اپنے دل کا حال حضورؑ کو بتایا تو آپؑ نے فرمایا: ”شیخ صاحب اللہ تعالیٰ کو آزمایا نہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ اُس کا میرے ساتھ خاص معاملہ ہے“۔

حضرت مصلح موعودؓ توکّل علی اللہ کے حقیقی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر توکّل کے یہ معنی ہوتے کہ عمل ترک کر دیا جائے تو پھر نماز اور روزہ وغیرہ کی اہمیت نہیں تھی۔ صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرنا ہی انسان کو نجات دے دیتا۔

پس توکّل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ سامانوں سے پوری طرح کام لے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائے اور اس سے کہے کہ اے خدا! جو سامان میرے اختیار میں تھے وہ تو مَیں نے سب اختیار کر لئے ہیں اب کوئی کمی رہ گئی ہے تو تُو خود پوری کر دے اور میری کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کام کے نیک انجام پیدا فرما۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 443)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم مجھ پر کامل توکّل کرو گے اور توکّل کی شرائط پوری کرنے والے ہو گے تو پھر مَیں تمہارے لئے ایسے سامان پیدا کروں گا تمہاری ترقیات کے لئے تمہاری خواہشات کے پورا ہونے کے لئے اور تمہاری زندگی کے مقصد کے حصول کے لئے ایسے سامان مہیا کروں گا کہ جو نہ تم خود پیدا کر سکتے ہو اور نہ دنیا کی کوئی اور طاقت پیدا کر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم صرف مجھ پر ہی بھروسہ رکھو تا تم کامیاب ہو جاؤ اور تا اگر دنیا تمہیں ایذا پہنچانے کی کوشش کرے تمہیں دکھ پہنچانے کی کوشش کرے تو اس ایذا اور دکھ کی آگ میں سے خوبصورت گلاب کے پھول نکلیں جسے دنیا جلا دینے والی چیز سمجھ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں اس آگ کو تمہارے لئے بَرْدًا وَسَلٰمًا (الانبیاء:70) بنا دوں گا۔

پس ہر ایک احمدی کو توکّل کے مقام سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹنا چاہیے کیونکہ اسی میں ہماری زندگی ہے اسی میں ہماری بقا ہے اسی میں ہماری کامیابی ہے اور اسی میں سب خیر و برکت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرتا رہے

کہ ہم ہمیشہ صرف اسی پر توکّل رکھنے والے ہوں اور اس مقام توکّل سے ہٹنے والے نہ ہوں جس پر وہ ہمیں دیکھنا چاہتا ہے۔ (آمین)"

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 396)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ توکّل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"توکّل ایک بڑی بنیادی صفت ہے۔ جو لوگ توکّل اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ آزمائشیں تو آتی ہیں اور یہ توکّل کا حصہ ہوتی ہیں۔ توکّل کے فلسفہ کے اندر آزمائشیں داخل ہیں۔ اگر توکّل سے یہ مراد ہو کہ اِدھر فوراً کچھ چھوڑا اور خدا پر توکّل کیا اُدھر فوراً وہ چیز میسّر آگئی۔ یہ تو پھر دنیا کا قانون بن جائے گا۔ پھر تو ہر دنیادار بھی اس توکّل کی طرف دوڑے گا۔ اس لئے اللہ کے بندوں کو دوسرے بندوں سے ممتاز کرنے کے لئے توکّل میں کچھ خفاء بھی ہوتا ہے۔ کچھ پردے بھی ہوتے ہیں۔ کچھ آزمائشیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن انجام کار توکّل کرنے والے دوسروں کی نسبت کبھی پیچھے نہیں رہا کرتے۔ ہر بات میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔"

(خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ 329)

سامعین! پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے توکّل علی اللہ اور قبولیت دعا کے ہمیں کافی واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ یہاں خاکسار دو واقعات بیان کر کے اپنی تقریر کا اختتام کرتا ہے۔

2004ء میں افریقہ کے دورہ کے دوران جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نائیجیریا سے بینن پہنچے اور مشن ہاؤس آمد ہوئی تو عصر کا وقت تھا۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ نماز کے لیے صحن میں مار کی لگائی گئی تھی جو چاروں طرف سے کھلی تھی اور بارش کی وجہ سے وہاں نماز پڑھنا محال تھا۔ بلکہ کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔

حضور باہر تشریف لائے اور نماز کے بارے میں دریافت فرمایا۔ امیر صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت تو شدید بارش ہے اور نماز کے لیے باہر مار کی لگائی ہوئی ہے لیکن بارش کی وجہ سے مشکل ہو رہی ہے۔ حضور انور نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا۔ دس منٹ بعد نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد حضور انور اندر تشریف لے گئے۔ ابھی دو تین منٹ ہی گزرے تھے کہ یکدم بارش تھم گئی۔ آسمان صاف ہو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دھوپ نکل آئی اور اسی مارکی کے نیچے نماز کا انتظام ہو گیا۔ مقامی احباب اس نشان پر بہت حیران ہوئے کہ یہاں بارش شروع ہو جائے تو کئی کئی گھنٹے جاری رہتی ہے۔ حضور نے دس منٹ کہا تو یہ تین منٹ میں ہی ختم ہو گئی اور نہ صرف ختم ہوئی بلکہ بادل بھی غائب ہو گئے۔

اسی طرح کینیڈا کے دورہ کے دوران جب کیلگری کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جانا تھا تو ایک دن قبل امیر صاحب کینیڈا نے حضورانور کی خدمت میں عرض کیا کہ موسمی پیشگوئی کے مطابق کل یہاں کا موسم شدید خراب ہے۔ بڑی شدید بارش ہے اور طوفانی ہوائیں ہیں اور کل صبح مسجد کا سنگ بنیاد ہے۔ مہمان بھی آرہے ہیں۔ امیر صاحب نے دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کچھ دیر توقف فرمایا اور پھر فرمایا: ”جس مسجد کا سنگ بنیاد ہم رکھنے جارہے ہیں وہ بھی خدا کا ہی گھر ہے اور موسم بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اس کو خدا پر چھوڑ دیں۔ اللہ فضل فرمائے گا۔“

چنانچہ اگلے روز صبح بارش کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ بڑا خوشگوار موسم تھا۔ سنگ بنیاد کی تقریب ہوئی۔ قریباً دو گھنٹے کا پروگرام تھا۔ تقریب سے فارغ ہو کر حضورانور واپسی کے لیے جب اپنی کار میں بیٹھے تو کار کا دروازہ بند ہوتے ہی اچانک شدید بارش شروع ہو گئی اور ساتھ تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں جو پھر مسلسل تین چار گھنٹے جاری رہیں۔ تو یہ ایک نشان تھا جو حضورانور کی دعا سے وہاں ظاہر ہوا اور ہر شخص کا دل اس نشان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھا۔

(الفضل۔ دعانمبر۔ 28؍دسمبر 2015ء صفحہ 43تا45)

ہمارے پیارے آقا اپنی جماعت کو اللہ کے ساتھ جڑے رہنے اور دعائیں کرتے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یاد رکھیں کہ وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ آج بھی اپنے مسیح سے کیے ہوئے وعدوں کو اسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح وہ پہلی خلافتوں میں کرتا رہا ہے۔ وہ آج بھی اسی طرح اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نواز رہا ہے۔ جس طرح پہلے وہ نوازتا رہا ہے اور ان شاءاللہ نوازتا رہے گا...... پس دعائیں کرتے ہوئے اور اس کی طرف جھکتے ہوئے اور اس کا فضل مانگتے ہوئے ہمیشہ

اس کے آستانہ پر پڑے رہیں اور اس مضبوط کڑے کو ہاتھ ڈالے رکھیں تو پھر کوئی بھی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21؍ مئی 2004ء)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔1165﴾

سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کے فوائد اور برکات

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔(الحشر:24)

یعنی وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدَل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

معزز سامعین! مجھے آج سُبْحٰنَ اللّٰہِ کہنے کی ضرورت، اُس کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈالنی ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰہِ کے معانی ہیں کہ اللہ پاک ہے اور اِسے اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کی تعریف کرنی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب قرآنِ کریم میں سُبْحٰنَ اللّٰہِ کے الفاظ کو متعدد مقامات پر استعمال فرمایا ہے۔ اور سورۃ الحشر کی آیت کے علاوہ سُبْحٰنَ اللّٰہِ والی آیات یہ ہیں:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔(یوسف:109)

یعنی تُو کہہ دے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ مَیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ مَیں بصیرت پر ہوں اور وہ بھی جس نے میری پیروی کی اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

پھر فرماتا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (النمل:9)

پس جب وہ اس کے پاس آیا تو ندا دی گئی کہ برکت دیا گیا ہے جو اس آگ میں ہے اور وہ بھی جو اس کے ارد گرد ہے اور پاک ہے اللہ تمام جہانوں کا ربّ۔

ایک اور جگہ پر فرمایا۔

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ (الطور:22)

کیا ان کے لئے اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے۔

وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ (القصص:69)

یعنی تیرا ربّ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (اُس میں سے) اختیار کرتا ہے اور اُن کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ پاک ہے اللہ اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

ایک اور مقام پر سُبْحٰنَ اللّٰهِ کا استعمال یوں فرمایا۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (المؤمنون:92)

کہ اللہ نے کوئی بیٹا نہیں اپنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ ایسا ہوتا تو یقیناً ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ضرور ان میں سے بعض بعض دوسروں پر چڑھائی کرتے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

سامعین! پھر ذکر ہوتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (الانبیاء:23)

یعنی اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتے تو دونوں تباہ ہو جاتے۔ پس پاک ہے اللہ، عرش کا ربّ اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا۔

فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ۔ (الروم:18)

پس اللہ (ہر حال میں) پاک ہے اُس وقت بھی جب تم شام میں داخل ہوتے ہو اور اس وقت بھی جب تم صبح کرتے ہو۔

پھر ذکر ہوتا ہے۔

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ۔ (الصّٰفات:160)

کہ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

کَلِمَتَانِ حَبِیۡبَتَانِ اِلَی الرَّحۡمٰنِ خَفِیۡفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ، ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ، سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ، سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ، سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ "

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کَلِمَتَانِ حَبِیۡبَتَانِ اِلَی الرَّحۡمٰنِ خَفِیۡفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔ فرماتے ہیں دو کلمے ایسے ہیں کہ رحمان کو بہت پیارے ہیں خَفِیۡفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔ عالم، جاہل، عورت، مرد، بوڑھا، بچہ ہر شخص ان کلمات کو آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر تم دو سال کے بچہ کو وہ کلمات سکھانا چاہو تو وہ بھی ان کو

سیکھ جائے گا۔ اگر ایک بڈھے کھوسٹ کو وہ کلمات سکھانے لگو تو وہ بھی ان کو سیکھ لے گا۔ ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ لیکن قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہو گا تو جس شخص کی نیکیوں کے پلڑے میں وہ ہوں گے وہ اسے بہت بھاری بنا دیں گے اور اُسے دوسرے پلڑے سے نیچا کر دیں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔ یہ کتنا چھوٹا سا کلمہ ہے۔ اگر تم اپنے دو سالہ بچے کو یاد کرانا چاہو تو وہ بھی اسے آسانی سے یاد کرے گا۔"

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 343)

سامعین! اس کے علاوہ بھی متعدّد مواقع پر سُبۡحَانَ اللّٰہ کے مبارک اَور مقدّس الفاظ بولے جاتے ہیں۔ جیسے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے، تو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سُبۡحَانَ اللّٰہِ کہتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت مبارکہ تھی کہ آپؐ کسی ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے تکبیر (اَللّٰہُ اَکۡبَرُ) اور اُترتے تسبیح (سُبۡحَانَ اللّٰہِ) پڑھا کرتے تھے۔ جیسے صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج و عمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ "اَللّٰہُ اَکۡبَرُ" کہتے اور یہ دعا پڑھتے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ وھُوَعَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

(صحیح بخاری، باب ما یقول اذا رجع من الحج او العُمرۃِ اَوِ الغزو)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اُسی کا ہے اور حمد اُسی کے لئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح باجماعت نماز کے دوران کوئی غیر معمولی بات ہو جائے یا امام الصلوٰۃ کو اُس کی غلطی کی طرف توجہ دلانی مقصود ہو تو اُس کو توجہ دلانے کے لئے سُبۡحَانَ اللّٰہِ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں باہم کوئی جھگڑا پیدا ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے ساتھ صلح کروانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مشغول ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس لیے بلال رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ! اگر تم چاہو۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تکبیر تحریمہ کہی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لیے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف دھیان نہیں دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کے لیے کہا، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف آکر صف میں کھڑے ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! نماز میں کوئی ایک امر پیش آنے پر تم تالیاں کیوں مارنے لگے تھے، یہ تالیاں مارنا تو عورتوں کا کام ہے۔ جس کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سُبْحَانَ اللّٰہ کہے کیونکہ جب بھی کوئی سُبْحَانَ اللّٰہ سنے گا وہ اُدھر خیال کرے گا اور اے ابو بکر! میرے اشارے کے باوجود تم لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے ؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بھلا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

(صحیح بخاری،کتاب الصلوٰۃ)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نماز میں سہو کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں گئے تا کہ ان میں صلح کروائیں پس نماز کا وقت آگیا اور مؤذن حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے ؟ مَیں اقامت کہوں ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور پہلی صف میں جاکر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو لوگ تالیاں پیٹنے لگے (تا حضرت ابو بکرؓ کو معلوم ہو جائے) لیکن حضرت ابو بکرؓ نماز میں کسی دوسری طرف کچھ توجہ نہ فرماتے۔ جب تالیاں پیٹنا تطویل پکڑ گیا تو آپ متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس عزت افزائی پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور حمد کی۔ پھر آپ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں مل گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ اے ابو بکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو پھر آپ کو کونسی چیز مانع ہوئی کہ نماز پڑھاتے رہتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ ابن ابی قحافہ کی کیا حیثیت تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا۔ پھر آپ نے (لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگوں نے اس قدر تالیاں پیٹیں۔ جسے نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے اسے چاہیے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے کیونکہ جب وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے گا تو خود ہی اس کی طرف توجہ ہو گی اور تالیاں پیٹنا تو عورتوں کا کام ہے۔

اس حدیث سے اگرچہ اور بہت سے سبق ملتے ہیں لیکن اس جگہ مجھے صرف ایک امر کی طرف متوجہ کرنا ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر کی کوشش یہی تھی کہ جس جس طرح سے ہو سکے لوگوں کی زبان پر خدا کا نام جاری کیا جائے۔ خود تو جس طرح آپ ذکر میں مشغول رہتے اس کا حال میں بیان کر چکا ہوں مگر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر ایک کی زبان پر یہی لفظ دیکھنا چاہتے تھے۔ آپؐ کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے اگر صحابہؓ نے تالیاں بجائیں تو یہ اُن کا ایک رواج تھا اور ہر ایک ملک میں اطلاعِ عام کے لیے یا متوجہ کرنے کے لیے لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ آج کل بھی جلسوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کسی لیکچرار کی کوئی بات زیادہ پسند آئے تو اس پر تالیاں پیٹتے ہیں تاکہ لوگوں کو توجہ پیدا ہو کہ یہ حصہ لیکچر خاص توجہ کے قابل ہے۔ پس تالیاں بجانا اس کام کے لیے رائج ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادِ الٰہی سے محبت دیکھو کہ آپؐ نے دیکھا کہ بعض دفعہ ضرورت تو ہوتی ہے کہ لوگوں کو کسی کام کی طرف متوجہ کیا جائے پھر کیوں نہ اسی ضرورت کے موقع پر بجائے اس بے معنی حرکت کے

لوگوں کو اس طرف لگا دیا جائے کہ وہ اپنے خیالات اور جوشوں کے اظہار کے لیے بجائے تالیاں بجانے کے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دیا کریں۔ کم سے کم ایسے موقع پر ہی خدا کا ذکر ان کی زبان پر جاری ہو گا......یاد رکھنا چاہیے کہ انسان جب کبھی کسی شے کی طرف توجہ کرتا ہے یا اسے ناپسند کرنے کی وجہ سے یا پسندیدگی کے باعث۔ تو ان دونوں صورتوں میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کے کلمہ کا استعمال نہایت باموقع اور بامحل ہے۔ اگر کسی انسان کے کسی فعل کو ناپسند کرتا ہے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ اس لیے کہتا ہے کہ آپ سے کوئی سہو ہوا ہے۔ سہو سے تو صرف خدا کی ہی ذات پاک ہے ورنہ ہر ایک انسان سے سہو ممکن ہے۔ اس مفہوم کو سمجھ کر آدمی اپنی غلطی پر متنبہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی عمدہ کام کر لے تو اس میں بھی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا جاتا ہے جس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام نقصوں سے پاک ہے اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اسے بھی پاک ہی پیدا کیا ہے۔ یہ کام جو کسی سے سرزد ہوا ہے یا یہ قول جو کسی کی زبان پر جاری ہوا ہے اپنی خوبی اور حسن میں خدا تعالیٰ کی پاکیزگی اور طہارت یاد دلاتا ہے جو تمام خوبیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔"

(الفضل یکم اکتوبر 1913ء)

سامعین! اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ: جب لوگوں نے میری نسبت جو بیان کیا اور مجھے خبر نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور تشہد پڑھا۔ اللہ کی تعریف کی اور اس کی صفت بیان کی جیسی اس کے لائق ہے پھر کہا: امابعد! مشورہ دو! مجھ کو ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے تہمت لگائی میرے گھر والوں کو، اللہ کی قسم! مَیں تو اپنی گھر والی پر کوئی بُرائی کبھی نہیں جانی اور جس شخص سے انہوں نے تہمت لگائی اس کی بھی کوئی بُرائی میں نے کبھی نہیں دیکھی اور نہ وہ کبھی میرے گھر میں آیا مگر اسی وقت جب مَیں موجود تھا اور جب مَیں سفر میں گیا وہ بھی میرے ساتھ گیا اور بیان کیا سارا قصہ حدیث کا اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آئے اور میری خادمہ سے حال پوچھا: اس نے کہا: اللہ کی قسم! مَیں نے عائشہ کا کوئی عیب نہیں دیکھا البتہ یہ عیب تو ہے کہ وہ سو جاتی ہیں پھر بکری آتی ہے اور ان کا آٹا کھا لیتی ہے یا خمیر کھا لیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اسے جھڑکا اور کہا سچ کہہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک کہ صاف کہہ دیا اس سے یہ واقعہ تہمت کا یا

سخت سست کہا اس کو وہ کہنے لگی: سُبۡحَانَ اللّٰہ، اللہ کی قسم! مَیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسا جانتی ہوں جیسے سنار خالص سرخ سونے کی ڈلی کو جانتا ہے یعنی بے عیب یہ خبر اس مرد کو پہنچی جس سے تہمت کرتے تھے۔ وہ بولا: سُبۡحَانَ اللّٰہ، اللہ کی قسم! مَیں نے کسی عورت کا کپڑا کبھی نہیں کھولا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ مرد اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اس روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ تہمت کرنے والوں میں مسطح تھا اور حمنہ تھی اور حسان تھا اور منافق عبد اللہ بن ابی وہ تو کھود کھود کر اس بات کو نکالتا پھر اس کو اکٹھا کرتا اور وہی بانی مبانی تھا اور حمنہ بنت جحش۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ، سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کے ذکر میں فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک ولی اللہ اور صاحب برکات وہی شخص ہے جس کو یہ جوش حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ نماز میں جو سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ اور سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کہا جاتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے جلال کے ظاہر ہونے کی تمنّا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت ہو۔ جس کی نظیر نہ ہو۔ نماز میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے یہی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ طبعاً جوش کے ساتھ اپنے کاموں سے اور اپنی کوششوں سے دکھاوے کہ اس کی عظمت کے برخلاف کوئی شے مجھ پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ جو لوگ اس کی مرضی کے مطابق جوش رکھتے ہیں۔ وہی موٴیّد کہلاتے ہیں اور وہی برکتیں پاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 395 ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا۔

"صحابہ کرام نے جو مذاق قرآن سے واقف تھے آیت کو سن کر اور لفظ خَلَتۡ کی تشریح فقرہ اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ میں پاکر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا۔ ہاں! ان کے دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی وجہ سے سخت غمناک اور چور ہو گئے اور ان کی جان گھٹ گئی اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اس آیت کے سننے کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ میرے جسم کو میرے پیر اٹھا نہیں سکتے اور مَیں زمین پر گرا جاتا ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ کیسے سعید اور وقّاف عند القرآن تھے کہ جب آیت میں غور کر کے سمجھ آگیا کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تب بجز اس کے کہ رونا شروع کر دیا اور غم سے بھر گئے اور کچھ نہ کہا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 230)

پھر حضورؑ فرماتے ہیں۔

"غور سے دیکھنا چاہیے کہ جس حالت میں اللہ جلّ شانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اوّلُ المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کی جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَعْظَمَ شَاْنُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

؎ موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تواند
جملہ دریں راہ طفیل تواند۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 163-164)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور عمران: جرمنی)

۞۞۞۞

﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔1166﴾

سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کے فوائد اور برکات

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

(یوسف:109)

یعنی تُو کہہ دے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ مَیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ مَیں بصیرت پر ہوں اور وہ بھی جس نے میری پیروی کی اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

معزز سامعین! مَیں گزشتہ دنوں سُبْحٰنَ اللّٰہِ کہنے کی ضرورت، اُس کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈال رہا تھا اور وقت کی کمی کے باعث یہ اہم موضوع مکمل نہیں کر پایا تھا۔ آج اسے مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہم سن آئے تھے کہ سُبْحٰنَ اللّٰہِ کے معانی ہیں کہ اللہ پاک ہے اور اِسے اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کی تعریف کرنی مقصود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اسی طرح انسان کامل کے نفس کا حال ہے کہ احکام الٰہی کی تخم ریزی سے عجیب سرسبزی لے کر اس کے اعمال صالحہ کے پودے نکلتے ہیں اور ایسے عمدہ اور غایت درجہ کے لذیذ اس کے پھل ہوتے ہیں کہ ہر یک دیکھنے والے کو خدا تعالیٰ کی پاک قدرت یاد آکر سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا پڑتا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ہشتم صفحہ 263)

پھر حضورؑ نے فرمایا۔

”خدا نے قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے یہ خبر دی ہے کہ اس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنی اونٹ جس پر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلاد شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کے لئے ان سے الگ ہو جائے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ! کس قدر روشن پیشگوئی ہے یہاں تک کہ دل چاہتا ہے کہ خوشی سے نعرے ماریں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ہشتم صفحہ 170)

پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا۔

”مسلم نے...... آخری زمانہ کے علامات کا ذکر کرتے ہوئے ایک نئی سواری کا ذکر کر کے یہ کہا کہ لَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا اور قرآن شریف نے اسی مضمون کو عبارتِ ذیل میں بیان فرما کر اور بھی صراحت کر دی کہ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ قرآن و حدیث کا تطابق اور پھر عملی رنگ میں اس دور دراز زمانہ میں جبکہ ان پیشگوئیوں کو 13 سو برس سے بھی زائد عرصہ گزر چکا ہے ان کا پورا ہونا ایمان کو کیسا تازہ اور مضبوط کرتا ہے۔ چنانچہ ایک اخبار میں ہم نے دیکھا ہے کہ شاہ روم نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ ایک سال کے اندر حجاز ریلوے تیار ہو جاوے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کیسا عجیب نظارہ ہو گا اور ایمان کیسے تازہ ہوں گے کہ جب پیشگوئی کے بالکل مطابق بجائے اونٹوں کی لمبی لمبی قطاروں کے ریل کی لمبی قطاریں دوڑتی ہوئی نظر آویں گی۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ہشتم صفحہ 184)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ تسبیحات کے ورد کے بارے بیان فرماتے ہیں۔

”صحابہؓ ذکرِ الٰہی میں ترقی کرنے کی اتنی کوشش کیا کرتے تھے کہ ان کی یہ جدوجہد وارفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ غرباء رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں، اسی طرح امراء نمازیں پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اسی طرح امراء روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم حج کرتے ہیں اسی طرح امراء حج کرتے ہیں مگر یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات اور چندے وغیرہ نہیں دے سکتے اس وجہ سے وہ نیکی کے میدان میں ہم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ امراء ہم سے

آگے نہ بڑھ سکیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا، میں تمہیں ایک ایسی ترکیب بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تم پانچ سَو سال پہلے جنت میں داخل ہو سکتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ترکیب یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو، وہ وہاں سے بڑی خوشی سے اُٹھے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم نے میدان مار لیا مگر کچھ دنوں کے بعد پھر وہی وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں جو بات اُس روز بتائی تھی وہ کسی طرح امیروں کو بھی پہنچ گئی اور اب انہوں نے بھی یہ ذکر شروع کر دیا ہے ہم اب کیا کریں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نیکی حاصل کرنے کا اُن کے دلوں میں اس قدر جوش پایا جاتا ہے تو میں انہیں روک کس طرح سکتا ہوں؟ یہ وہ فضیلت تھی جس نے صحابہؓ کو جیتی جاگتی مسجد بنا دیا تھا۔"

(انوار العلوم جلد 16 سیر روحانی صفحہ 49)

پھر حضرت مصلح موعودؓ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے۔ پس آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئیں لیکن آپ کو گھر پر نہ پایا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آمد کی وجہ سے اطلاع دے کر گھر لوٹ آئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے جناب کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی جس پر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ مَیں نے آپ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان میں آکر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی خنکی میرے سینہ پر محسوس ہونے لگی۔

جب آپ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتادوں جو اُس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو چونتیس دفعہ تکبیر کہو اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہو اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو پس یہ تمہارے لیے خادم سے اچھا ہوگا۔"

(الفضل 24 دسمبر 1913ء)

راہ مولیٰ میں تکلیف پر سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ورد

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں۔

"مولوی بُرہان الدین صاحب سِلسلہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ 1903ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ بڑا شاندار استقبال ہوا لیکن وہاں دشمنوں نے گالیاں بھی دیں۔ جب حضور واپس آنے لگے تو لوگ پتھر مارنے لگے، پتھروں کی کثرت کی وجہ سے گاڑی کی کھڑکیاں بند کر دی گئیں۔ مولوی صاحب بیچارے بوڑھے آدمی تھے، وہ ان لوگوں کے قابو چڑھ گئے کبھی داڑھی کھینچتے، کبھی مکّے مارتے، کبھی دھکّے دیتے وہ چلتے جائیں اور کہتے جائیں "سُبْحَانَ اللّٰہِ ساڈیاں ایسیاں قسمتاں کتّھوں" آخر لوگوں نے پکڑ کر اُن کے منہ میں گوبر ڈال دیا تو کہنے لگے "سُبْحَانَ اللّٰہِ ساڈی قسمت وچ ایہہ نعمتاں کتّھوں" تو مؤمن پر دین کی وجہ سے جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ اُس کی نجات کا موجب ہوتا ہے اِس سے اُسے گھبرانا نہیں چاہئے۔" (انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 10)

سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کے مزید مواقع

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم کی تلاوت کی علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک قسم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی تو جانور حرام ہو جائے گا۔ اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت وسیع کیا ہے۔ یعنی آپ نے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا

جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔ یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اور جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ پڑھا جائے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔

غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہوگی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق خوشخبری سنے تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیۡفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ حَبِیۡبَتَانِ اِلَی الرَّحۡمٰنِ کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہوگا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے

لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔

ان دو ذکروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہو گا۔ ایک تلاوت کا اور دوسرے ذکر کا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 503-504)

حصول تقویٰ کے لئے مختلف اذکار بشمول سُبْحَانَ اللّٰہِ

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پڑھتا رہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ جو کسی کی تعریف کرے وہ ممدوح چاہتا ہے کہ یہ بھی ایسا ہی بن جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر زور دیا۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ثابت کیا تو خدا نے فرمایا اے نبی! ہم نے تجھے بھی دنیا میں فرد بنا دیا۔ جو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے خدا کی دل و جان اور اپنے عمل سے بڑائی بیان کرے اسے اللہ بڑا بنا دے گا۔ اور جو اس کی تسبیح کرے گا خدا اسے پاک بنا دے گا۔ اور جو اس کا حامد بنے گا وہ محمود ہو جائے گا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 305)

سُبْحَانَکَ کہنا

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں۔

"ایک نیکی یہ بھی ہے کہ تہمت کا ذب کیا جائے۔ یعنی اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے تو اس کو رد کر دینا چاہئے۔ یہ بھی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔ اور تہمت کی تائید کرنا بڑا گناہ ہے۔ سورہ نور میں مومن کا خاصہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تہمت کا ذب کرتا ہے اور کہتا ہے سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ پس مومن کو حسن ظنی کرنی چاہئے نہ کہ بد ظنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ حسن ظنی کی کہ جو بات کسی نے سنائی

اسے مان لیا اور بیان کرنے والے کو جھوٹا نہ سمجھا مگر ہم کہتے ہیں اس طرح تم نے بد ظنی ہی کی۔ جو شخص موجود نہ تھا اس کے خلاف بات سن کر یقین کر لینا بد ظنی ہے۔"

(انوار العلوم جلد 7 صفحہ 36)

تسبیح و تحمید اور درود شریف کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"مَیں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے والی بن جائے اس طرح ہو کہ ہمارے مرد ہوں یا عورتیں روزانہ کم از کم دو سو بار تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ ہمارے نوجوان پندرہ سال سے پچیس سال تک کی عمر کے تینتیس دفعہ یہ تسبیح اور درود شریف پڑھیں اور ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر سات سال سے کم ہے جو ابھی پڑھنا نہیں جانتے ان کے والدین یا ان کے سرپرست (اگر والدین نہ ہوں) ایسا انتظام کریں کہ ہر وہ بچہ یا بچی جو کچھ بولنے لگ گئی ہے یا لفظ اٹھانے لگ گئی ہے ان سے تین دفعہ تسبیح و درود کہلوایا جائے...... آپ کھانا پکا رہی ہوتی ہیں آپ دیگچی میں چمچہ ہلا رہی ہوتی ہیں تا مسالحہ بھون لیں تو آپ اپنے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ پڑھ سکتی ہیں۔ آپ ہاتھ کی حرکت کے ساتھ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھ سکتی ہیں اس طرح جو کھانا تیار ہو گا وہ کھانے والوں کے معدہ میں صرف مادی غذا ہی مہیا نہیں کرے گا بلکہ آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں انہیں روحانی غذا اسے بھی حصہ ملے گا۔"

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 619-620)

سہو صلاۃ کے لئے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا

اِس کا کسی حد تک ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ تاہم اِس تقریر کے آخر پر ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَور ایک ہدایت بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک واقفِ نو نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جب امام نماز پڑھا رہا ہو، مثلاً تین رکعات کی بجائے دو پڑھا دے تو کیا کرنا چاہئے؟ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ" ایک دفعہ کہہ دو۔ اگر امام نے سن لیا تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو خاموش رہو اور بار بار نہ کہو۔ یہ نہیں کہ پہلے پہلی صف اور پھر دوسری صف والے "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہنا شروع ہو جائیں اور پھر تیسری صف

شروع کر دے۔ اس طرح بار بار کے کہنے سے امام کو بھول ہی جاتا ہے کہ میں نے کرنا کیا ہے، کیا غلطی ہو گئی ہے، وہ نماز میں کچھ کہہ نہیں سکتا، کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو اسلئے ایک دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا کافی ہے۔ امام کو سمجھ آ گیا تو ٹھیک ہے، نہیں یاد آتا تو خاموش رہو اور جب امام سلام پھیر دے تو اس کو یاد کروا دو کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں، پوری تین رکعات نہیں پڑھ سکے۔ تو امام سلام پھیرنے کے بعد پھر کھڑا ہو گا اور ایک رکعت پڑھا دے گا۔ سارے اس کے ساتھ پڑھیں گے اور رکعت کے بعد جب سلام پھیرنے لگے تو اس سے پہلے سجدہ سہو کے دو سجدے کرے گا اور سلام پھیر دے گا۔ بس ایک دفعہ امام کو یاد کروا دو۔ بعض دفعہ امام confuse بھی ہو جاتے ہیں۔ مجھے بھی بعض دفعہ لوگ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' اس طرح کہنے لگتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا کہ غلطی کیا کی ہے۔''

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ ایسا اتفاق ہو چکا ہے کہ کوئی کچھ نہیں بولا اور میں نے دو رکعات مغرب کی نماز کے بعد سلام پھیر دیا تو پھر نمازیوں نے کہا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، پھر ایک رکعت اور پڑھ لیتے ہیں۔ تو یہ ہو جاتا ہے، ہر ایک سے ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ چار کی بجائے پانچ رکعات پڑھا دی تھیں۔ صحابہؓ نے کچھ نہیں کہا۔ بعد میں کسی نے کہا کہ کیا نماز کے بارے میں نیا حکم آ گیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نہیں۔ تو کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہہ کر یاد کروا دینا تھا۔ بھول تو ہر ایک سکتا ہے۔ لیکن اگر امام کو یاد آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ سلام پھیرنے کے بعد نماز کا جو حصہ رہ گیا ہے، وہ پورا کر لے گا۔''

(الفضل انٹرنیشنل 19 تا 25 / جولائی 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور عمران: جرمنی)

۞۞۞۞

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔1167﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا بابرکت استعمال

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا ۟ وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (الاعراف:44)

کہ ہم اُن کے سینوں سے کینے کھینچ نکالیں گے۔ اُن کے زیرِ تصرّف نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ تمام حمد، اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچنے کی راہ دکھائی جبکہ ہم کبھی ہدایت نہ پاسکتے تھے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ یقیناً ہمارے پاس ہمارے ربّ کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے اور انہیں آواز دی جائے گی کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث ٹھہرایا گیا ہے بسبب اُس کے جو تم عمل کرتے تھے۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

معزز سامعین! اکثر قارئین اپنے مضامین، آرٹیکلز یا خطوط کے حوالے سے ادارہ کے gadgets پر رابطہ کرتے ہیں تو بعض اسلامی اصطلاحات کا استعمال بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات غلط ہوتا ہے۔ جیسے بعض دوست ”الحمد للہ لکھنے کی بجائے الحمداللہ لکھتے ہیں یعنی الحمد کے بعد الف لکھ دیتے ہیں جو درست نہیں۔ قرآن کریم کی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد پہلی آیت کو دیکھیں تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے یعنی الف کے بغیر۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے معنی تمام حمد، اللہ ہی کے لئے ہے ہیں۔ یہ اللہ کی تعریف ہے اسے ہر نیکی، خوبی، انعام ملنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حمد کے معنی تعریف کے ہیں۔ عربی میں تعریف کے لئے کئی الفاظ آتے ہیں۔ حمد، مدح، شکر، ثنا اللہ تعالیٰ نے حمد کا لفظ چنا ہے جو بلاوجہ نہیں۔ شکر کے معنی احسان کے اقرار اور اس پر قدر دانی کے اظہار کے ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہو تو صرف قدر دانی کے معنی ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حمد اس سے زیادہ مکمل لفظ ہے کیونکہ حمد صرف احسان کے اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ ہر حسین شے کے حسن کے احساس اور اس پر اظہار پسندیدگی اور قدر دانی کا نام بھی ہے۔ پس یہ لفظ زیادہ وسیع ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 18)

قرآن کریم میں کئی جگہ پر الحمد للہ کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً سب سے پہلے تو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الفاتحہ:2)

تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

پھر ذکر ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ؕ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ (العنکبوت:64)

کہ اگر تُو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ تُو کہہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے لیکن اکثر اُن میں سے عقل نہیں رکھتے۔

پھر فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ؕ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (لقمان:26)

یعنی اگر تُو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ تُو کہہ دے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے لیکن ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

سامعین! پھر ذکر ہوتا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (النمل:94)

کہ کہہ دے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ عنقریب تمہیں اپنے نشانات دکھائے گا۔ پس تم انہیں پہچان لوگے اور تیرا ربّ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم لوگ کرتے ہو۔

اور پھر فرمایا:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔ (الزمر:75)

یعنی وہ کہیں گے تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے پورا کر دکھایا اور ہمیں (اس موعودہ) ارض کا وارث بنا دیا۔ جنت میں جہاں چاہیں ہم جگہ بنا سکتے ہیں۔ پس عمل کرنے والوں کا اجر کتنا عمدہ ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کی حمد سے مراد اُس کی عظمت کے گُن گانا، اُس کی صفاتِ کمال پر اُس کی حمد و ثنا بیان کرنا اور اُس کی محبت و عظمت کے ساتھ اُس کی خوبیاں بیان کرنا ہے اور اللہ کی حمد کرنے میں بندوں کی ہی بھلائی ہے کیونکہ وہ اُس کی کبریائی بیان کرتے ہیں اور وہ انہیں اِس پر اجر و ثواب عطا کرتا ہے جس سے وہ فیض یاب ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے کہ اگر انسان اُس کی مدح کو اختیار کریں تو اِس سے اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر اِسے ترک کر دیں تو اُسے کوئی کمی لاحق نہیں۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کی ابتداء اپنی حمد سے کی اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ (الانعام:2)

تمام حمد اللہ ہی کی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پانچ سورتوں کی ابتداء حمد سے کی ہے اور اُن میں بتایا کہ بلاشبہ اُسی نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (الانعام)، کتاب نازل کی (الکہف)، فرشتوں کو پیغامبر بنانے والا اور خلق میں جو چاہے اضافہ کرنے والا (فاطر) یہ سب کچھ اُسی کی حمد سے ہے (سبا) تمام تعریف اسی کے لیے ہے (فاتحہ) اور اُس نے اپنی عظیم کتاب میں ان تمام امور پر محیط اپنی ربوبیت اور اپنی تعریف کی کہ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے رہتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِينَ يَحۡمِلُونَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُونَ بِهٖ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا

(المومن:8)

وہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے گرد ہیں وہ اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں جو ایمان لائے۔

پھر فرمایا:

وَالۡمَلَآئِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ (الشوریٰ:6)

یعنی اور بجلی کی گھن گرج اس کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے (تسبیح کر رہے ہوتے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفۡضَلُ الذِّكۡرِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَفۡضَلُ الدُّعَاءِ: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ یعنی سب سے افضل ذکر "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه" ہے اور سب سے افضل دعا "الحمد للّٰه" ہے۔

سامعین! الحمد للّٰہ رب العالمین کہنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، جو اس کی بڑی نعمتوں پر شکر گزاری کا بہترین ذریعہ ہے اور جو شخص دل سے الحمد للّٰہ کہتا ہے، اس کے لیے 30 نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور 30 بُرائیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر الحمد للّٰہ کہنے کی صورت میں ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں عام کر لینا چاہیے جیسا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے موقع پر نے ہمیں اس نعمت کے شکر ادا کرنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ فرماتے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسۡلِمِيۡنَ

(ترمذی کتاب الدعوات)

یعنی تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں کھلایا، ہمیں پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ "الحمد اللہ" کہے۔

(صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ (اپنے) بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اللہ کی حمد کرے۔

(صحیح مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی اپنے بستر پر آئے تو وہ سونے سے قبل تینتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھے تو یہ سبحان اللہ، اللہ اکبر کے ساتھ اُس کے لئے خادم سے بھی افضل ہے۔

(صحیح مسلم)

اور نیند کے بعد جس کی روح کو اللہ تعالیٰ لوٹا دے تو اُس کی عمر بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے اُس پر احسان کیا تاکہ وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلے۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نیند سے بیدار ہوتے تو کہتے تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اُسی کی طرف زندہ ہو کر لوٹنا ہے۔

(صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات زبان پر ہلکے پھلکے ہیں، ترازو میں وزنی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں اور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ العَظِیْم اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہایت عظمت والا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

سورۃ فاتحہ بھی حمد ہے اور اس کے پڑھے بغیر کوئی نماز درست نہیں ہوسکتی اور جب بندہ رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی مناجات اور اُس کی قبولیت کو حمدِ الٰہی کے ساتھ معلق کردینا ایک ایسا عمل ہے جو حمد کو نماز کی روح اور سُتون قرار دیتا ہے اور آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم رکوع کے بعد کھڑا ہونے والے اس رُکن میں مختلف الفاظ کے ساتھ اپنے رب کی بکثرت حمد بیان کرتے اور اِس کی حمد کو کثرت، پاکیزگی اور برکت کے ساتھ موصوف کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ رکوع کے بعد پڑھ رہا ہے۔ رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا جو اِن کلمات کو سب سے پہلے لکھنے کے لئے مقابلہ کر رہے تھے۔ (صحیح بخاری) اور جس نے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد سبحانَ اللّٰہِ والحمدُ للّٰہِ واللّٰہُ اَکبرُ پڑھا تو اُس کی ساری خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ اور آدمی اِس کے ذریعے ایسے اموال خرچ کرنے والوں کے رتبے کو حاصل کرلیتا ہے۔

(صحیح مسلم)

حج کے چار تلبیہ إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لاَ شَرِيكَ لَكَ بھی اللہ تعالیٰ کی انفرادیت پر مشتمل ہیں۔ اِسی طرح جن مجالسِ ذکر میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان ہوتی ہو اُن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں کہ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ پڑھ رہے ہیں اور دُعائیں مانگ رہے ہیں تو انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اَلْحَمْد میں شفاء ہے۔ صحابہؓ کے زمانہ میں ایک شخص کو جو کسی گاؤں کا نمبر دار تھا سانپ نے ڈسا تھا صحابہؓ نے اَلْحَمْد شریف پڑھ کر اس کا علاج کیا تھا اور اسے شفاء ہو گئی تھی۔ ایسا ہی ابن قیم نے لکھا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ میں تھا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تھی تو میں اکثر اَلْحَمْد کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کرلیا کرتا تھا۔ ابن قیم کا میں بہ سبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے۔ میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر اَلْحَمْد کو پڑھا اور انہیں شفا ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ سوچ سوچ کر اَلْحَمْد کو نماز میں پڑھا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 8)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے افراد کو بھی الحمد للہ پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے۔ پس آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئیں لیکن آپ کو گھر پر نہ پایا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آمد کی وجہ سے اطلاع دے کر گھر لوٹ آئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے جناب کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی جس پر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے آپ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان میں آکر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی خنکی میرے سینہ پر محسوس ہونے لگی۔ جب آپ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتا دوں جو اُس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو چونتیس دفعہ تکبیر کہو اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہو اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو پس یہ تمہارے لیے خادم سے اچھا ہو گا۔“

(الفضل 24 دسمبر 1913ء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ! مالدار لوگ تو درجات اور ہمیشہ کی نعمتوں میں بازی لے گئے۔ فرمایا کہ یہ کیونکر؟ عرض کی کہ جس طرح انہوں نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی پڑھی، جس طرح انہوں نے جہاد کیا تو ہم نے بھی کیا۔ لیکن انہوں نے اپنا وافر مال راہ خدا میں خرچ کیا جبکہ ہمارے پاس مال نہیں ہے۔ فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے باعث تم ان لوگوں کے برابر ہو جاؤ جو تم سے پہلے ہو گزرے اور اُن لوگوں سے بڑھ جاؤ جو تمہارے بعد آئیں گے اور تمہارے برابر کوئی نہ ہو سکے۔ مگر وہ جو تمہاری طرح کرے؟ تم اپنی ہر نماز کے بعد دس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، دس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور دس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز پکارا جائے گا کہ حَمَّادُون کھڑے ہو جائیں۔ تو ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا اور ان کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ پھر وہ جنت میں داخل ہونگے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ حَمَّا دُون کون لوگ ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد 6 صفحہ 62)

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے اس نے کہا اچھا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا کہ اب کیا حال ہے۔ اس نے کہا اچھا ہوں۔ پھر تیسری دفعہ پوچھا اس سے۔ تو اس نے کہا کہ اچھا ہوں اور خدا کی حمد و شکر ادا کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہی مَیں چاہتا ہوں کہ تم اِس طرح کہو۔

(مجمع الزوائد الھیثمی۔کتاب االبر و الصلۃ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت میں شکر گزاری کے جذبات پیدا کرنا چاہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ امت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا اور اُس کی حمد بیان کرنے والا ہو۔

سامعین! انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہی کرنی چاہیے کہ بعض موقع ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بے اختیار الحمدللہ کہہ اٹھتا ہے۔ یہاں خاکسار ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ سیالکوٹ سے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس قادیان جانے لگے تو الوداع کہنے کے لئے حضرت مولوی صاحب بھی ساتھ آ گئے۔ آپ جب اسٹیشن سے واپس آرہے تھے تو جو سلوک حضرت مولوی صاحب کے ساتھ کیا گیا اس کی مثالیں صرف قرونِ اولیٰ میں ہی نظر آتی ہیں۔ اس واقعہ کو خلفاء احمدیت نے متعدد دفعہ بیان فرمایا۔اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

”جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں اور دِق کیا۔ مولوی برہان الدین صاحب انہی میں سے ایک تھے۔ جب وہ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈے ان کے پیچھے ہو گئے۔ اور ان پہ گند پھینکا...... دیکھنے والوں نے بعد میں

بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحب کو جبرًا پکڑ کر ان کے منہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعودؑ نے روز روز آناں وے؟ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقع ملے۔"

(الفضل 10، اکتوبر 1945ء صفحہ 2)

اسی طرح جناب مولانا مولوی نور الدین صاحبؓ کی طبیعت 31 جولائی 1898ء سے بعارضہ دردِ شکم علیل تھی۔ تو حضرت اقدسؑ نے آدمی بھیج کر خبر منگوائی اور افاقہ کی خبر سُن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فرمایا۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 270 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تمام محامد اللہ ہی کے لیے ہیں اس میں یہ تعلیم ہے کہ تمام منافع اور تمدّنی زندگی کی ساری بہبودگیاں اللہ ہی کی طرف سے آتی ہیں کیونکہ ہر قسم کی ستائش کا سزاوار جب کہ وہی ہے تو معطی حقیقی بھی وہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ لازم آئیگا کہ کسی قسم کی تعریف وستائش کا مستحق وہ نہیں بھی ہے جو کفر کی بات ہے پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں کیسی توحید کی جامع تعلیم پائی جاتی ہے جو انسان کو دنیا کی تمام چیزوں کی عبودیت اور بالذّات نفع رساں نہ ہونے کی طرف لے جاتی ہے اور واضح اور بیّن طور پر یہ ذہن نشین کرتی ہے کہ ہر نفع اور سُود حقیقی اور ذاتی طور پر خداتعالیٰ کی ہی طرف سے آتا ہے کیونکہ تمام محامد اسی کے لئے سزاوار ہیں۔ پس ہر نفع اور سُود میں خداتعالیٰ ہی کو مقدم کرو۔ اس کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے اگر خلاف ہو تو اولاد بھی دشمن ہو سکتی ہے اور ہو جاتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 95)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنِّی الْحَزَنَ وَآتَانِی مَا لَمْ يُؤْتَ اَحَدٌ مِنَ الْعَالَم۔ اس خدا کی تعریف جس نے میرا غم دور کیا ہے اور مجھ کو وہ چیز دی جو اِس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی۔ (تذکرہ صفحہ 663 مطبوعہ 1969ء)

لیکن ان جذبات اور احساسات کو ہم نے وقتی نہیں رہنے دینا بلکہ دعا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی اعلیٰ سے اعلیٰ مثالیں رقم کرنے کا عہد کرنا چاہئے۔ ہم اُس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں جس نے عسر اور یسر میں اللہ تعالیٰ سے وفا اور اس کی حمد کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ آپ ابتدائی دور میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ چنانچہ دیکھو مرادیں بھر آئیں اور آپ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے۔"

(خطباتِ مسرور 2003ء صفحہ 17-18)

اللہ کرے ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والے بنیں۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔1168﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا استعمال

(حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔ (فاطر:35)

یعنی وہ کہیں گے کہ تمام تر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ یقیناً ہمارا ربّ بہت ہی بخشنے والا (اور) قدر دان ہے۔

سامعین! الحمدللہ عربی زبان کا ایک جامع کلمہ ہے جس کے معنی ہیں تمام تعریفیں اور شکر صرف اللہ ہی کے لیے ہیں۔ یہ جملہ اللہ کی صفاتِ کمال کی تعریف اور اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ قرآن کی پہلی آیت کا حصہ بھی ہے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف و توصیف جو محبت اور تعظیم کے ساتھ کی جائے، جس تعریف و توصیف میں محبت و تعظیم شامل نہ ہو اسے حمد نہیں مدح کہا جاتا ہے۔

امام ابن قیّم لکھتے ہیں کہ ہر اعلیٰ صفت، ہر اچھے نام، ہر عمدہ تعریف، ہر حمد و مدح، ہر تسبیح و تقدیس اور ہر عزت و جلال کی جو کامل ترین اور دائمی و ابدی شکل ہو سکتی ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے۔ اللہ کی جتنی بھی صفتیں بیان کی جاتی ہیں، جتنے بھی ناموں سے اس کو یاد کیا جاتا ہے اور جو کچھ بھی اللہ کی بڑائی میں کہا جاتا ہے

وہ سب اللہ کی تعریفیں ہیں اور اس کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس ہے۔ اللہ ہر عیب سے پاک ہے، ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں، مخلوق کا کوئی فرد اس کی تعریفوں کو شمار نہیں کر سکتا۔

(تیسیر الرحمن لبیان القرآن)

اللہ تعالیٰ ہی تمام حمد کا مستحق ہے اور اس کی حمد بیان کرنا اُس کے بندوں پر واجب ہے۔

آج خاکسار اپنی تقریر میں الحمدللہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کے کچھ ارشادات پیش کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"واضح ہو کہ حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی مستحق تعریف کے اچھے فعل پر کی جائے نیز ایسے انعام کنندہ کی مدح کا نام ہے جس نے اپنے ارادہ سے انعام کیا ہو۔ اور اپنی مشیت کے مطابق احسان کیا ہو۔ اور حقیقت حمد کما حقہ صرف اسی ذات کے لئے متحقق ہوتی ہے جو تمام فیوض وانوار کا مبدء ہو اور علی وجہ البصیرت کسی پر احسان کرے نہ کہ غیر شعوری طور پر یا کسی مجبوری سے۔ اور حمد کے یہ معنی صرف خدائے خبیر وبصیر کی ذات میں ہی پائے جاتے ہیں۔ اور وہی محسن ہے اور اول وآخر میں سب احسان اسی کی طرف سے ہیں۔ اور سب تعریف اسی کے لئے ہے اس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی اور ہر حمد جو اس کے غیروں کے متعلق کی جائے اس کا مرجع بھی وہی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، سورۃ الفاتحہ صفحہ 82)

سامعین! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن کی پہلی سورت سورۃ فاتحہ کو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ سے شروع کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس سورۃ کو الۡحَمۡدُ لِلّٰہ سے شروع کیا گیا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک حمد اور تعریف اس ذات کے لئے مسلم ہے جس کا نام اللہ ہے۔ اور اس فقرہ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سے اس لئے شروع کیا گیا کہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت روح کے جوش اور طبیعت کی کشش سے ہو اور ایسی کشش جو عشق اور محبت سے بھری ہوئی ہو ہرگز کسی کی نسبت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ شخص ایسی کامل خوبیوں کا جامع ہے جن کے ملاحظہ سے بے اختیار دل تعریف کرنے لگتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ کامل تعریف دو قسم

کی خوبیوں کے لئے ہوتی ہے۔ ایک کمال حسن اور ایک کمال احسان اور اگر کسی میں دونوں خوبیاں جمع ہوں تو پھر اُس کے لئے دل فدا اور شیدا ہو جاتا ہے۔ اور قرآن شریف کا بڑا مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی دونوں قسم کی خوبیاں حق کے طالبوں پر ظاہر کرے تا اُس بے مثل ومانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جائیں اور روح کے جوش اور کشش سے اُس کی بندگی کریں۔ اس لئے پہلی سورۃ میں ہی یہ نہایت لطیف نقشہ دکھلانا چاہا ہے کہ وہ خدا جس کی طرف قرآن بلاتا ہے وہ کیسی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو اسی غرض سے اس سورۃ کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ سب تعریفیں اس کی ذات کے لئے لائق ہیں جس کا نام اللہ ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الفاتحہ صفحہ 90)

پھر فرمایا:

"اصل یہ ہے کہ سب بھلائیاں اسی کی طرف سے ہیں اور وہی ہے کہ جو تمام بدیوں کو دور کرتا ہے پھر فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور تمام پرورشیں تمام جہان پر اسی کی ہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 111)

سامعین! حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

"غالباً 1901ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ مَیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضور علیہ السلام نے توحید باری تعالیٰ پر ایک تقریر فرمائی اور اس میں ارشاد کیا کہ

بعض لوگ کسی کے احسان پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہنے کے بغیر ہی **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہہ دیتے ہیں حالانکہ بہ نظرِ غایت دیکھا جائے تو از روئے معرفت یہ کلمہ بھی اپنے اندر ایک گونہ شرک کا پہلو رکھتا ہے کیونکہ احسان کرنے والے کی ذات اور وہ چیز جس کے ذریعے وہ محسن بنا ہے وہ بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس لیے ممنونِ احسان کو چاہیے کہ وہ **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توصیف و تحمید بیان کرے اور احسان ہونے پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہے کیونکہ معرفت اور حقیقت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ سب سے اوّل خالقِ اسباب کا شکریہ ادا کیا جائے پھر **جَزَاکَ اللّٰہُ** اس شخص کا بھی کہہ دے۔"

(حیاتِ قدسی صفحہ 134)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پبلک تقریر میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"یہ چند آیات جو مَیں نے پڑھی ہیں۔ یہ قرآن کریم کے ابتداء میں لکھی ہیں۔ غالباً ہر ایک مسلمان یا یوں کہو کہ ہر ایک مسلمان جو کبھی نماز پڑھتا ہوا ان کو یاد رکھتا ہے... اس سورۃ میں اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا واقعہ ہوئی ہے اور اس سورۃ پر غور اور تدبّر کرنے سے مجھے ایک اور ایک دو کی طرح ... کامل یقین ہے کہ اسی آیت نے دنیا پر احسان عام کرنا چاہا ہے۔ یہ آیت ایک مسلمان کو نوع انسان کے تمام راستبازوں اور برگزیدوں کی اتباع کی تعلیم دیتی ہے۔"

(خطابات نور صفحہ 481-482)

آپؓ حمد اور ثناء کے الفاظ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حمد کا لفظ قرآن شریف میں بھی آیا ہے اور حدیث میں بھی۔ لیکن ثناء کا لفظ قرآن شریف میں نہیں آیا البتہ حدیث میں آیا ہے۔ اور یہ غلط ہے کہ حمد کا لفظ صرف خدا کے لئے مخصوص ہے اور اوروں کے لئے جائز نہیں۔ دیکھو خود نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ محمد کا لفظ اَوروں کے واسطے آسکتا ہے۔ محمد کے معنے ہیں حمد کیا گیا۔ ایسا ہی مقام محمود، جگہ حمد کی گئی۔ غرض کہ قرآن شریف میں محمد رسول اللہ اور مقام محمود، دو جگہ اس بات کے ثبوت میں کافی ہیں کہ حمد کا لفظ غیر خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔"

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 473-474)

پھر فرماتے ہیں:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان حقیقی ایمان تھا۔ سب مسلمان اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتے ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنٰی یہ ہیں کہ سب سچی تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو ہر قسم کے نقصوں سے پاک اور تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ پس جس کے لئے سب تعریفیں ہوں گی وہی سب سے زیادہ حسین ہو گا اور جو سب سے زیادہ حسین ہو گا وہی زیادہ محبوب اور مطلوب ہو گا۔ اس لئے جو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کے

سوا کوئی حسین نہیں۔ لیکن اگر وہ اور چیزوں کی بھی پرستش کرتا ہے تو وہ حقیقت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے ثمرات سے بے خبر ہے۔

یوں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اپنے رنگ میں ہر ایک مذہب کا آدمی کہے گا مگر عمل اس کے مخالف ہو گا لیکن جن کو واقعی اس پر یقین ہو گا ان کا عمل ان کے ایمان پر گواہی دے گا۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو کہتے ہیں مگر ان کے اعمال اس پر گواہی نہیں دیتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ آپؐ نے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا کہ خدا کے لئے سب خوبیاں ہیں۔ پھر آپؐ نے اس قول کو زندگی کے ہر ایک شعبے میں نبھایا۔ فرانس کا ایک مشہور مصنف لکھتا ہے کہ ہم کچھ بھی (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کہیں۔ ہم کہیں کہ وہ پاگل تھا، مجنون تھا، اس نے دنیا میں ظلم کئے، اس نے سوسائٹی میں تفرقہ ڈالا مگر ہم اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ اس کو خدا کے نام کا سخت جنون تھا۔ ہم اور کچھ بھی کہہ دیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کو خدا سے تعلق نہیں تھا۔ وہ جو کچھ بھی کرتا اور وہ جس حالت میں بھی نظر آتا، خدا کا نام ضرور اس کی زبان پر ہوتا۔ اگر وہ کھانا کھاتا تو خدا کا نام لیتا، اگر کپڑا پہنتا تو خدا کا نام لیتا، اگر پاخانہ جاتا تو خدا کا نام لیتا، پاخانہ سے فراغت پاتا تو خدا کا نام لیتا، شادی کرتا تو خدا کا نام لیتا، غم میں مبتلا ہوتا تو خدا کا نام اس کی زبان پر ہوتا، کوئی پیدا ہوتا تو خدا کا نام لیتا، کوئی مرتا تو خدا کا نام لیتا، اگر اٹھتا تو خدا کا نام لیتا، اگر بیٹھتا تو خدا کا نام لیتا، سونے لگتا تو خدا کا نام لیتا، جاگتا تو خدا کا نام لیتا، صبح ہوتی تو خدا کا نام لیتا، شام ہوتی تو خدا کا نام لیتا۔ بہر حال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ بھی کہو مگر اللہ کے لفظ کا اس کو ضرور جنون تھا۔ یہ نمونہ ہے آپؐ کے اعمال کا کہ دشمن سے دشمن بھی مجبور ہے اس بات کا اقرار کرنے پر کہ آپؐ کے لب پر ہر وقت اور ہر حال میں اور آپؐ کی ہر ایک حرکت و سکون میں خدا ہی نظر آتا تھا۔"

(الفضل 14 دسمبر 1918ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الحمد للہ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

"سورہ فاتحہ جو قرآن شریف کا لب لباب ہے اس کی ابتداء اس طرح فرمائی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اے تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جو اوّل تو اللہ ہے۔ اللہ کے معنے خود قرآن شریف نے بتا دیئے ہیں۔ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہ اُس میں کسی قسم کی بدی اور نقص نہیں ہے۔ وہ تمام خوبیوں کا جامع اور تمام تعریفوں

سے متصف ہے اس لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی اللہ ہی کیلئے سب تعریفیں ہیں اور جب سارے نقصوں اور عیبوں سے وہی ایک ہستی ہے جو پاک ہے اور جب تمام صفات کا جامع اور تمام محامد کے لائق صرف اللہ ہی ہے تو پھر اور کس کی حمد ہو سکتی ہے، کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کی حمد کی جائے صرف اللہ ہی ہے جس کیلئے سب تعریفیں ہیں۔''

(خطبات محمود جلد 4 صفحہ 308)

پھر آپؓ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ربُّ العالمین ہے اس کے بڑے بڑے رحم انسان کے اوپر ہیں۔ کوئی ایسا انسان نہیں جو گن سکے کیونکہ ہر کام میں انسان اُس کا محتاج ہے۔ عمر بھر کے احسان کجا صرف صبح سے شام تک جو احسان اللہ تعالیٰ انسان پر کرتا ہے وہ بھی کوئی گننے بیٹھے تو نہیں گن سکتا اور پھر ہزاروں احسان تو ایسے ہیں کہ انسان خود بھی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً بیسیوں بیماریاں ہیں جو خود بخود پیدا ہوتی ہیں اور خود بخود اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور ہو جاتی ہیں۔ میں نے تجربہ کار ڈاکٹروں سے سنا ہے کہ جب انہوں نے کسی انسان کا پوسٹ مارٹم کیا تو معلوم ہوا کہ اسے سل ہوئی تھی جو اندر ہی اندر اچھی ہو گئی۔ یہ تو اس قسم کی بیماریوں کا حال ہے جو اپنا نشان پیچھے چھوڑ جاتی ہیں مگر کئی بیماریاں ایسی ہیں جو اپنا نشان نہیں چھوڑتیں۔ کیا معلوم کہ وہ کسی تعداد میں پیدا ہوئیں اور کب اللہ تعالیٰ کے فضل نے اُنہیں دور کر دیا۔ اِس طرح انسان کو بڑھاپے میں احتیاجیں ہیں۔ پھر جوانی میں، پھر اس سے پہلے بچپن میں، پھر اس سے پہلے ماں کے پیٹ میں، ان سب کو اللہ تعالیٰ کے احسان نے ہی پورا کیا ہے۔ پھر ماں کے پیٹ سے پہلے انسان جس حالت میں تھا پھر اس سے پہلے جسے ماں باپ بھی نہیں جانتے ان سب حالتوں میں بھی انسان خدا کے فضل سے ہی پہنچتا ہے ...... حالانکہ پیدائش سے پہلے پیدائش کے بعد جوانی بڑھاپے سے گزرتے ہوئے حشر و نشر تک ان احسانات کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ ان احسانات پر غور کرتے ہوئے ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اس ذات بابرکات کی فرمانبرداری کریں جو ان احسانات کا سرچشمہ ہے۔ مخلوقات میں سے تھوڑا سا بھی کوئی احسان کرتا ہے تو وہ احسان کر کے یہی چاہتا ہے کہ میرا فرمانبردار ہو۔ حالانکہ مخلوق میں سے جو احسان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے پھر جس چیز سے وہ احسان کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور پھر وہ شفقت اور مہربانی جو باپ یا ماں اپنے بیٹے

پر کرتے ہیں وہ بھی خدا ہی نے پیدا کی ہوئی ہے اس لئے اصل میں حمد کے لائق اور احسان ماننے کے قابل تو وہ ہستی ہے جو رب العالمین ہے جس کے احسانات احسانات ذرے ذرے پر ہویدا ہیں۔ دنیا میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جو کسی پر ذرا بھی احسان کرے تو وہ اس کی نافرمانی برداشت نہیں کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا یہ حال ہے کہ چور چوری کرتا ہے تو اس کے دیئے ہوئے ہاتھوں سے، اس کی دی ہوئی آنکھوں سے، اس کے دیئے ہوئے پاؤں سے، اس کے بنائے ہوئے رستہ پر چل کر اور اتنا نہیں سوچتا کہ میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا غلط طور پر استعمال کر کے سکھ پا سکتا ہوں۔ کیا جس نے دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں اس میں یہ طاقت نہیں کہ ان آنکھوں کو اندھا کر دے۔ کیا جس نے ہاتھ دیئے اس میں یہ طاقت نہیں کہ ان ہاتھوں کو توڑ دے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ ان سب کی باتوں پر جب مجموعی طور سے غور کیا جائے تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العلمین۔"

(خطبات محمود جلد 4 صفحہ 14-15)

پھر فرمایا:

"یہ تعلیم کہ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے ہر وقت خدا کو یاد رکھو۔ اس اخلاص، اس محبت، اس عشق، اس پیار، اس شیفتگی کا پتہ دیتی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے تھی۔ پھر اسی تعلیم کا اثر دیکھ کر مسلمانوں کے بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ کوئی بچہ گرتا ہے تو فوراً منہ سے حَسْبُكَ اللّٰہُ، جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو زبانیں پکار اٹھتی ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ آخر یہ بات کس نے ان کے دل میں ڈالی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ انسان اپنے پیارے کا نام کسی نہ کسی بہانے سے ضرور سننا چاہتا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا تو خدا تھا۔ آپؐ نے ہر حرکت و سکون ہر قول و فعل سے پہلے پیارے کا نام بتا دیا۔"

(انوار العلوم جلد اول صفحہ 369)

فرمایا:

"ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہو گی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق خوشخبری سنے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وقُعُوْدًا وعَلٰی جُنُوْبِکُمْ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمَانِ کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 503-504)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حصولِ تقویٰ کے مختلف اذکار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پڑھتا رہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ جو کسی کی تعریف کرے وہ ممدوح چاہتا ہے کہ یہ بھی ایسا ہی بن جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر زور دیا۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ثابت کیا تو خدا نے فرمایا اے نبی! ہم نے تجھے بھی دنیا میں فرد بنا دیا۔ جو اَللّٰہُ

اَکۡبَرُ کہہ کے خدا کی دل و جان اور اپنے عمل سے بڑائی بیان کرے اسے اللہ بڑا بنادے گا۔ اور جو اس کی تسبیح کرے گا خدا اسے پاک بنادے گا۔ اور جو اس کا حامد بنے گا وہ محمود ہو جائے گا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 305)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اپنے وقتوں کو ضائع نہ کریں۔ اپنی طاقتوں کو ضائع نہ کریں۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے سوتے جاگتے، آرام کرتے اور کام کرتے غرض جس حالت میں بھی ہوں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الفاتحہ:2) کا کثرت سے ورد کریں۔"

(خطابات ناصر جلد اوّل صفحہ 440)

آپؒ نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"مَیں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے والی بن جائے اس طرح ہو کہ ہمارے مرد ہوں یا عورتیں روزانہ کم از کم دو سو بار تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ہے یعنی سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ، سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اور ہمارے نوجوان پندرہ سال سے پچیس سال تک کی عمر کے تینتیس دفعہ یہ تسبیح اور درود شریف پڑھیں اور ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر سات سال سے کم ہے جو ابھی پڑھنا نہیں جانتے ان کے والدین یا ان کے سرپرست (اگر والدین نہ ہوں) ایسا انتظام کریں کہ ہر وہ بچہ یا بچی جو کچھ بولنے لگ گئی ہے یا لفظ اٹھانے لگ گئی ہے ان سے تین دفعہ تسبیح و درود کہلوایا جائے... آپ کھانا پکا رہی ہوتی ہیں آپ دیگچی میں چمچہ ہلا رہی ہوتی ہیں تا مسالحہ بھون لیں تو آپ اپنے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھ سکتی ہیں آپ ہاتھ کی حرکت کے ساتھ اللھم صلی علی محمد پڑھ سکتی ہیں اس طرح جو کھانا تیار ہو گا وہ کھانے والوں کے معدہ میں صرف مادی غذا سے بھی حصہ ملے گا۔"

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 619-620)

سامعین! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْحَمْدُ دو طرح سے پڑھا جاتا ہے ایک فاعلی حالت میں اور مفعولی حالت میں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا ایک مطلب یہ ہے کہ کامل حمد اللہ ہی کے لئے ہے اور کسی پر سجتی نہیں۔ جتنا مرضی تم زور لگاڈالو حمد کا مضمون خدا کے سوا کسی اور ذات پر صادق ہی نہیں آسکتا۔ ایک یہ معنیٰ بھی ہے اور دوسرا یہ کہ خدا کے سوا کوئی حمد کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ حمد وہ جو خدا کرے ورنہ بندے کی حمد کی کیا قیمت ہے اور کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے؟ نہ وہ حقیقت میں عالم الغیب ہے اور نہ عالم الشہادہ ہے۔ دھوکے کی دنیا میں رہتا ہے، خود کو دھوکے دے رہا ہے۔ لوگوں کے دھوکوں اور فریبوں کا شکار رہتا ہے۔ اس لئے کسی کی حمد کسی انسان کے لئے کچھ بھی معنی نہیں رکھتی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہاں حمد ہو تو خدا کی حمد ہو جس کی خدا حمد کرے۔"

(خطباتِ طاہر جلد 12 صفحہ 196)

سامعین! اب آخر میں اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا الحمدللہ کے بارے میں ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"عموماً ہم جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام کو دیکھتے ہیں تو اکثریت کے منہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام کے ذکر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نکلتا ہے، چاہے اُسے اَلْحَمْدُ کے گہرے معنی کا علم ہو یا نہ ہو۔ ایک ماحول میں اُٹھان کی وجہ سے یہ احساس ضرور ہے کہ چاہے تکلّفاً ہی کہا جائے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ضرور کہنا ہے۔ کم علم سے کم علم کو بھی یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس ایک احمدی کے منہ سے ہر ایسے موقع پر جس سے خوشی پہنچ رہی ہو، جس پر جب اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انعام مل رہا ہو، یا کسی بھی طریقے سے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے نواز رہا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ضرور نکلتا ہے، چاہے وہ کسی کی ذاتی خوشی ہو یا جماعتی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور یہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کے الفاظ کی ادائیگی ہر ایسے موقع پر ایک احمدی کے منہ سے ہونی بھی چاہئے۔ لیکن ان الفاظ کی ادائیگی کا اظہار الفاظ کہنے والے کے لئے اور بھی زیادہ برکت کا موجب بن جاتا ہے جب وہ سوچ سمجھ کر، اُس کی روح کو جانتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اس

زمانے کے امام اور مسیح موعود کو مانا ہے، مہدی موعود کو مانا ہے اور اس ایمان کی وجہ سے ہمیں اَلْحَمْدُلِلّٰہ یا کسی بھی قرآنی لفظ کے معانی اور روح کو سمجھنے میں دقت نہیں ہے، بشرطیکہ ہماری اس طرف توجہ ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس کی روح سے ہمیں روشناس کروایا ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ کی مختلف رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے۔ اس وقت مَیں ایک مختصر وضاحت حَمْد کے لفظ کی آپ کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ حمد اُس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی مستحق تعریف کے اچھے فعل پر کی جائے۔ نیز ایسے انعام کنندہ کی مدح کا نام ہے جس نے اپنے ارادہ سے انعام کیا ہو اور اپنی مشیئت کے مطابق احسان کیا ہو۔ اور حقیقتِ حمد کما حقہٗ صرف اُسی ذات کے لئے متحقق ہوتی ہے جو تمام فیوض و انوار کا مبدء ہو اور علی وجہ البصیرت کسی پر احسان کرے نہ کہ غیر شعوری طور پر یا کسی مجبوری سے۔ اور حمد کے یہ معنی صرف خدائے خبیر و بصیر کی ذات میں ہی پائے جاتے ہیں اور وہی محسن ہے اور اول و آخر میں سب احسان اُسی کی طرف سے ہیں اور سب تعریف اُسی کے لئے ہے، اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی اور ہر حمد جو اُس کے غیروں کے متعلق کی جائے، اُس کا مرجع بھی وہی ہے۔" (اردو ترجمہ از اعجاز المسیح۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل سورۃ فاتحہ صفحہ 74-75 مطبوعہ ربوہ)

پس یہ وہ تفصیل ہے جس کا لفظ حَمْد حامل ہے اور جب ان باتوں کو سامنے رکھ کر اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہا جائے تو وہ حقیقی حمد بنتی ہے جو ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی کرنی چاہئے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ حمد بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے استعمال ہوا ہے۔ بہر حال اس وقت مَیں اس اقتباس کے حوالے سے بات کروں گا، اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حمد کی وضاحت کے حوالے سے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے وہ یہ ہیں۔ ایک تو یہ بات کہ ایسی تعریف جو کسی مستحق تعریف کے اچھے فعل پر ہو اور انسانوں میں سے بھی مختلف لوگوں کی تعریف ہوتی ہے۔ لیکن فرمایا کہ جو تعریف کا مستحق ہے اور تعریف کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور

کون ہو سکتا ہے؟ پس ایک بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی اس لئے ہیں کہ وہی سب سے زیادہ تعریف کا حقدار ہے۔"

(خطبہ جمعہ 20؍ جولائی 2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں حمد کرنے والا بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔1169﴾

استغفار کی ضرورت اور برکات

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (ال عمران:136)

نیز وہ لوگ جو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر (کوئی) ظلم کریں تو وہ اللہ کا (بہت) ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ بخشتا ہے اور جو کچھ وہ کر بیٹھے ہوں اس پر جانتے بوجھتے ہوئے اِصرار نہیں کرتے۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط (ہود:4)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو، وہ تمہیں مقررہ وقت تک اچھا فائدہ دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔

کیا تضرّع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب
کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجھ کو شِتاب
اے عزیزو! اس قدر کیوں ہو گئے تم بے حیا
کلمہ گو ہو کچھ تو لازِم ہے تمہیں خوفِ خدا

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع ہے استغفار کی ضرورت اور برکات۔

استغفار کے لغوی معنی ہیں بخشش چاہنا۔ توبہ کرنا یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں، اپنی غلطیوں کی معافی طلب کرنا، اُس کی بخشش چاہنا کہ وہ ہماری غلطیوں کو معاف فرمادے۔ قرآن وحدیث کے اکثر مقامات پر جہاں توبہ کا ذکر ملتا ہے وہاں استغفار کا ذکر بھی لازمی آیا ہے۔ گویا یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ کیونکہ استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش مانگنا۔ چنانچہ استغفار کا تعلق تو زبان سے ہے کہ بندہ اپنی زبان کے ذریعے خدا سے بخشش ومغفرت مانگتا ہے۔ جبکہ توبہ کا تعلق دل سے ہے کیونکہ کسی گناہ پر ندامت وشرمندگی اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور آئندہ اس گناہ میں ملوّث نہ ہونے کا عہد دل ہی سے ہوتا ہے۔ مومن وہ ہے جسے کسی بھی گناہ کے بعد فوراً یہ احساس ہو جائے کہ اُس سے غلطی ہو گئی ہے۔ اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ غلطی اس کے خالق ومالک کی ناراضگی کا باعث بنے گی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اُس سے برداشت نہ ہو گی۔ اسی لیے وہ فوری طور پر اپنے اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر گڑ گڑاتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور وہ آئندہ ایسے گناہ نہ کرنے کا پکّا عزم کرتے ہوئے توبہ کرتا ہے کہ اے میرے ربّ! مجھے معاف فرمادے آئندہ یہ غلطی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار مومنوں کو اپنی سابقہ غلطیوں، کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کرنے اور آئندہ ایسی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے فرمایا وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ۔ (البقرہ:200) اللہ سے بخشش مانگو۔ صحابہؓ کے متعلق بیان فرمایا۔ وَبِالۡاَسۡحَارِ ھُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ (الذٰاریات:19) کہ وہ صبحوں کے وقت بھی استغفار میں لگے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نہ صرف اپنی لغزشوں کی بخشش کے لئے استغفار کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرنے اور ان کے لئے بخشش کی دُعا کرنے کی نصیحت بھی فرمائی۔ جیسے فرمایا: فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَمَثۡوٰکُمۡ۔ (محمد:20)۔ پس جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی لغزش کی بخشش طلب کر، نیز مومنوں اور مومنات کے لئے بھی اور اللہ تمہارے سفری ٹھکانوں کو بھی خوب جانتا ہے اور مستقل ٹھکانوں کو بھی۔

سامعین! کتب احادیث میں بھی استغفار کی بہت زیادہ فضیلت اور تاکید بیان ہوئی ہے۔ بلکہ اس توبہ واستغفار کو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں حسنِ ظن کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کوئی آدمی جنگل بیابان میں (کھانے پینے سے لدا) گمشدہ اونٹ کے مل جانے پر خوش ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الدعوات)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ امتوں میں سے مغفرت کا یہ واقعہ بڑے ذوق وشوق سے صحابہؓ کو سُنا کر استغفار کی جہاں تلقین فرمایا کرتے تھے وہاں اپنے خدا کے رحم اور انسانیت سے پیار کے ذکر پر بھی محظوظ ہوتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی نے 99 قتل کئے۔ آخر اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی۔ اس نے ایک بزرگ عالِم سے رابطہ کرکے اس گناہ سے توبہ بارے میں پوچھا۔ جس نے اسے ایک تارک الدنیا زاہد کے بارہ میں بتایا۔ وہ شخص اس کے پاس آیا اور توبہ بارے پوچھا۔ اس نے جواباً کہا کہ اس شخص کی توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے جس نے 99 قتل کئے ہوں۔ اس پر اس شخص نے اس عابد وزاہد کو بھی قتل کرکے اپنی سنچری مکمل کی۔ پھر اسے ندامت ہوئی۔ اسے ایک اور عالم کا پتہ بتایا گیا جس سے اس نے اپنی توبہ بارے سوال کیا۔ اس عالِ نے کہا کہ کیوں نہیں توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ تم فلاں بزرگ کے پاس جاؤ۔ وہ عبادت اور خدمتِ دین میں مصروف ہوں گے۔ وہ انسانیت کا قاتل اس بزرگ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ آدھے راستے میں اسے موت نے آلیا۔ تب اس کے بارہ میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے اسے جنت لے جانے کی کوشش کی کہ اس نے توبہ کرلی تھی اور عذاب کے فرشتے یہ کہتے رہے کہ اس نے نیکی کا کوئی کام نہیں کیا۔ یہ کیسے بخشا جا سکتا ہے؟ اس پر ایک فرشتہ انسانی صورت میں نمودار ہوا جسے ان دونوں قسم کے فرشتوں نے اپنا ثالث مقرر کرلیا۔ اُس نے دونوں کی باتیں سن کر کہا کہ جدھر سے یہ شخص آرہا تھا اور جدھر جارہا تھا دونوں ناپ لیں۔ اگر طے شدہ فاصلہ زیادہ ہے تو فرشتے اسے جنت کو لے جائیں۔ جب ناپا گیا تو منزل مقصود والا فاصلہ چھوٹا پایا گیا اور رحمت کو فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔

(مسلم کتاب التوبة باب قبول توبة)

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ طے شدہ فاصلہ کم تھا۔ فرشتوں نے اُسے کھینچ کر لمبا کر دیا کیونکہ یہ شخص توبہ کر چکا تھا اور خدا کو صدقِ دل سے کی گئی توبہ بہت پسند ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان خطاکار ہے اور بہترین خطاکار، توبہ کرنے والے ہیں۔

(ترمذی: کتاب: صفۃ القیامۃ والرقائق والورع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان بن جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرلے اور (گناہ سے) ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ (لیکن) اگر وہ ڈٹا رہے اور زیادہ (گناہ) کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے (پورے) دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یہی وہ ''رَانَ'' (زنگ) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں فرمایا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی خبر دار! حقیقت یہ ہے کہ اُن کے دلوں پر زنگ لگا دیا ان کسبوں نے جو وہ کیا کرتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد)

سامعین! انسان غلطیوں کا پُتلا ہے اور روزانہ انجانے میں بیسیوں غلطیاں کرجاتا ہے۔ وہ ان پر توبہ بھی کرتا ہے، استغفار بھی کرتا ہے مگر وہ غلطیاں نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ سرزد ہو جاتی ہیں۔ مگر خدا غفور رحیم ہے۔ وہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور بار بار کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی روٹین میں استغفار کو حرزِ جان بنانا چاہئے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

'' استغفار کے اصل معانی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی مَیں معصوم رہوں اور دوسرے معانی جو اس کے نیچے درجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بدنتائج جو مجھے ملنے ہیں ان سے محفوظ رہوں''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 685)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”توبہ استغفار کرتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو استغفار کرتا ہے اسے رزق میں کشائش دیتا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 365)

پھر فرمایا:

”روحانی سرسبزی کے محفوظ اور سلامت رہنے کے لئے یا اس سرسبزی کی ترقیات کی غرض سے حقیقی زندگی کے چشمہ سے سلامتی کا پانی مانگنا۔ یہی وہ امر ہے جس کو قرآن کریم دوسرے لفظوں میں استغفار کے نام سے موسوم کرتا ہے۔“

(نورالحق نمبر 1، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 357)

پھر حضورؑ استغفار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر کوئی تعویذ اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔ استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کے واسطے غموں سے سُبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے۔ استغفار بہت کرو۔ اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 688)

ایک شخص نے حضورؑ کی خدمت میں اپنی مشکلات کے ازالہ کے لئے عرض کی۔ حضورؑ نے فرمایا: ”استغفار کثرت سے پڑھا کرو اور نمازوں میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْتَغِیْثُ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھو۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 326-327 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! اسلامی تعلیمات اور کتب میں استغفار اور توبہ کے فضائل اور برکات اور اہمیت سے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ ایک مختصر سی تقریر میں ان سب کا بیان تو بہت مشکل ہے۔ استغفار گناہوں کے مٹانے کا باعث بنتا ہے اور جب گناہ بھسم ہو جائیں تو پھر انسان بے شمار برکات و فیوض کا وارث ٹھہرتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و احادیث میں مختلف اذکار کا ذکر ملتا ہے۔ اگر استغفار پڑھا جائے تو کیا دیگر اذکار کو نہ پڑھا جائے؟ یا کم پڑھا جائے؟ اس پر تو کوئی بحث نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں

بیان تمام اذکار کی اہمیت اپنی اپنی جگہ پر ہے اور اس کی برکات بھی انسان کو ملنے والی ہیں، ان اذکار کو ایسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ انسان مختلف خوشبوؤں والے صابن یولوشن سے نہاتا ہے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے، پھران پر پرفیوم بھی لگادیتا ہے توروحانی غسل کے لئے یہ تمام اذکارانسان کوصاف ستھرا بنانے کے لئے ہیں۔

احادیث اور کتب سلفیہ میں استغفار کے لئے مختلف الفاظ مذکور ہیں۔اس موقع پر ایک ایسا استغفار بیان کر رہا ہوں جس کے ساتھ ایسے الفاظ ہیں جن کے متعلق کہاجاتا ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام دنیااور دوسرے میں یہ الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ پلڑا بھاری ہو گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے:

" سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! مَیں آپؐ کو دیکھتی ہوں کہ آپؐ بکثرت کہتے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ مَیں جلدی ہی اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب مَیں اس کو دیکھ لوں تو بکثرت کہوں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ تو (وہ نشانی) میں دیکھ چکا ہوں۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ۔ فتح مکہ۔ وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ أَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْہُ إِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا جب اللہ کی نصرت اور فتح آ پہنچے (یعنی فتح مکہ) اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں بلاشبہ وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"

(صحیح مسلم)

سامعین! ستغفار کرنے سے انسان کے گناہوں کی بخشش، اللہ کی رضا اور اُس کی محبت ورحمت حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ عذاب کا ٹل جانا، کثرت سے خیر وبرکت اور دلوں کا روشن اور درجات کا بلند ہونا، زہد وتقویٰ پیدا ہونا، روزی میں کشادگی، مال واولاد میں اضافہ، بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات ملتی ہے اور جسمانی وروحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اُس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور وہ دنیاوی خواہشات کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہے لیکن اِس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

کی وحدانیت کا دل سے قائل ہو، عاجزی اور انکساری سے اُس کے حضور حاضر ہو اور اُس کے احکامات پر مکمل طور پر عمل کرے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ اُن سے بچنے کا اقرار کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ ندامت توبہ ہی ہے۔ (ابن ماجہ باب الزھد بَابُ ذِكْرِ التوبہ) نماز اور تہجد کا اہتمام کرے۔ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ رب کائنات رات کے آخری تہائی حصہ میں ہر رات دنیا سے قریب والے آسمان پر نازل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے اور دعا و استغفار کرے میں اس کی دعا کو قبول کروں اور کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور مَیں اسے عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور مَیں اسے بخش دوں۔

تو سامعین دیکھیں کہ ہمارے پیارے خدا کا اپنی مخلوق پر کتنا فضل اور احسان ہے کہ اس کی مخلوق دن رات اسکی نافرمانیاں کرتی ہے، لیکن پھر بھی وہ ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ فرماتا ہے اور فوری طور پر انہیں عذاب سے دوچار نہیں کرتا، بلکہ انہیں رزق اور عافیت سے نوازتا رہتا ہے اور اُن پر ظاہری نعمتوں کی بارش فرماتا ہے، پھر انہیں اُن کی سستی اور کوتاہی پر توبہ کی دعوت دیتا ہے، بلکہ اس پر انہیں مغفرت اور ثواب کا بھی وعدہ دیتا ہے۔

اپنے بندے کے توبہ استغفار کرنے پر خوش ہوتا ہے اور اُس کو دنیا میں اور آخرت میں بہترین نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے وہ اپنی مخلوق پر رحم کرتا ہے۔ وہ التوّاب ہے وہ ہر ایک کی سچے دل سے کی ہوئی توبہ قبول کرتا ہے، وہ اپنے بندوں کے لیے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے تاکہ وہ اُس کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے پر بہت بڑے ثواب، اور اچھے انجام کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ بعید نہیں کہ تمہارا ربّ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رُسوا نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ ان کا نور ان کے آگے بھی تیزی سے چلے گا اور ان کے دائیں بھی۔ وہ کہیں گے اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تُو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔ (التحریم:9) پھر فرماتا ہے سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے۔ پس

یہی وہ لوگ ہیں جن کی بدیوں کو اللہ خوبیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (الفرقان: 71)

سامعین! تمام انبیاء بھی اپنی قوموں کو استغفار کی تاکید کرتے رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا (نوح: 11) اپنے ربّ سے بخشش طلب کرو یقیناً وہ بہت بخشنے والا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: وَیٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ (ھود: 53) اور اے میری قوم! اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: وَاسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ (ھود: 62) پس اس سے استغفار کرتے رہو پھر اسی کی طرف توبہ کے ساتھ جھکو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: وَاسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ (ھود: 91) اور اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ (البقرہ: 129) یعنی اور اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے دو فرمانبردار بندے بنادے اور ہماری ذرّیّت میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار اُمّت (پیدا کر دے)۔ اور ہمیں اپنی عبادتوں اور قربانیوں کے طریق سکھا اور ہم پر توبہ قبول کرتے ہوئے جُھک جا۔ یقیناً تُو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

” خوب یاد رکھو کہ لفظوں سے کچھ کام نہیں بنے گا اپنی زبان میں بھی استغفار ہو سکتا ہے کہ خدا پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق دے اور یہی حقیقی استغفار ہے کچھ ضرورت نہیں کہ یونہی استغفر اللہ! استغفر اللہ! کہتا پھرے اور دل کو خبر تک نہ ہو۔ یاد رکھو کہ خدا تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔ اپنی زبان میں ہی خدا سے بہت دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ اس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ

مل جائے تو اچھی بات ہے بغیر دل کے صرف زبانی دُعائیں عبث ہیں، ہاں! دل کی دُعائیں اصلی دُعائیں ہوتی ہیں۔ جب قبل از وقت بلا انسان اپنے دل ہی دل میں خدا سے دُعائیں مانگتا رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے۔ تو پھر خداوند رحیم و کریم ہے وہ بلا ٹل جاتی ہے لیکن جب بلا نازل ہو جاتی ہے پھر نہیں ٹلا کرتی۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے دُعائیں کرتے رہنا چاہئے اور بہت استغفار کرنا چاہئے اس طرح سے خدا بلا کے وقت محفوظ رکھتا ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد2 صفحہ 360)

سامعین! استغفار کے لیے کوئی مخصوص وقت نہیں بلکہ انسان کو ہر وقت اللہ کے حضور توبہ استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی محرک رکھو تا کہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 25۔ ایڈیشن 2018ء)

توبہ استغفار کرنے کے لیے نماز ایک بہترین ذریعہ ہے۔ رکوع اور سجود میں کثرت سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں اکثر یہ کہا کرتے تھے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (صحیح البخاری کتاب الاذان) یعنی پاک ذات ہے تیری اے اللہ! جو ہمارا ربّ ہے اور تُو اپنی خوبیوں کے ساتھ ہے۔ اے اللہ! تُو میری مغفرت فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدے میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ اے اللہ! میرے سب گناہ معاف فرمادے، چھوٹے اور بڑے پہلے اور بعد کے ظاہر اور پوشیدہ۔ (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ: بَاب مَا يُقَالُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ

وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب الدُّعَاءِ) اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے عافیت دے اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپؐ مجھے دعا سکھائیں جو میں نماز میں کیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ دعا کیا کرو: اَللّٰھُمَّ ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِی اِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (صحیح البخاری کتاب الاذان) اے اللہ! مَیں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ سو اپنی جناب سے میری مغفرت فرما اور مجھے رحمت سے نواز۔ یقیناً تو ہی غفور رحیم ہے۔

ہمیں بھی یہ چھوٹی چھوٹی دعائیں یاد کرنی چاہئیں اور اپنی نمازوں میں انہیں دہراتے رہنا چاہیے۔ اور خاص طور پر آج کل دنیا میں جنگی حالات ہیں۔ ان حالات میں بھی دنیا کو محفوظ رکھنے کے لیے، اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے ہم احمدیوں کو بھی بہت استغفار کرنی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَ الَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ (النحل:129) تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنے والے خدا کی حمایت میں ہوتے ہیں اور وہ ہر وقت نافرمانی کرنے سے ترساں ولرزاں رہتے ہیں۔ آجکل دنیا کا اصول منافقانہ زندگی بسر کرنا ہوگیا ہے۔ اوّل اوّل انسان انسان سے نفاق کرتا ہے اور منافقانہ رنگ میں ہاں میں ہاں ملاتا ہے حالانکہ دلوں میں کدورت اور رنج و بغض بھرا ہوتا ہے۔ پھر یہ عادت ترقی کرتے کرتے ایسی بڑھتی ہے کہ خدا سے بھی منافقانہ تعلق کرنا چاہتا ہے اور خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ خدا عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے دل سے تو مومن ہوتا نہیں مگر خدا کے آگے مومن بننا چاہتا ہے۔ بھلا خدا کسی کے دھوکے میں آسکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

دیکھو! تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک متقی انسان کی خاطر دوسروں پر بھی رحم کرتا ہے اور اس کے اہل وعیال، خویش واقارب اور متعلقین پر بھی اثر پڑتا ہے اور اسی طرح سے اگر جرائم اور فسق وفجور کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا اثر بھی پڑتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ سے ڈرنا اور متقی بننا بڑی چیز ہے خدا اس کے ذریعہ سے ہزار آفات سے بچا لیتا ہے بجُز اس کے کہ خدا تعالیٰ کی حفاظت اس کے شامل ہو۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے بلا نہیں پکڑے گی اور کسی کو بھی مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ آفات تو ناگہانی طور

سے آجاتے ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ رات کو کیا ہو گا؟ لکھا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کھڑے ہوئے ۔ پہلے بہت روئے اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یاعباد اللہ! خدا سے ڈرو۔ آفات اور بلیّات چیونٹیوں کی طرح انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں بجزُاس کے کہ سچے دل سے توبہ استغفار میں مصروف ہو جاؤ۔ استغفار اور توبہ کا یہ مطلب نہیں جو آجکل لوگ سمجھے بیٹھے ہیں۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جبکہ اس کے معنے بھی کسی کو معلوم نہیں۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہ ایک عربی زبان کا لفظ ہے۔ ان لوگوں کی تو چونکہ یہ مادری زبان تھی اور وہ اس کے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے تھے۔ **استغفار** کے معنے یہ ہیں کہ خدا سے اپنے گزشتہ جرائم اور معاصی کی سزا سے حفاظت چاہنا اور آئندہ گناہوں کے سرزد ہونے سے حفاظت مانگنا۔ استغفار انبیاء بھی کیا کرتے تھے اور عوام بھی۔

بعض نادان پادریوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے استغفار کرنے سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ استغفار تو ایک اعلیٰ صفت ہے۔ انسان فطرتاً ایسا بنا ہے کہ کمزوری اور ضُعف اس کا فطری تقاضا ہے۔ انبیاء اس فطرتی کمزوری اور ضُعف بشریت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لہذا وہ دعا کرتے ہیں کہ یاالہیٰ! تو ہماری ایسی حفاظت کر کہ وہ بشری کمزوریاں ظہور پذیر ہی نہ ہوں۔ **غَفَرَ** کہتے ہیں ڈھکنے کو۔ اصل بات یہی ہے کہ جو طاقت خدا کو ہے وہ نہ کسی نبی کو ہے نہ ولی کو اور نہ رسول کو۔ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مَیں اپنی طاقت سے گناہ سے بچ سکتا ہوں پس انبیاء بھی حفاظت کے واسطے خدا کے محتاج ہیں۔ پس اظہارِ عبودیت کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اَور انبیاء کی طرح اپنی حفاظت خدا سے مانگا کرتے تھے۔ یہ ان لوگوں کا خیال غلط ہے کہ حضرت عیسیٰؑ استغفار نہ کرتے تھے۔ یہ ان کی بیوقوفی اور بے سمجھی ہے اور یہ حضرت عیسیٰؑ پر تہمت لگاتے ہیں۔ انجیل میں غور کرنے سے صریح اور صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جابجا اپنی کمزوریوں کا اعتراف کیا اور استغفار بھی کیا۔ اچھا! بھلا ایلی ایلی لما سبقتانی سے کیا مطلب؟ آبی آبی کر کے کیوں نہ پکارا؟ عبرانی میں **ایل** خدا کو کہتے ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ رحم کر اور فضل کر اور مجھے ایسی بے سروسامانی میں نہ چھوڑ (یعنی میری حفاظت کر)۔

در حقیقت مشکل تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بوجہ اختلاف زبان استغفار کا اصل مقصد ہی مفقود ہو گیا ہے اور ان دعاؤں کو ایک جنتر منتر کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کیا نماز اور کیا استغفار اور کیا توبہ؟ اگر کسی کو نصیحت کرو کہ استغفار پڑھا کرو تو وہ یہی جواب ملتا ہے کہ مَیں تو استغفار کی سو بار یا دو سو بار تسبیح پڑھتا ہوں مگر مطلب پوچھو تو کچھ جانتے ہی نہیں۔ **استغفار** ایک عربی لفظ ہے اس کے معنے ہیں طلبِ مغفرت کرنا کہ یا الٰہی! ہم سے پہلے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان کے بد نتائج سے ہمیں بچا کیونکہ گناہ ایک زہر ہے اور اس کا اثر بھی لازمی ہے اور آئندہ ایسی حفاظت کر کہ گناہ ہم سے سرزد ہی نہ ہوں۔ صرف زبانی تکرار سے مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

توبہ کے معنے ہیں ندامت اور پشیمانی سے ایک بد کام سے رجوع کرنا۔ توبہ کوئی بُرا کام نہیں ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ توبہ کرنے والا بندہ خدا کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ خدا کا نام بھی **توّاب** ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں اور افعالِ بد سے نادم ہو کر پشیمان ہوتا ہے اور آئندہ اس بد کام سے باز رہنے کا عہد کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رجوع کرتا ہے رحمت سے۔ خدا انسان کی توبہ سے بڑھ کر توبہ کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر انسان خدا کی طرف ایک بالشت بھر جاتا ہے تو خدا اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے۔ اگر انسان چل کر آتا ہے تو خدا دوڑ کر آتا ہے۔ یعنی اگر انسان خدا کی طرف توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی رحمت، فضل اور مغفرت میں انتہا درجہ کا اس پر فضل کرتا ہے۔ لیکن اگر خدا سے مُنہ پھیر کر بیٹھ جاوے تو خدا کو کیا پروا۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 336-339)

فرمایا:

" توبہ استغفار کرنی چاہئے۔ بغیر توبہ استغفار کے انسان کر ہی کیا سکتا ہے سب نبیوں نے یہی کہا ہے کہ اگر توبہ استغفار کرو گے تو خدا بخش دے گا۔ سو نمازیں پڑھو اور آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور پچھلے گناہوں کی معافی مانگو اور بار بار استغفار کرو تا کہ جو قوت گناہ کی انسان کی فطرت میں ہے وہ ظہور میں نہ آوے۔ انسان کی فطرت میں دو طرح کا ملکہ پایا جاتا ہے۔ ایک تو کسبِ خیرات اور نیک کاموں کے کرنے کی قوت ہے اور دوسرے بڑے کاموں کو کرنے کی قوت اور ایسی قوت کو روکے رکھنا۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور یہ قوت انسان کے اندر اس طرح سے ہوتی ہے جس طرح کہ پتھر میں ایک آگ کی قوت ہے اور استغفار کے یہی معنے ہیں کہ ظاہر میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور گناہوں کے کرنے والی قوت

ظہور میں نہ آوے۔ انبیاء کے استغفار کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ ہوتے تو معصوم ہیں مگر وہ استغفار اِس واسطے کرتے ہیں کہ تا آئندہ وہ قوت ظہور میں نہ آوے اور عوام کے واسطے **استغفار** کے دوسرے معنے بھی لئے جاویں گے کہ جو جرائم اور گناہ ہو گئے ہیں اُن کے بد نتائج سے خدا بچائے رکھے اور اُن گناہوں کو معاف کر دے اور ساتھ ہی آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔

بہر حال یہ انسان کے لئے لازمی امر ہے وہ استغفار میں ہمیشہ مشغول رہے۔ یہ جو قحط اور طرح طرح کی بلائیں دنیا میں نازل ہوتی ہیں اِن کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگ استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ مگر استغفار کا یہ مطلب نہیں ہے جو اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ کہتے رہیں اصل میں غیر ملک کی زبان کے سبب لوگوں سے حقیقت چھپی رہی ہے۔ عرب کے لوگ تو ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ مگر ہمارے ملک میں غیر زبان کی وجہ سے بہت سی حقیقتیں مخفی رہی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی دفعہ استغفار کیا۔ سو تسبیح یا ہزار تسبیح پڑھی مگر جو استغفار کا مطلب اور معنے پوچھو تو بس کچھ نہیں ہکا بکا رہ جاویں گے۔ انسان کو چاہئے کہ حقیقی طور پر دل ہی دل میں معافی مانگتا رہے کہ وہ معاصی اور جرائم جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں اُن کی سزا نہ بھگتنی پڑے اور آئندہ دل ہی دل میں ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے کہ آئندہ نیک کام کرنے کی توفیق دے اور معصیت سے بچائے رکھے۔

خوب یاد رکھو کہ لفظوں سے کچھ کام نہیں بنے گا۔ اپنی زبان میں بھی استغفار ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق دے اور یہی حقیقی استغفار ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ یونہی اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ کہتا پھرے اور دل کو خبر تک نہ ہو۔ یاد رکھو کہ خدا تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔ اپنی زبان میں ہی خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اِس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے۔ اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ مل جائے تو اچھی بات ہے۔ بغیر دل کے صرف زبانی دعائیں عبث ہیں ہاں دل کی دُعائیں اصلی دعائیں ہوتی ہیں۔ جب قبل از وقتِ بلا انسان اپنے دل ہی دل میں خدا تعالیٰ سے دُعائیں مانگتا رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے تو پھر خداوند رحیم و کریم سے وہ بلا ٹل جاتی ہے لیکن جب بلا نازل ہو جاتی ہے پھر نہیں ٹلا کرتی۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے دعائیں کرتے رہنا چاہیے اور بہت استغفار کرنا چاہیے۔ اس طرح سے خُدا بلا کے وقت محفوظ رکھتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہیے کہ کوئی امتیازی بات بھی دکھائے۔ اگر کوئی شخص بیعت کر کے جاتا ہے اور کوئی امتیازی بات نہیں دکھاتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہے جیسا پہلے تھا اور اپنے عیال و اطفال سے پہلے کی طرح ہی پیش آتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں۔ اگر بیعت کے بعد بھی وہی بد خلقی اور بد سلوکی رہی اور وہی حال رہا جو پہلے تھا تو پھر بیعت کرنے کا کیا فائدہ؟ چاہیے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسائیوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ خوب یاد رکھو کہ صاف ہو کر عمل کرو گے تو دوسروں پر تمہارا ضرور رعب پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا رعب تھا۔ ایک دفعہ کافروں کو شک پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بددُعا کریں گے تو وہ سب کافر مِل کر آئے اور عرض کی کہ حضور! بددُعا نہ کریں۔ سچے آدمی کا ضرور رُعب ہوتا ہے۔ چاہئے کہ بالکل صاف ہو کر عمل کیا جائے اور خدا کے لئے کیا جاوے تب ضرور تمہارا دوسروں پر بھی اثر اور رعب پڑے گا۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 372-374)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس استغفار کے معنے بیان کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے... سو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے“۔ (ریویو آف ریلیجنز جلد 1 نمبر 5 ر مئی 1902ء صفحہ 187-188)

یعنی جو استغفار کر رہا ہے اس کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بشری کمزوری کبھی ظاہر نہ ہو۔ انسان ہے، بشر ہے کمزوریاں ظاہر ہوتی ہیں۔ شیطان ہر وقت حملے کی تاک میں ہے۔ جب انسان روحانی لحاظ سے کمزور ہوتا ہے تو شیطان فوراً حملہ کرتا ہے۔ اس لئے شیطان سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب مسلسل انسان استغفار کرتا رہے اور مسلسل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش میں رہے۔ تبھی اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت کے حلقے میں ایک انسان رہ سکتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ ایک جگہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تو انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑ رہا ہے جہاں کمزوری آئی شیطان نے حملہ کیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ19/ستمبر2008ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں:

"پس حقیقی استغفار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اُن جذبات وخیالات سے بچنے کی دعا مانگی جائے جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے میں روک ہیں اور جب یہ معیار حاصل ہو جائے گا، یہ جذبات دبانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو پھر تُوْبُوْا اِلَیْہِ کی حالت پیدا ہو گی۔ وہ حالت پیدا ہو گی جب انسان پھر مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر جب یہ حالت ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقی استغفار اور توبہ صرف الفاظ دہرالینا یا منہ سے اَسْتَغْفِرُاللّٰہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی اپنی حالت کی تبدیلی کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے۔ جب انسان اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرتا ہے تو پھر انسان کے لئے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا ہے دینی اور دنیاوی فائدے ملتے ہیں۔ دنیا وآخرت کے فائدے اسی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مورد انسان بنتا ہے... حقیقی استغفار کیا ہے؟ ایسی استغفار جس سے روح گداز ہو کر بہہ نکلے۔ اور یہ روح گداز ہونا زبانی منہ سے استغفار کرنا نہیں ہے بلکہ وہ استغفار ہے کہ دل سے ایک جوش کی صورت میں استغفار نکلنی چاہئے۔ اور جب یہ نکلتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے آنکھ کے پانی کی صورت میں بہتی ہے تو پھر یہ ایک انسان میں انقلاب پیدا کرتی ہے اور تبدیلی لاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ12 جنوری2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔1170﴾

استغفار، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی نظر میں

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡکَارِ (المومن:56)

پس صبر کر۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنی بھول چوک کے تعلق میں استغفار کر اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ شام کو بھی تسبیح کر اور صبح بھی۔

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے
پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اِس کا علاج
آسماں اَے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

معزز سامعین! مجھے آج ایک اہم اور بابرکت اسلامی اصطلاح اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں کچھ کہنا ہے۔ یہ اسلامی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے جس کو استغفار اور توبہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم مَیں دن میں اللہ تعالیٰ سے ستّر (70) مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبیؐ فی الیوم واللَّیلَةِ حدیث نمبر 6307)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام استغفار کے بارے میں فرماتے ہیں:

" استغفار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے یہ لفظ غَفۡر

سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مُسْتَغْفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنے اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد لیا گیا کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے۔"

(عصمتِ انبیاء علیہم السلام، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 671)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

" استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا۔ اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی۔ جس کا نام تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ (ھود:4) ہے اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے۔ غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کر سکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہو گا یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ھود:3) سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پالو گے۔ ہر ایک حس کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارجِ ترقی کو حاصل کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 68-69، ایڈیشن 1984ء)

خدا اس قدر غفور و رحیم ہے کہ وہ انتظار کرتا ہے کب اس کا بندہ اس کے حضور گناہوں کی گٹھڑی لے کر آئے اور وہ اس کی مغفرت کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”یہ سچی بات ہے کہ توبہ اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ (البقرۃ:223) سچی توبہ کرنے والا معصوم کے رنگ میں ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں پھر آئندہ کے لیے خدا سے معاملہ صاف کر لے۔ اس طرح پر خدا کے اولیاء میں داخل ہو جائے گا اور پھر اس پر کوئی خوف و حزن نہ ہو گا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 594-595، ایڈیشن 1988ء)

پھر حضورؑ نے فرمایا:

” بعض لوگوں پر دکھ کی مار ہوتی ہے اور وہ ان کی اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ (الزلزال:9) پس آدمی کو لازم ہے کہ توبہ و استغفار میں لگا رہے اور دیکھتا رہے کہ ایسا نہ ہو، بداعمالیاں حد سے گذر جاویں اور خدا تعالیٰ کے غضب کو کھینچ لاویں۔ جب خدا تعالیٰ کسی پر فضل کے ساتھ نگاہ کرتا ہے تو عام طور پر دلوں میں اس کی محبت کا القا کر دیتا ہے۔ لیکن جس وقت انسان کا شر حد سے گذر جاتا ہے۔ اس وقت آسمان پر اس کی مخالفت کا ارادہ ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے منشاء کے موافق لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ مگر جونہی وہ توبہ و استغفار کے ساتھ خدا کے آستانہ پر گر کر پناہ لیتا ہے۔ تو اندر ہی اندر ایک رحم پیدا ہو جاتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ اس کی محبت کا بیج لوگوں کے دلوں میں بو دیا جاتا ہے۔ غرض توبہ و استغفار ایسا مجرب نسخہ ہے کہ خطا نہیں جاتا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 297-298 ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا:

”جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے نہ طیّب۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 413)

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھ پر بہت قرض ہے، دعا کیجیے۔ فرمایا:
”توبہ استغفار کرتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو استغفار کرتا ہے اسے رزق میں کشائش دیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 434، ایڈیشن 1988ء)

یعنی کثرت استغفار پریشانیوں اور مصائب و تنگ دستی کو دُور کرتا ہے۔
اسی طرح ایک شخص نے عرض کی کہ حضورؑ! میرے لیے دعا کریں کہ میری اولاد ہو جائے آپؑ نے فرمایا:
”استغفار بہت کرو۔ اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔ یاد رکھو یقین بڑی چیز ہے۔ جو شخص یقین میں کامل ہوتا ہے خدا تعالیٰ خود اس کی دستگیری کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 444، ایڈیشن 1988ء)

سامعین! تمام خلفاء سلسلہ توبہ و استغفار کی اہمیت و فضیلت کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلاتے رہے ہیں۔
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:
”ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے۔ دیکھو بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت ختم ہونے کے قریب آئے تو استغفار پڑھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے جب اٹھتے تو 70 سے 100 (بار) تک استغفار پڑھتے۔“

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 337-338)

حضرت خلیفۃ المسیح الاَولؓ استغفار کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں۔
”حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے دو امان نازل ہوئے تھے ایک تو ان میں سے اٹھ گیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود مگر دوسری امان قیامت تک باقی ہے اور وہ استغفار ہے۔ مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال:34) پس استغفار کرتے رہا کرو کہ پچھلی برائیوں کے بدنتائج سے بچے رہو اور آئندہ بدیوں کے ارتکاب سے۔“

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 69)

استغفار اور لَا حَوْل کا مطلب واضح کرتے ہوئے حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے ہیں۔

"...لاف زنی وغیرہ کی غلطیاں انسان میں جو ہوتی ہیں ان کا علاج اور نیز ہر ایک مرض کا علاج کثرت سے استغفار اور لَا حَوْل پڑھنا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ سابقہ گناہوں کے بد نتائج سے محفوظ رکھے اور آئندہ بدی کے ارتکاب سے حفاظت بخشے۔ استغفار اور لَا حَوْل کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تیری قوت کے بغیر مَیں کوئی بدی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ تیری قوّت کے بغیر کوئی نیکی کا کام کر سکتا ہوں۔ تب خدا نیکی کی توفیق بخشے گا۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 36)

پھر حضورؓ فرماتے ہیں۔

"تم میں سے بعض کمزور ہیں قوت فیصلہ نہیں رکھتے اور تاب مقابلہ ان میں نہیں۔ انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گر جائیں اور بہت دعائیں کریں اَلْحَمْد شریف پڑھ کر دعا کریں۔ اَلْحَمْد شریف، درود شریف، استغفار اور لَا حَوْل کثرت سے پڑھا کرو۔ میرا اعتقاد ہے لیکچر دینے میں، کلام کرنے میں مسائل کا جواب دینے میں دعاؤں سے کام لو اور اَلْحَمْد شریف کو ضرور پڑھو تم اس کی عادت ڈالو نامردی اور ناکامی کو دیکھو گے ہی نہیں۔ تمہارا کام دعا کرنا ہو اور سب سے ضروری مسئلہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ایمان رکھو۔ بندہ کمزور ہے وہ اللہ ہر آن میں تمہیں کروڑوں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔"

(خطابات نور صفحہ 449)

حضورؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ستّر بار استغفار کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کیسی معرفت تھی، کیسی احتیاط تھی، کس طرح خدا تعالیٰ سے خائف رہتے تھے اور باوجود اس کے کہ تمام انسانوں سے زیادہ آپ کامل تھے اور ہر قسم کے گناہوں سے آپؐ پاک تھے، خود اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ و نگہبان تھا مگر باوجود اس تقدیس اور پاکیزگی کے یہ حال تھا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خائف رہتے، نیکی پر نیکی کرتے، اعلیٰ سے اعلیٰ اعمال بجا لاتے، ہر وقت عبادتِ الٰہیہ میں مشغول رہتے مگر باوجود اس کے ڈرتے اور بہت ڈرتے۔ اپنی طرف سے جس قدر ممکن ہے احتیاط کرتے مگر خدا تعالیٰ کے غنا کی طرف نظر فرماتے اور اُس کے جلال کو دیکھتے تو اس بارگاہِ صمدیت میں اپنے سب

اعمال سے دستبردار ہو جاتے اور استغفار کرتے اور جب موقع ہوتا توبہ کرتے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ إِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ أَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خدا کی قسم! مَیں دن میں ستّر دفعہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی کمزوریوں سے عفو کی درخواست کرتا ہوں اور اس کی طرف جھک جاتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل سے گناہوں سے پاک تھے نہ صرف اس لیے کہ انبیاء کی جماعت مَعْصُوْمٌ عَنِ الْاِثْمِ وَالْجُرْمِ ہوتی ہے بلکہ اس لیے بھی کہ انبیاء میں سے بھی آپؐ سب کے سردار اور سب سے افضل تھے۔ آپؐ کا اس طرح استغفار اور توبہ کرنا بتاتا ہے کہ خشیتِ الٰہی آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپؐ اس کے جلال کو دیکھ کر بے اختیار اس کے حضور میں گر جاتے کہ انسان سے کمزوری ہو جانی ممکن ہے تُو مجھ پر اپنا فضل ہی کر۔ وہاں تو یہ خشیت تھی اور یہاں یہ حال ہے کہ ہم لوگ ہزاروں قسم کے گناہ کر کے بھی استغفار و توبہ میں کوتاہی کرتے ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔''

(الفضل 23 جولائی 1913ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ جب مَیں کسی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو ستّر بار استغفار پڑھتا ہوں اس کا مطلب لوگوں نے غلط سمجھ کر یہ خیال کیا ہے کہ گویا نعوذ باللہ آپؐ بھی گنہگار تھے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق استغفار نہ پڑھتے تھے۔ وجہ یہ کہ چونکہ آپؐ کا قلب بہت ہی صاف تھا اس لئے جب آپؐ مجلس میں بیٹھتے تو لوگوں کے جس قسم کے حالات ہوتے ان کا اثر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا اور جب کسی کا بُرا اثر آپؐ تک پہنچتا تو آپؐ استغفار کرتے کہ اس میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ پھر جب دوسرے کا اثر پہنچتا تو پھر آپؐ استغفار کرتے۔ کیونکہ نبی کو اپنے پیروؤں کی اصلاح کا خیال ہوتا ہے اور جب کسی میں کوئی کمزوری دیکھتا ہے تو اس کا دل دکھتا ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو استغفار کرتے تھے وہ دوسروں کی حالت کی وجہ سے ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے اور ان کی کمزوریوں کو دور کر دے۔ اور ستّر بار استغفار سے مراد کثرت سے استغفار کرنا

ہے کیونکہ ستّر کا عدد عربی میں کثرت کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ گن کر آپؐ ستّر دفعہ استغفار کرتے تھے۔"

(الفضل 4 ستمبر 1922ء)

استغفار کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مزید فرماتے ہیں۔

"جہاں آپؐ کی فتح کا ذکر آیا ہے وہاں ساتھ ہی استغفار کا حکم بھی آیا ہے جو آپؐ کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے تھا کہ دیکھنا ہم آپؐ کو بہت بڑی فتح اور عزت دینی چاہتے ہیں اور بے شمار لوگوں کو آپؐ کے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ پس یاد رکھو! جب تمہارے بہت سے شاگرد ہو جائیں تو تم خدا کے حضور گر جانا اور کہنا کہ الٰہی! اب کام انسانی طاقت سے بڑھتا جاتا ہے آپ خود ہی ان نوواردوں کی اصلاح کر دیجئے۔ ہم آپ کی دعا قبول کریں گے اور ان کی اصلاح کر دی جائے گی اور ان کی کمزوریوں اور بدیوں کو دور کر کے ان کو پاک کر دیا جائے گا۔ لیکن ان سب باتوں کو ملانے سے جہاں ایک طرف یہ اعتراض مٹ جاتا ہے کہ آپؐ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے وہاں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت ایک قوم ترقی کرتی اور کثرت سے پھیلتی ہے وہی زمانہ اس کے تنزل اور انحطاط کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے فتح کے ساتھ ہی استغفار کا ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ کسی قوم کے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جو وقت ہوتا ہے وہی وقت اس کے تنزل کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے۔"

(انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 162)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ استغفار کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہماری جماعت کے ذمہ تمام دنیا میں اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنا ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے ہماری تمام بشری کمزوریاں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر کے نیچے دبی رہیں اور ان کا ظہور نہ ہو۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ جماعت کے تمام مرد اور عورتیں جن کی عمر پچیس اور پندرہ کے درمیان ہے وہ دن میں 33 بار، جن کی عمر 7 سے 15 سال کے درمیان ہے وہ دن میں 11 بار اور چھوٹے بچے جن کی عمر 7 سال سے کم ہے وہ روزانہ کم از کم 3 بار استغفار کیا کریں۔"

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 619-620)

آپؒ فرماتے ہیں:

” استغفار تو ہر وقت ہی کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ جن کو توفیق دیتا ہے اور سمجھ عطا کرتا ہے وہ کوئی وقت بھی بغیر استغفار کے نہیں رہتے۔ بہت سی چیزوں کا انحصار عادت پر بھی ہوتا ہے اب ہم میں سے بہت سے گھروں سے نکلتے ہیں سودا لینے کے لئے بازار جاتے ہیں ہم اِدھر اُدھر کے پراگندہ خیالات ذہن میں رکھ کر بھی یہ فاصلہ طے کرسکتے ہیں اور ہم استغفار کرتے ہوئے بھی وہی فاصلہ طے کرسکتے ہیں ایک سیکنڈ بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا لیکن ایک صورت میں ہم نے اپنا وقت ضائع کردیا اور دوسری صورت میں ہم نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا تو یہ عادت ڈالنی چاہیے ہم میں سے ہر ایک کو کہ استغفار کو اپنا شعار بنائے خالی لفظ نہ ہوں جو اس کے منہ سے نکل رہے ہوں بلکہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کے ساتھ اس کا یہ احساس بھی پوری شدت کے ساتھ بیدار ہو کہ میں کچھ نہیں ہر طاقت، ہر علم، ہر روشنی، ہر بھلائی، ہر خیر میں نے اپنے رب سے حاصل کرنی ہے میرے اندر را اپنا ذاتی کوئی کمال نہیں ہے میرے اندر اگر کوئی خوبی میرے خدا نے رکھی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ میں اس بات کا اقرار کروں کہ میرے اندر کوئی ذاتی کمال نہیں اور اپنے رب کے ساتھ تعلق کو استوار اور پختہ کرنے کی کوشش کروں اور پھر ہمارا رب جو بڑا ہی مہربان ہے اور غفور ہے وہ ہماری حالت کو دیکھ کے اور ہماری التجا کو سن کر اپنے فضلوں کو ہم پر نازل کرے اور ہمیں طاقت بھی دے۔ ہمیں علم بھی دے ہمیں روحانی روشنی بھی دے جو اِس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ (الحدید:13) کے مطابق ہمارے کام آنے والی ہو اور ترقی کی راہیں ہم پر کھلتی رہیں۔“

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 974)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” وہ مؤمن جو ریاء نہیں کرتا بلکہ حیاء کرتا ہے اس کو تو کوئی بھی دیکھ نہیں رہا ہوتا تب بھی وہ شرمارہا ہوتا ہے۔ اپنی ذات سے شرمارہا ہوتا ہے اپنے خدا سے شرمارہا ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی طرح چھپالوں۔ اسی طرح استغفار ہے کیونکہ استغفار کا مطلب ہے اپنے آپ کو ڈھانپنا جیسے بعض دفعہ کیڑے جو روشنی برداشت نہیں کرسکتے وہ زمین کو کریدتے ہوئے زمین میں چھپ جاتے ہیں اپنے اوپر مٹی ڈال لیتے ہیں۔ پس ایسے وہ مؤمن جو خدا کے نور سے اس لئے شرماتے ہیں کہ وہ بد ہیں اور ان کے اندر

کمزوریاں ہیں وہ اپنے اوپر استغفار کے پردے ڈالتے ہیں اور وہی استغفار ہے جو قبولیت کی اہلیت رکھتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کو سچی توبہ نصیب ہوتی ہے۔

پس ہمیں ان معنوں میں اپنی بدیوں کو ڈھانپنا چاہئے کہ ہمارا ڈھانپنے کا مقصد ریاکاری نہ ہو بلکہ حیاء ہو اور اس حیاء کے نتیجے میں سچی استغفار پیدا ہو اور استغفار کے نتیجے میں ہم مسلسل کوشش بھی کریں اور دعائیں بھی کریں۔"

(خطباتِ طاہر جلد 9 صفحہ 441)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

" نیتوں کی جڑوں کا علاج توبہ سے ہوتا ہے، توبہ اور استغفار، پہلے توبہ ہے اور پھر استغفار ہے توبہ کے بغیر استغفار کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو جس مضمون کو توبہ کہا جاتا ہے اس کا نقشہ یہ ہے کہ آپ اپنی جڑوں کو باری باری ایک ایک کر کے ننگا کریں۔ لوگوں کے سامنے نہیں بلکہ اپنے سامنے آپ کے اندر اپنے حالات کے متعلق جو روشنی پیدا ہوگی وہی روشنی ہے جو بعد میں نور بن جایا کرتی ہے اور یہ روشنی ضروری ہے اس کے بغیر نور نہیں بن سکتا۔ ہم جنس چیز سے اسی جنس کی چیز بنتی ہے خواہ ان کے اخلاق میں زمین و آسمان کا فرق ہو۔ نور کے لئے ایک نور کی ضرورت ہے اور اندر کی روشنی وہ پہلا نور ہے جو سچائی کے ساتھ آپ کو اپنے حالات سے آگاہ کرے۔ ہر سفر اختیار کرنے سے پہلے، ہر حرکت سے پہلے، ہر قدم اٹھانے سے پہلے عادت ڈالیں کہ اپنی نیت کا جائزہ لے لیں اس کو اچھی طرح کھنگال کر دیکھیں۔ معلوم کر لیں کہ اصل کیا ہے اس کے بعد نہ آپ اپنے نفس کو دھوکا دے سکتے ہیں نہ کسی اور کو دھوکا دینے کے لئے رجحان پیدا ہوگا کیونکہ یہ ایک ایسی کوشش ہے جس کے نتیجے میں سچائی سے پہلے سے زیادہ وابستگی ہو جاتی ہے۔ جو شخص اپنے دل کے چھپے ہوئے حالات کو اپنے اوپر کھولتا ہے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بدیوں کو دیکھ لیتا ہے اس کے اندر تقویٰ کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر ایک ایسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کے دل کی روشنی کو الٰہی نور میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پس اس طرح اپنی نیتوں کو ٹٹولنا شروع کریں اور جہاں بدی دیکھیں وہاں ٹھہر کر اس کے علاج کے متعلق غور کریں توبہ سے کام لیں اور توبہ اکیلی کافی نہیں ہوا کرتی جب تک کہ دوبارہ اس جڑ کو ڈھانپا نہ جائے اور اس دفعہ کا جو ڈھانپنا ہے اس کا نام استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اس سے کہیں کہ میری جڑ تو ننگی ہوگئی، اس کے حال سے میں خوب مطلع

ہو گیا اب دوبارہ میں اسے ڈھانپتا ہوں لیکن اسے زندگی بخشا اور صحت بخشا اب تیرا کام ہے اس لئے تو اپنے فضل کی مٹی سے اسے ڈھانپ دے تا کہ یہ صحت مند نشو نما پا سکے۔ اس طرح اگر آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے حالات اور اپنی نیتوں کی اصل اور کنہ سے واقف ہونے کی کوشش شروع کر دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ روزانہ آپ ایک نیا سفر کریں گے۔ روزانہ اپنے نفس کا ایک نیا مشاہدہ آپ کو نصیب ہو گا۔"

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 680-681)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں استغفار کے متعلق وقتاً فوقتاً نصائح فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا۔

" پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ استغفار کرتے ہوئے اپنے گزشتہ گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے مستقل خدا کے سامنے جھکا رہے۔ اور جب اِس طرح عمل ہو رہے ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں لے لے گا۔ اور جو خدا تعالیٰ کی پناہ میں آ جائے تو اسے جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا شیطان کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اب اس سے وہی عمل سرزد ہو رہے ہوں گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے عمل ہوں گے۔ وہ تمام برائیاں ختم ہو جائیں گی جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں روک ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مئی 2005ء)

ایک بچے نے سوال کیا کہ کوئی نیک کام کرنے سے پہلے جب شیطان ہمیں بہکاتا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بہت سادہ سا جواب عنایت فرمایا کہ

"تَعَوُّذ اور استغفار پڑھیں، ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 اکتوبر 2020ء)

ایک خادم نے سوال کیا کہ حضور! بعض دفعہ نماز میں توجہ اِدھر اُدھر ہو جاتی ہے پس نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کے لیے کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا۔

"...... جب آپ اکیلے نماز ادا کر رہے ہوں، سنت ادا کر رہے ہوں یا گھر میں (انفرادی) نماز ادا کر رہے ہوں تو آپ۔ " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ"، " لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" اور " اَسْتَغْفِرُ

اللّٰہَ" پڑھیں۔ اور جس جگہ بھی آپ کو پتا چلے کہ آپ کی توجہ بٹ رہی ہے تو ان ذکر کو پڑھیں اور پھر وہیں سے شروع کر دیں۔ مثلاً آپ سورۃ الفاتحہ میں "مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ" ادا کرنے کے بعد (آپ کی توجہ) کمپیوٹر کے کسی مسئلہ کو حل کرنے یا میتھ کا سوال حل کرنے یا پھر ڈرامے کے کسی کریکٹر کی طرف چلی گئی ہو تو پھر۔ " اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ" اور " اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ" پڑھیں اور دوبارہ " اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ" سے شروع کریں۔ اور بار بار اس طرح کرتے چلے جائیں اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں۔ خدا تعالیٰ بھی مدد فرمائے گا۔ یہ ایک مسلسل کوشش ہو گی تو پھر کچھ عرصے بعد جب آپ کافی ٹرین ہو جائیں گے تو (ان شاء اللہ) پھر آپ کی توجہ نہیں بٹے گی۔"

(ملاقات خدام الاحمدیہ Midlands ریجن، منعقدہ 10 ستمبر 2020ء)

سامعین! پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے سوال کیا کہ حضور! پہلے جہاں گھر امن کی جگہ تھے اب خاندانوں کو گھروں کے اندر انٹرنیٹ اور ٹی وی کی بداخلاقیوں کی وجہ سے مشکلات کا سامنا ہے اور یوں برائی کی طرف مائل کرنے والے بہکاوے گھروں میں اور گھروں سے باہر ہر جگہ موجود ہیں۔ معاشرے میں ایسی بہت سی بہکانے والی چیزوں کی موجودگی کے پیش نظر حضور کی کیا نصیحت ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد اسے کیسے برقرار رکھا جائے؟ کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"ہمیں کثرت سے استغفار اور لَاحَوۡلَ پڑھنا چاہیے۔ اگر استغفار صحیح طور پر کیا جائے تو یہ بہت طاقتور ہو سکتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خود کو گناہ سے بچانے کے لیے اور نیکی کی حالت برقرار رکھنے کے لیے کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔ انبیاء اپنی قوم اور اپنے پیروکاروں کے لیے استغفار کیا کرتے تھے نہ کہ اپنے لیے اور وہ استغفار اس لیے بھی کرتے تھے تاکہ ماضی میں جو ان کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ملی اس پر شکر ادا کر سکیں۔ یوں ماضی کے گناہوں کو مٹانے کے لیے اور مستقبل میں گناہوں سے بچنے کے لیے شکر گزاری کی خاطر ہر کسی کو استغفار کو اپنانا چاہیے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 27 مئی 2021ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴾15﴿ ﴾مشاہدات۔1171﴿

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کا اسلامی حکم

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔(البقرہ:157)

یعنی اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کے الفاظ فوتیدگی یا گمشدگی یا کسی نقصان پر بولے جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، کسی مصیبت یا تکلیف پر یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

حضرت اُمُّ المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”جس مسلمان کو کوئی مصیبت پیش آئے، تو وہ گھبرا کر اللہ کے فرمان کے مطابق یہ دعا پڑھے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ عِنْدَكَ احْتَسَبْتُ مُصِیْبَتِیْ فَاْجُرْنِیْ فِیْھَا وَعُضْنِیْ مِنْھَآ اِلَّا اٰجَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْھَا وَعَاضَہٗ خَیْرًا مِّنْھَا۔ یعنی ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! مَیں نے تجھ ہی سے اپنی مصیبت کا ثواب طلب کیا، تو مجھے اس میں اجر دے اور مجھے اس کا بدلہ دے“ جب یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا اور اس سے بہتر

اس کا بدلہ عنایت کرے گا۔ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میرے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، تو مجھے وہ حدیث یاد آئی، جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر مجھ سے بیان کی تھی، چنانچہ مَیں نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ احْتَسَبْتُ مُصِيْبَتِيْ هٰذِهٖ فَأْجُرْنِيْ عَلَيْهَا فَإِذَآ أَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ: وَعِضْنِيْ خَيْرًا مِّنْهَا۔ 'مجھے اس سے بہتر بدلا دے'' کہنے کا ارادہ کیا تو دل میں سوچا: کیا مجھے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر بدلہ دیا جا سکتا ہے؟ پھر مَیں نے یہ جملہ کہا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بدلہ میں دے دیا اور میری مصیبت کا بہترین اجر مجھے عنایت فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز)

اسی طرح جب مکہ والوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس غمناک خبر سننے پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکالے گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے اپنے نبی کو نکال دیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یہ لوگ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں، انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ بھی مظلوم ہیں۔ بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔ تو مَیں نے سمجھ لیا کہ اب جنگ ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''یہ پہلی آیت ہے جو جنگ کے بارے میں اتری ہے۔''

(سنن نسائی، کتاب الجهاد باب وجوب الجهاد)

بعض مسلمانوں کی حالت بگڑنے پر اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنے کے حوالے سے روایت ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے جو قرآن پڑھ رہا تھا قرآن پڑھ کر وہ مانگنے لگا۔ تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، پھر کہا: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے جو قرآن پڑھے تو اسے اللہ ہی سے مانگنا چاہئے۔ کیونکہ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو قرآن پڑھ پڑھ کر لوگوں سے مانگیں گے۔

(سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے بچہ کو وفات دیتا ہے تو اپنے ملائکہ سے کہتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی رُوح قبض کی؟ اس پر فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں ہمارے اللہ! پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کی کَلی توڑلی۔ فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں، ہمارے اللہ! پھر وہ پوچھتا ہے۔ اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے تم میرے اس صابر وشاکر بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بَیۡتُ الۡحَمۡد رکھو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 589 صفحہ 555)

حضرت مسیح موعودؑ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”غرض مختلف قسم کے ابتلاء اور عوارض انسان پر آتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ ایسی صورت میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور اس کی تقدیر کے لئے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ وہ بڑی شرحِ صدر سے کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ: 157) کسی قسم کا شکوہ اور شکایت یہ لوگ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ۔ الخ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو مشکلات میں راہ دکھا دیتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ بڑا ہی کریم و رحیم اور با مروّت ہے۔ جب کوئی اس کی رضا کو مقدم کرلیتا ہے اور اُس کی مرضی پر راضی ہو جاتا ہے تو وہ اُس کا بدلہ دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ غرض یہ تو وہ مقام اور مرحلہ ہے جہاں وہ اپنی بات منوانی چاہتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 348-349 ایڈیشن 2016ء)

پھر حضورؑ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ہر ایک امر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس واسطے مسلمان خوشی کے وقت اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اور غمی اور ماتم کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کہہ کر ثابت کرتا ہے کہ واقع میں اس کا ہر کام میں مرجع صرف خدا ہی ہے جو لوگ خدا تعالیٰ سے الگ ہو کر زندگی کا کوئی حظ اٹھانا چاہتے ہیں وہ یاد

رکھیں کہ ان کی زندگی بہت ہی تلخ ہے کیونکہ حقیقی تسلّی اور اطمینان بجز خدا میں محو ہونے اور خدا کو ہی ہر کام کا مرجع ہونے کے حاصل ہو سکتا ہی نہیں۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ 345 ایڈیشن1984ء)

پھر حضورؑ فرماتے ہیں۔

”ثمرات میں اولاد بھی داخل ہے اور محنتوں کے بعد آخر کی کامیابیاں بھی مراد ہیں ان کے ضائع ہونے سے بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ امتحان دینے والے اگر کبھی فیل ہو جاتے ہیں تو بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ خودکشیاں کر لیتے ہیں...... غرض اس قسم کے ابتلاء جن پر آئیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو بشارت دیتا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ یعنی ایسے موقع پر جہد کے ساتھ برداشت کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ یاد رکھو کہ خدا کا خاص بندہ اور مقرّب تب ہی ہوتا ہے کہ ہر مصیبت پر خدا ہی کو مقدّم رکھے۔ غرض ایک وہ حصہ ہوتا ہے جس میں خدا اپنی منوانا چاہتا ہے۔ دعا کے معنٰی تو یہی ہیں کہ انسان خواہش ظاہر کرتا ہے کہ یوں ہو، پس کبھی مولیٰ کریم کی خواہش مقدّم ہونی چاہیے اور کبھی اللہ کریم اپنے بندہ کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 273)

پھر فرمایا۔

”مصیبتوں کو بُرا نہیں ماننا چاہیے کیونکہ مصیبتوں کو بُرا سمجھنے والا مومن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ۔ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔ یہی تکالیف جب رسولوں پر آتی ہیں تو ان کو انعام کی خوشخبری دیتی ہیں اور جب یہی تکالیف بدوں پر آتی ہیں۔ ان کو تباہ کر دیتی ہیں غرض مصیبت کے وقت قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنا چاہیے کہ تکالیف کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا طلب کرے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 264)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ روزمرہ کے اسلامی آداب اور اذکار پڑھنے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”قرآن کریم کی تلاوت کی علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک قسم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی تو جانور حرام ہو جائے گا اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت وسیع کیا ہے۔ یعنی آپ نے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔ یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو اور جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ پڑھا جائے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔

غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہو گی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق خوشخبری سنے تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات

باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔

ان دو ذکروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہو گا۔ ایک تلاوت کا اور دوسرے ذکر کا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 503-504)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، وفات پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے حوالے سے ایک حدیث یوں پیش فرماتے ہیں۔

"آپؐ کی ایک سالی زینب بنت جحش بھی تھیں ان کے تین نہایت قریبی رشتہ دار جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا اپنے مُردے کا افسوس کرو (یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مَیں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارا عزیز مارا گیا ہے) زینبؓ بنت جحش نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِؐ! کس مُردے کا افسوس کروں؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا ماموں حمزہؓ شہید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زینبؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے وہ کیسی اچھی موت مرے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ اچھا! اپنے ایک اور مرنے والے کا

افسوس کر لو۔ زینب نے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہؐ! کس کا؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا بھائی عبد اللہ بن جحش بھی شہید ہو گیا ہے۔ زینبؓ نے پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہ تو بڑی ہی اچھی موت مرے ہیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا زینبؓ! اپنے ایک اور مُردے کا افسوس کرو۔ اُس نے پوچھا یَا رَسُوْلَ اللّٰہؐ! کس کا؟ آپؐ نے فرمایا تیرا خاوند بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر زینبؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اُس نے کہا ہائے افسوس!! یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو! عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 19 صفحہ 57)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بعض لوگ بڑے دردناک خط لکھتے ہیں کہ ہم پر تو ابتلاؤں کا ایک دَور آ گیا ہے۔ کل فلاں فوت ہوا آج فلاں فوت ہو گیا، اب فلاں کی بیماری کی خبر ملی ہے اور یہ سلسلہ جو ہے وہ ایک سال سے یا دو سال سے ہم پر ابتلاؤں کا جاری ہے۔ کبھی حادثات کا کوئی شکار ہو گیا تو مجھ سے پوچھتے ہیں ہم کیا کریں۔ ان کو مَیں یہی کہتا ہوں کہ اِنَّا لِلّٰہِ جو ہے وہ صرف گنوانے کے مضمون میں نہ پڑھا کریں کہ ہاتھ سے چیز جاتی رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِنَّہٗ لِلّٰہِ جو مرنے والا ہے وہ اللہ کا تھا اس لئے چلا گیا یہ سکھایا اِنَّا لِلّٰہِ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ تو ان کے لوٹنے کا غم کرنے کی بجائے اپنے لوٹنے کی فکر کیا کرو۔ یہ سوچا کرو کہ تم ایسی حالت میں تو نہیں لوٹو گے کہ خدا کے بنے بغیر چلے جاؤ واپس۔ جو مرنے والے تھے وہ تو اپنا حساب لے کر حاضر ہو گئے اگر ان کی خاطر تم واویلا کر کے خدا کو بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھو تو اِنَّا لِلّٰہِ کیسے پڑھو گے اور اگر واویلا کرو گے تو وہ تو آ ہی نہیں سکتے، ناممکن ہے، خدا جا سکتا ہے۔ تو یہ دوٹوک بات ہے اس کے سوا تمہارا چارہ ہی کوئی نہیں ہے۔ جو مرضی کر لو، سر پیٹتے رہو ساری عمر، چھاتیاں پیٹو مگر جانے والا واپس نہیں آئے گا تم ضرور جاؤ گے۔ ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ جانے والا تمہیں وہاں بھی نہ ملے کیونکہ تم خدا کو گنوا بیٹھے ہو تو اس کے سوا اور کوئی حل ہی نہیں ہے اس کا۔ اگر اس مضمون پر انسان غور کرے تو تکلیف ہوتی ہے مگر تکلیف پر اس کا ردّ عمل ایک مثبت رَدّ عمل ہو گا وہ ضائع نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایسی تکلیف جس کو خدا کی خاطر وہ برداشت کرتا ہے اس کے لئے بھی جزائے خیر پر منتج ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے اس کے کئی گناہ جھاڑ دیتا ہے، کئی گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے کئی ایک سے اعراض فرما دیتا ہے اور پھر اصلاح فرما دیتا ہے اس کی۔ یہ بہت سے فوائد ہیں جو کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کے وقت جو ردّ عمل انسان میں پیدا ہوتا ہے اس سے وابستہ ہوتے ہیں اور اگر صحیح ردّ عمل نہ ہو تو جو کچھ ہے وہ بھی گیا۔ جو کچھ تھا وہ تو جا چکا، جو کچھ ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور رونے پیٹنے کے سوا زندگی کسی اور کام نہیں آئے گی اور مرنے کے بعد اور بھی زیادہ رونا پیٹنا ہے۔ بڑا ہی بے وقوف ہے جو دنیا کی بے ثباتی کے مضمون کو نہیں سمجھتا۔ دو چار اوپر تلے چلے گئے تو کیا دو چار دس ہزار سال میں نکل گئے تو کیا۔ یہ قطعی بات ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وِاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ہم اللہ ہی کے ہیں اسی کی طرف ہم نے جانا ہے آج نہیں گئے تو کل گئے اس لئے دوسروں کی فکر کی بجائے جب کوئی مرے اپنی فکر کیا کرو۔ یہ ہے بے ثباتی کا مضمون جو اِنَّا لِلّٰہِ نے ہمیں سکھلا دیا اور لوگ ان کی فکر کرتے ہیں اپنی نہیں کرتے۔ خطرہ ہے کہ جب تم کسی کو جاتے دیکھو تو تم بھی ضائع نہ ہو جاؤ۔ یاد رکھنا تم اللہ کے ہو اللہ ہی کی طرف سے آئے تھے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے سب سے بڑی فکر تو اپنی کرنی چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 13 ستمبر 1996ء از خطباتِ طاہر جلد 15 صفحہ 721-722)

پھر حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ ایک اَور موقع پر فرماتے ہیں:

"اِنَّا لِلّٰہِ وِاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ: 157) میں ہمیں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اب جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اگر آپ کی صفات اس کے ہم مزاج نہ ہوں تو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہی جہنم کا دوسرا نام ہے اور اگر آپ کی صفات اس کے ہم مزاج ہو جائیں اور آپ ان کو سمجھیں اور ان سے لذت یاب ہوں اور اتنی پیاری لگیں کہ اپنی ذات میں ان کو جاری کرنے کی کوشش کریں تو اس وقت پھر اس کی لقاء جنت بن جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 9 جون 1995ء از خطبات طاہر جلد 14 صفحہ 410)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔1172﴾

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنے کا اسلامی حکم

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ (البقرہ:157)

یعنی اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

معزز سامعین! مَیں کل اپنی تقریر میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے بر محل استعمال اور اِس کے مبارک نتائج پر بات کر رہا تھا اور حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے اِرشادات پر بات ختم کی تھی۔ اِسی مضمون آگے بڑھاتے ہوئے مَیں حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ کا ہی اِس سلسلہ میں ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے پیغام کو سمجھنا چاہئے۔ ہمیں یہ نصیحت ہے کہ جب کسی جان کا یا مال کا نقصان ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھیں۔ اس کا پیغام بالعموم لوگ سمجھتے نہیں اور بالعموم رجحان یہ ہوتا ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اس چیز پر پڑھا جارہا ہے جو چیز ہاتھ سے ضائع ہو گئی یا نکل گئی حالانکہ یہ اِنَّا لِلّٰہِ اپنے اوپر پڑھا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اِنَّہٗ لِلّٰہِ وَاِنَّہٗۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکلی

ہے وہ اللہ کی تھی وہ اللہ کی طرف لوٹنی ہی تھی پھر کیا غم ہے؟۔ فرماتا ہے یہ پڑھا کرو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہم اللہ کے ہیں اور لازماً اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ پس ہر موت انسان کو زندگی کا پیغام دے رہی ہوتی ہے کوئی نقصان کا پیغام نہیں دے رہی ہوتی ہے اگر آپ اِنَّا لِلّٰہِ کے پیغام کو سمجھ جائیں تو دراصل یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ مرنے والے پر نہیں بلکہ زندہ رہنے والے پر پڑھا جارہا ہے۔ وہ خود اپنے اوپر پڑھ رہا ہے اور اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ تو چلا گیا جس نے جانا تھا اس نے خدا کی تقدیر کے سامنے سرخم کردیا لیکن مَیں نے بھی جانا ہے اس کی تیاری کے وقت ختم ہو چکے ہیں اور یہ کچھ بھی نہیں کرسکتا لیکن میرے لئے ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ پس وہ انجام جس کو آپ اپنی آنکھوں کے سامنے غیب کی صورت میں دیکھ رہے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ آپ کو یہ متوجہ کرتا ہے یہ تمہارا بھی انجام ہوگا ایک دن تم بھی اس طرح جان دے رہے ہوگے یا دے چکے ہوگے اور لوگ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ رہے ہوں گے اور ان بچاروں کو غفلت کی حالت میں پتا نہیں ہوگا کہ یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اس پر تو نہیں بلکہ ہمیں اپنے اوپر پڑھنا چاہئے پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کا پیغام یہ ہے کہ اے خدا! ہم سمجھ گئے ہم نے اس حقیقت کو پالیا کہ ہم تیرے ہی ہیں تجھ سے ہی وجود میں آئے تھے لِلّٰہِ کا مطلب صرف یہ نہیں کہ تیرے ہیں بلکہ یہ ہے کہ تجھ سے ہی پیدا ہوئے، تیری ہی ذات حقیقی اور دائمی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں جو کچھ وجود میں آتا ہے وہ تجھ سے وجود میں آتا ہے اور جو خالق ہے وہی مالک بھی ہوا کرتا ہے۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ میں یہ ساری باتیں شامل ہیں کہ اے خدا! ہم اس لئے تیرے ہیں کہ تیرے ہی سے وجود میں آئے ہیں تو نے عدم سے ہمیں وجود کی خلعت بخشی اور ہمارا تجھ سے جدائی کا سفر ایک دن ختم ہو جائے گا اور پھر لوٹ کر تیری ہی طرف واپس آئیں گے۔ تجھ سے الگ رہ کر جو ہماری زندگی کا عرصہ گزرا اس عرصہ میں ہم نے جو کچھ پایا کیا اس کا جواب ہم نے تجھے دینا ہے اور کس کیفیت میں جدائی کا یہ عرصہ گزرا اس کیفیت کی طرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ آپ کو متوجہ کررہا ہے اور آپ کو خبردار کررہا ہے۔ کیا خدا کے ہوتے ہوئے اور خدا کا رہتے ہوئے آپ نے خدا سے علیحدگی کا یہ وقت گزارا یا غیروں کا بن کر یہ وقت گزارتے رہے اگر اس عرصہ میں غیر کے ہوگئے تو پھر کس منہ سے خدا کی طرف واپس جائیں گے۔

یہ پیغام ہے جس کو ہر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے والے کو سمجھنا چاہئے اور اس کے نتیجہ میں اپنے اندر کچھ پاک تبدیلیاں کرنی چاہئیں۔ سب سے پہلے تو یہ شعور بیدار ہونا چاہئے کہ ہم اس دنیا میں جس کے مرضی ہو چکے ہوں حقیقت میں ہم خدا کے ہیں وہی مالک ہے۔ نہ ہم اپنی بیوی کے، نہ اپنی بہن کے، نہ ماں کے، نہ باپ کے نہ بچوں کے جس کے ہیں اسی کی طرف جائیں گے اور جب وہ بلائے گا تو ہمیں اختیار نہیں ہے کہ نہ کر سکیں تو ہم جب دوسروں کے بنتے ہیں تو کیا دوسروں کے بنتے ہوئے خدا کو چھوڑ تو نہیں دیتے؟ کیا خدا سے تعلق قطع کر کے غیروں کے تو نہیں بن رہے؟ اگر ایسی حالت میں غیروں کے بن رہے ہیں تو جب آپ خدا کی طرف جائیں گے تو غیر بن جائیں گے غیر ہو کر جائیں گے اور اس صورت میں آپ خدا کے سامنے جواب دہ بھی ہوں گے اور محاورے کے مطابق فی الحقیقت اسے منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ پس ہر موت سے زندگی کا ایک پیغام ملتا ہے اور ہر موت سے ہمیں زندگی کا پیغام حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ایک مرنے والا اپنے پیار کرنے والوں کو زندہ کر جائے تو کتنی مبارک موت ہے۔ اگر ان کے اندر زندگی کا ایک شعور بیدار کر جائے اور ان کو یاد دلایا جائے کہ تم نے وہیں آنا ہے جہاں میں جا رہا ہوں لیکن تیاری کر کے آنا۔ اگر مجھ سے غفلت کی حالت میں کچھ دن بسر ہو گئے تو میرے لئے بخشش کی دعا مانگنا لیکن خود اس بات کو خوب باہوش طرح ذہن نشین کر کے رکھنا کہ میں نے بھی آخر خدا کی طرف لوٹنا ہے اس کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کا جو پیغام ہے یہ بہت ہی زندگی بخش ہے اور موت سے زندگی حاصل کرنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت اور بار بار نصیحت فرمائی ہے۔ آپ کے ملفوظات میں بھی اور کتب میں بھی عام تحریرات میں بھی یہ بات کثرت سے ملتی ہے کہ موت سے سبق سیکھو اور ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھو کہ تم نے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نظم کہ

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

(درثمین صفحہ 157)

یہی مفہوم پیش کر رہی ہے اور یہی توجہ دلا رہی ہے کہ اپنے مرنے کی تیاری رکھو۔

بعض دفعہ نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی لمبی زندگی پڑی ہوئی ہے بڑا وقت ہے۔ کچھ دیر دنیا کی عیش کر لیں بعد میں دیکھی جائے گی لیکن موت کی تو خبر ہی کوئی نہیں، اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ خدا جب چاہے جس کو چاہے بلا لے اس لیے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کا پیغام سمجھنے کے بعد اس دعا کی طرف بھی انسان کی توجہ ہوتی ہے کہ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران:194)..... جو شخص موت سے باخبر رہے اُسے زندگی میں ہی ایک نئی زندگی مل جاتی ہے اور اِنَّا لِلّٰہِ کے پیغام کے سمجھنے کے نتیجہ میں ایک انسان عالم بقا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ کا پیغام آپ کو موت سے ڈراتا نہیں بلکہ موت کے خوف کو مار دیتا ہے۔ اگر آپ اس پیغام کو پوری طرح سمجھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ آپ خدا کے ہیں خدا کے ساتھ رہ رہے ہیں اور خدا کے ساتھ رہیں گے اور اسی طرف واپس جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے قرب کا جو دائمی احساس ہے اور اس کا ہو رہنے کا احساس ہے۔ یہ پیغام جو آپ کو ملتا ہے کہ تم اس کے ہو تو اس کے بن کر دکھاؤ۔ یہ ایک ایسا زندگی بخش پیغام ہے جو انسان کو عالم بقا میں لے جاتا ہے۔ موت کی دہلیز اس کی پہلی اور دوسری زندگی میں کوئی فرق نہیں کرتی بلکہ ایک قدم اٹھانے والی بات ہے۔ یہاں سے اُٹھا اور دوسری طرف چلا گیا لیکن یہ لوگ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کے پیغام میں بقا کا پیغام ہے۔

مَیں نے اپنی بچیوں کو ان کی والدہ کی وفات پر جو باتیں سمجھائیں ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ مَیں نے بہت غور کیا ہے۔ مجھے موت کا کوئی ڈر خوف نہیں ہے، خدا کے حضور پیشی کا ڈر ہے لیکن موت کا ڈر کوئی نہیں۔ میرے لیے تو بالکل معمولی حیثیت ہے جس طرح آج آئے کل آئے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر فکر ہوتی ہے تو صرف ان لوگوں کے غم کی جو پیچھے رہ جائیں گے۔ اس کے سوا مجھے موت کے تصوّر میں کوئی بھی اجنبیت دکھائی نہیں دیتی، کوئی بھی تکلیف دہ بات نہیں ہے جس کے نتیجے میں پریشان ہوں اور یہ جو پیغام مجھے ملا ہے یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کے نتیجہ میں ملا ہے۔ مَیں نے جب اس پر غور کیا تو مجھے سمجھ آئی کہ ہم جس کے ہیں کل جب اس کی طرف لوٹیں گے تو اس وقت اس کے نہیں ہوں گے بلکہ اس لیے لوٹیں گے کہ اس کے ہیں۔ ان دو چیزوں میں فرق ہے۔ اس کی طرف لوٹ کر اُس کے نہیں ہوں گے بلکہ ہیں اس لئے لوٹیں گے اور اگر اس کے ہیں اور اس کے باوجود اس کے نہ رہے ہوں تو پھر خوف کا مقام ہے۔ پھر

بہت ہی دردناک اور تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں تک لوٹنے کا تعلق ہے اس انجام کو تو کوئی ٹال ہی نہیں سکتا جو چاہے کر لے۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی جائے گا، چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی جائے گا، بوڑھا، بچہ، ہر ایک نے آخر وہاں ضرور جانا ہے۔ بڑے بڑے اطباء جن امراض کے ماہر ہوتے ہیں بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان کو دکھاتی ہے کہ اصل غلبہ میرا ہی ہے اور وہ انہیں مرضوں سے مرتے ہیں جن مرضوں کی شفا میں وہ شہرت پا چکے ہوتے ہیں۔ ہمارے پاکستان کے بڑے بڑے ہارٹ اسپیشلسٹ تھے جو دل کی بیماری سے گئے۔ ان کا علم ان کے کام نہیں آسکا۔ پس شفا کا علم بھی اور دعا بھی یہ دونوں چیزیں موت کے سامنے عاجز آجاتی ہیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ نے جس قوت کے ساتھ اس مضمون کو ہمارے سامنے رکھا ہے اس کا اس سے تعلق ہے تب ہی موت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا جاتا ہے۔ خدا کا ہونا ایک غالب حقیقت ہے اور ایک دائمی حقیقت ہے۔ اس کی ملکیت ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ باقی سب چیزیں عارضی ہیں اور موت کا ملکیت سے تعلق ہے کیونکہ جس کی اصل ملکیت ہے وہ بالآخر نمایاں ہو کر دکھائی دے گی اور بیچ کے سب دھوکے اڑ جائیں گے جس میں انسان اپنے آپ کو خواہ عارضی طور پر خواہ مستقل طور پر مالک سمجھتا رہا۔ سب ملکیتیں فنا ہو جائیں گی۔ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ قرآن کریم نے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی یہی تعریف فرمائی ہے کہ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ۔ ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ۔ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا ؕ وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ۔ (الانفطار: 18 تا 20)۔ تمہیں کیا پتہ کہ یَوْمَ الدِّیْنِ کیا چیز ہے۔ جب ہم مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتے ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ کبھی سوچا بھی ہے کہ یَوْمِ الدِّیْنِ ہوتا کیا ہے۔ کیسے تمہیں سمجھائیں کہ یَوْمِ الدِّیْنِ کیا ہے؟ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا۔ کوئی ذات نہ اپنے لئے، نہ کسی اَور کے لئے کسی چیز کی مالک ہو گی، کوئی جان نہ کسی جان کی مالک ہو گی، نہ کسی اور جان کی امین ہو گی نہ اپنے مالک ہو گی۔ نہ اپنے لئے کوئی امانت اپنے پاس رکھتی ہو گی۔ سب کچھ خدا کی طرف لوٹ جائے گا۔ صرف ایک مالک رہے گا اور وہ خدا کی ذات ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں رہے گا۔ جب ملکیتیں ساری فنا ہو جانے والی ہیں تو اسی کا نام موت ہے یعنی غیر اللہ کی ملکیت کی ذات میں موت شامل ہے کیونکہ وہ ملکیت دائمی ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں مل سکتی۔

خدا کی طرف لوٹنے کا مطلب اس کی ملکیت کا ادراک کروانا ہے یہ بتانا ہے کہ حقیقی مالک وہی ہے تم اس کی طرف لوٹو گے اور اگر آپ وہ ملکیت چوری کر چکے ہیں۔ مالک نہ ہوتے ہوئے اس کا غلط استعمال کر بیٹھے ہوں اور لوگوں کے مالک بن چکے ہوں اور ان پر ناجائز قبضے کئے ہوں۔ ان کی عزتیں ان کی جانیں ان کے اموال ان کی خوشیاں آپ کے ہاتھ میں محفوظ نہ ہوں اور آپ نے ان پر ناجائز تصرّف کر لیے ہوں تو پھر جب مالک حقیقی کے سامنے پیش ہوں گے تو یقیناً جواب دہ ہوں گے۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کے اندر بڑے گہرے بڑے تفصیلی زندگی کے پیغام ہیں اور ہر موت مومن کو یہ زندگی بخش جام پلا کر جاتی ہے۔ جب وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتا ہے تو یہ اس کا آبِ بقا ہے جسے وہ پیتا ہے لیکن عجیب طرح لوگ پیتے ہیں کہ یہ آبِ بقا ان کو ہضم نہیں ہوتا ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ یہ کیا پی رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس مرنے والے کے لئے زہر کا پیالہ تھا جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ تو گیا اور ختم ہو گیا۔ پس اس سے آگے کچھ نہیں، مَیں باقی ہوں، بالکل الٹ بات ہے۔ پیغام تو یہ تھا کہ تم باقی نہیں رہو گے اور عارضی طور پر کسی غلط فہمی میں بھی مبتلا نہ ہو جانا۔ یہ جانے والا اس بات کو یقینی بنا کر جا رہا ہے کہ تم بھی نہیں رہو گے آگے اور لازماً تم نے اپنے خدا کی طرف جانا ہے۔ پس اتنی قطعی حقیقت کو بھلا دینا اور اپنی زندگی کو غفلت کی حالت میں بسر کرنا اور ظلم کی حالت میں بسر کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔"

(خطبہ جمعہ 10 اپریل 1992ء از خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 262-267)

پھر حضورؒ فرماتے ہیں۔

"صبر وصلوٰۃ اور شہادت پر تسلیم ورضا کا ردّ عمل دکھانے والوں کی راہ پر ڈال ایسے لوگوں کی راہ پر ڈال جو ابتلاؤں اور نقصانات پر صبر سے کام لیتے ہیں اور تیرے حضور ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہ سب کچھ گیا لیکن ہم بھی تو خدا ہی کے ہیں۔ ہم بھی چلے جائیں تو کچھ ہاتھ سے دینے والے نہیں ہوں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ ہم خدا کے تھے اور خدا کے ہیں اور ہم نے بھی تو آخر اسی کے پاس جانا ہے جہاں ہمارا سب کچھ جا رہا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 5 اپریل 1991ء از خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 298)

سامعین! مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ انگلستان، اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ساتھ بیتے دو واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایک واقعہ 1970ء کا ہے میرے ایک عزیز دوست جو مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے یعنی چوہدری بشیر اصغر باجوہ صاحب نے مجھے کہا کہ میرے ایک دوست امریکہ سے آ رہے ہیں، وہاں polaroid Camera برطانیہ کے مقابلہ میں کافی سستا ملتا ہے منگوانا ہو تو مَیں ان سے کہہ کر منگوا سکتا ہوں۔ مَیں نے یہ کیمرا منگوالیا۔ شاید اس کی قیمت 20 یا 25 پونڈ کے برابر تھی جو خاکسار نے ادا کر دی۔ احباب کو یہ علم ہو گا کہ اس کیمرہ کا حُسن یہ ہے کہ 30۔40 سیکنڈ میں تصویر بنا دیتا ہے۔

خیر اس سال جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ افریقہ سے واپس تشریف لائے اور لندن میں حضور نے چند ہفتے قیام فرمایا تو شمع کے پروانے سارے یورپ سے لندن آ گئے ایک دفعہ کبابیر سے عودہ فیملی کے ایک بزرگ اور مکرم مسعود احمد صاحب مشن ہاؤس کے لان (lawn) میں کھڑے تھے۔ باہم محوِ گفتگو تھے کہ مَیں نے کہا کہ ذرہ میری طرف توجہ کریں۔ آپ کی ایک تصویر بنالوں۔ مَیں نے اپنے کیمرہ سے تصویر بنالی اور ذرہ سے وقفہ کے بعد ان سے او جھل ہو کر تصویر نکال لی۔ بہت خوبصورت تصویر تھی۔ جب عودہ صاحب نے تصویر دیکھی تو سخت حیرت زدہ ہو گئے کہ چند سکینڈ میں تصویر کیسے بن گئی اور بار بار کہتے تھے۔ ھٰذَا اِعْجَازٌ۔ ھٰذَا اِعْجَازٌ۔ کہ یہ تو معجزہ ہے۔ خیر انہوں نے اُسی وقت لندن سے اُس کے ساتھ کا پولے رائڈ کیمرہ خرید لیا۔ بڑے صاحب حیثیت تھے۔ آمدم بر سر مطلب۔ حضورؒ نے محمود ہال (لندن) کا افتتاح فرمانا تھا۔ لیکن اُس کے سٹیج کی تعمیر کا کام ابھی جاری تھا۔ وقتی طور پر قالین ڈال کر۔ پوچا پھیر دیا گیا تا کیمرہ کی آنکھ یہ کمی نمایاں نہ کر سکے۔ خیر افتتاح ہوا۔ بڑی رونق تھی۔ اس گہما گہمی میں عودہ صاحب کا کیمرہ گُم ہو گیا۔ اب ایک طرف حضور پُر نور کے ساتھ ہماری مصروفیات۔ دوسری طرف یہ خیال کہ مکرم عودہ صاحب کیا سوچیں گے کہ کیمرہ کون لے گیا۔ چند دوستوں سے خاکسار نے کہا تلاش کریں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مَیں نے عودہ صاحب سے کہا اِنَّا لِلّٰہِ پڑھیں کیمرہ مل جائے گا۔ کہنے لگے کہ "اِنَّا لِلّٰہِ" تو اُس چیز پر پڑھتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے۔ مَیں نے تو اِنَّا لِلّٰہِ نہیں پڑھنا"۔ دو ایک دن تک کیمرہ نہ ملا تو مَیں نے کہا کہ اب آپ میرے کہنے پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کر اس کی تاثیر بھی دیکھ لیں۔

انہوں نے میرے اصرار پر سخت مایوسی اور بد دلی کے ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ بادِل نخواستہ پڑھ ہی لیا۔ اب خدا تعالیٰ کی شانِ کریمی دیکھئے۔ دوستوں کو مَیں یاد دلا رہا تھا کہ ایک مہمان عرب کا کیمرہ ہے۔ کیمرہ تلاش کریں۔ وہ کہیں یہ تاثر نہ لے کر جائیں کہ کسی احمدی نے کیمرہ اُٹھالیا ہے۔ تیسرے چوتھے دن ایک دوست میرے پاس وہ کیمرہ لے کر آ گئے۔ کہنے لگے کہ مَیں نے سوچا کہ جو قالین کے ٹکڑے اسٹیج کے سامنے ڈال کر وہ حصہ چھپایا ہوا تھا وہ چیک کریں۔ مَیں نے قالین اُٹھا کر دیکھا تو سامنے اسٹیج کے نیچے یہ کیمرہ پڑا ہوا تھا۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور عودہ صاحب کو کیمرہ دیا تو ان کا مُنہ کُھلا کا کُھلا رہ گیا۔ مَیں نے اُنہیں بتایا کہ افتتاح کے موقع پر آپ نے اسٹیج پر کیمرہ رکھ دیا تھا۔ منتظمین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آمد کے موقع پر اُٹھا کر نیچے رکھ دیا اور سامنے قالین کے ٹکڑے بچھا دئے۔ الحمد للہ۔

دوسرا واقعہ

جو اِنَّا لِلّٰہِ کی تاثیر کا حیرت انگیز ہے۔ جس کا سوچ کے مَیں خود حیران ہو جاتا ہوں۔ 2001ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میری بیٹی قرۃ العین سے فرمایا کہ تم نے جلسہ سالانہ جرمنی میں میرے ساتھ شریک ہونا ہے اور عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ والی نظمیں لجنہ کے اجلاس میں میری تقریر سے قبل پڑھنی ہے۔ خیر ہم نے جلسہ میں شرکت کی۔ بیٹی کی نظم نے ہمیں بھی زندہ جاوید کر دیا۔ دوسرے دن بیٹی کی نظم تھی۔ ہم فرینکنتھال (Frankenthal) جرمنی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں میری بڑی بہن مکرمہ امینہ خالد صاحبہ اور بہنوئی مکرم نعیم اللہ خالد صاحب کے ہاں ہمارا قیام تھا۔ جلسہ کے آخری دن ہم رات کو ٹیکسی پر دیر گئے Frankenthal پہنچے۔ سوئے اتفاق کہ اندھیرے کی وجہ سے میری بیٹی کو اپنا پرس نظر نہ آیا اور پرس وہیں ٹیکسی میں رہ گیا۔ اس میں بیٹی کا زیور اور ہماری حیثیت کے مطابق کافی بڑی رقم موجود تھی۔ گھر پہنچنے کے کچھ دیر بعد کوئی چیز نکالنے کے لئے پرس کی ضرورت پڑی تو یاد آیا کہ پرس تو ٹیکسی میں رہ گیا ہے۔ اب ٹیکسی اسٹینڈ تو وہاں کئی تھے۔ کہاں فون کر کے پوچھیں؟ خاکسار نے کہا۔ چلیں! پہلے مغرب وعشا کی نمازیں پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں۔ نماز میں مَیں نے وہ آیت پڑھی جس میں ذکر ہے کہ جب مومنوں کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو وہ نقصان پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

نماز کے بعد دل کو ڈھارس ملی اور تسلّی ہوئی۔ میرے بہنوئی نعیم صاحب نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ ٹیکسی فلاں اسٹینڈ کی تھی۔ میری ہمشیرہ نے اُس اسٹینڈ کو فون کیا اور پرس ان کی کسی ٹیکسی میں بھول جانے کا ذکر کیا۔ تو ٹیکسی اسٹینڈ والوں نے توجہ نہ کی۔ اُس کے بعد جب بھی فون کیا۔ اب اُن کے پاس ہمارا نمبر آ چکا تھا انہوں نے جواب دینا بند کر دیا۔ اس سے ہمیں یقین ہو گیا کہ ہمارا پرس انہی کے پاس ہے۔ اس کے بعد میری بہن نے ہمارے ایک موبائل سے فون کیا تو وہ یہ سمجھے کہ کسی کسٹمر Customer کا فون ہے انہوں نے فون اُٹھالیا۔ اس پر میری بہن نے انہیں کہا کہ وہ پولیس کو فون کر رہی ہیں اور یہ کہ ہمارا خیال ہے کہ پرس آپ کے پاس ہے۔ چنانچہ پولیس کو اطلاع کر دی گئی۔

خیر رات گزر گئی۔ اگلے دن صبح 8-9 بجے ہمیں پولیس اسٹیشن سے فون آیا، کہ انہیں کسی جگہ سے ایک پرس ملا ہے۔ آپ پولیس اسٹیشن آکر ملیں۔ خیر ہم وہاں گئے انہوں نے پرس کے Contents کے بارہ میں سوال کئے۔ کہ اس میں کیا کیا چیزیں تھیں۔ کرنسی کس کس ملک کی تھی، زیور کون کون سا تھا۔ جب تسلّی ہو گئی تو انہوں نے پرس لا کر دیا اور بتایا کہ ایک پارک میں انہیں یہ پرس ملا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ٹیکسی اسٹینڈ کو یقین ہو گیا کہ اب معاملہ الجھ گیا ہے اور اگر پرس ان کے ہاں سے نکل آیا تو انہیں اس جرم کی سزا ہو سکتی ہے تو انہوں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ یہ پرس کسی جگہ پھینک آؤ تا ہم پولیس کی گرفت میں نہ آجائیں اور یوں اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر حضورِ دل سے دعا کرنے کے ثمرات نظر آئے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن۔ 30 جولائی 2021ء)

نقصان پر اِنَّا لِلّٰہِ اور دیگر دعائیں پڑھنا

سامعین! مسجد بیت الفتوح لندن میں آتشزدگی کے بعد استغفار اور دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان آیات کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ”...... ہم آزماتے رہیں گے تم کو کبھی کسی قدر خوف بھیج کر، کبھی فاقہ سے، کبھی مال، جان اور پھلوں پر نقصان وارد کرنے سے۔ مگر ان مصائب شدائد اور فقر و فاقہ پر صبر کر کے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہنے والے کو بشارت دے دو کہ ان کے واسطے بڑے بڑے اجر، خدا کی رحمتیں اور اس کے خاص انعامات مقرر ہیں۔

دیکھو! ایک کسان کس محنت اور جانفشانی سے قلبہ رانی کر کے زمین کو درست کرتا۔ پھر تخم ریزی کرتا۔ آبپاشی کی مشکلات جھیلتا ہے۔ آخر جب طرح طرح کی مشکلات، محنتوں اور حفاظتوں کے بعد کھیتی تیار ہوتی ہے تو بعض اوقات خدا کی باریک در باریک حکمتوں سے ژالہ باری ہو جاتی یا کبھی خشک سالی ہی کی وجہ سے کھیتی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ غرض یہ ایک مثال ہے ان مشکلات کی جن کا نام تکالیف قضاو قدر ہے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو جو پاک تعلیم دی گئی ہے وہ کیسی رضا بالقضا کا سچا نمونہ اور سبق ہے اور یہ بھی صرف مسلمانوں ہی کا حصہ ہے"۔ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 413-414 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ نہ ہمارے اپنے دل میں کبھی یہ خیال آئے کہ خدا تعالیٰ کیوں بڑے بڑے نقصانوں اور ابتلاؤں سے ہمیں گزارتا ہے اور نہ ہی کسی مخالف کے ہنسی ٹھٹھا کرنے یا یہ کہنے پر ہم پریشان ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تو پھر تمہارا نقصان کیوں ہوتا ہے......رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ کی دعا اور اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ کی دعا پڑھیں اور رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی دعا پڑھنی چاہئے۔ اگر یہ واقعہ میں ہماری نااہلی اور کمزوری کی وجہ سے ہوا ہے تو **استغفار بھی** بہت زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہمیں اپنی ذمہ داریاں صحیح رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کمزوریوں کو دور فرمائے۔ اور اگر یہ آزمائش ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں سے بھی کامیابی سے گزارے اور اپنے انعامات پہلے سے بڑھ کر عطا فرمائے اور ان صابرین میں ہمارا شمار فرمائے جن کو خوشخبریاں عطا فرماتا ہے اور پہلے سے بڑھ کر ہم ترقیات دیکھیں۔"

(خطبہ جمعہ 2/ اکتوبر 2015ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بتعاون: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔1173﴾

”اِنْ شَآءَ اللّٰہُ“ کہنا اور لکھنا ایک مبارک عمل ہے

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

معزز سامعین! ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہے۔ اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جا چکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی گئی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔

آج قرآنی الفاظ میں بیان اسلامی اصطلاح ”**اِنْ شَآءَ اللّٰہُ**“ زیرِ بحث ہے۔

”**اِنْ شَآءَ اللّٰہُ**“ کے الفاظ آئندہ کسی کام کے کرنے سے قبل کہے جاتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا یا اگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوا تو یہ کام انجام پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ان الفاظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کی طرف سے کیا ہے۔ جن آیات میں یہ الفاظ آئے ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الۡبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيۡنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهۡتَدُوۡنَ۔ (البقرہ:71)

انہوں نے کہا اپنے ربّ سے ہماری خاطر دعا کر کہ وہ ہم پر (مزید) واضح کرے کہ وہ کیا ہے؟ یقیناً سب گائیاں ہم پر مشتبہ ہو گئی ہیں اور ہم یقیناً اِنْ شَآءَ اللّٰہُ ضرور ہدایت پانے والے ہیں۔

قَالَ سَتَجِدُنِيۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِيۡ لَكَ اَمۡرًا۔ (الکہف:70)

اس نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو مجھے تُو صبر کرنے والا پائے گا اور مَیں کسی امر میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (الصافات:103)

پس جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچا۔ اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً مَیں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ مَیں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ (ہود:34)

اس نے کہا یقیناً اللہ ہی اُسے لئے ہوئے تمہارے پاس آئے گا اگر وہ چاہے گا اور تم کبھی (اُسے) عاجز کرنے والے نہیں ہو سکتے۔

قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (القصص:28)

اس نے (موسیٰ سے) کہا مَیں چاہتا ہوں کہ اپنی اِن دونوں بیٹیوں میں سے ایک تجھ سے بیاہ دوں اس شرط پر کہ تُو آٹھ سال میری خدمت کرے۔ پس اگر تُو دس پورے کر دے تو یہ تیری طرف سے (طوعی طور پر) ہوگا اور مَیں تجھ پر کسی قسم کی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ چاہے تو تُو مجھے نیک لوگوں میں سے پائے گا۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔ (یوسف:100)

پس جب وہ یوسف کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے قریب جگہ دی اور کہا کہ اگر اللہ چاہے تو مصر میں امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (التوبہ:28)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مشرکین تو ناپاک ہیں۔ پس وہ اپنے اِس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں اور اگر تمہیں غربت کا خوف ہو تو اللہ تمہیں اپنے فضل کے ساتھ مالدار کر دے گا اگر وہ چاہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (الفتح:28)

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو (اس کی) رؤیا حق کے ساتھ پوری کر دکھائی کہ اگر اللہ چاہے گا تو تم ضرور بالضرور مسجدِ حرام میں امن کی حالت میں داخل ہوگے، اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے، ایسی حالت میں کہ تم خوف نہیں کروگے۔ پس وہ اس کا علم رکھتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس اس نے اس کے علاوہ قریب ہی ایک اَور فتح مقدر کر دی ہے۔

سامعین! پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الکہف آیات 24-25 میں مومنوں سے یوں مخاطب ہوا ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

یعنی ہر گز کسی چیز سے متعلق یہ نہ کہا کر کہ مَیں کل اسے ضرور کروں گا۔ سوائے اس کے کہ اللہ چاہے اور جب تُو بھول جائے تو اپنے ربّ کو یاد کیا کر اور کہہ دے کہ بعید نہیں کہ میرا ربّ اس سے زیادہ درست بات کی طرف میری رہنمائی کر دے۔

ان آیات کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ: جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا خیال نہ ہو۔ نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے پہلی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ہے۔ جنہوں نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (یوسف:13) اِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ (یوسف:12) اِنَّا لَفَاعِلُوْنَ (یوسف:62) وغیرہ الفاظ کے ساتھ دعویٰ کیا۔ مگر کہیں وفا نہ ہوا۔“

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 10 مارچ 1910ء)

پھر فرمایا۔

”اس سے بڑھ کر دُکھ کی ایک کہانی ہے۔ لوگ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نام سے واقف ہیں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کے نام کی وہ شہرت نہیں جو باپ دادا کی ہے اور پوتے کا نام تقریباً معدوم ہے۔ حدیث میں اس راز کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری

بیویاں بہت ہیں۔ ان سے بڑی اولاد اور عظیم الشان لوگ پیدا ہوں گے۔ اس دعویٰ کے ساتھ اِنْ شَاءَ اللّٰہ نہ کہا۔ نتیجہ خراب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ہجرت کے ارادے کو ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے کہا اِنْ شَاءَ اللّٰہ کہہ لو۔"

(حقائق الفرقان جلد صفحہ 10-11)

سامعین! احادیث سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رسول بھی ان شاء اللہ لکھتے، بولتے اور پڑھتے تھے۔ ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ حَلَفَ عَلٰی الیَمِیْنِ فَقَالَ اِنْ شَاءَاللّٰہ فَلَا حَنْثَ عَلَیْہِ (ترمذی حدیث 1451) کہ جو قسم کھا کر حلف لے تو وہ اِنْ شَاءَ اللّٰہ کہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر نبی کسی اہم امر کی طرف دعوت دیتا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اِنْ شَاءَ اللّٰہ میں ایسی دعوت کی طرف اُمّت کو بلاؤں جو قیامت کے روز میری اُمّت کے لئے شفاعت کا موجب ہو۔

(صحیح مسلم حدیث 295)

ایک حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰہ

(صحیح بخاری حدیث 407)

کہ اگر اللہ نے چاہا مَیں ایسا ضرور کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنْ شَآءَ اللّٰہُ فَلَہٗ ثُنْیَاہٗ کہ جس نے قسم کھائی اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہا، تو اس کا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا اسے فائدہ دے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب الکفارات)

اسی طرح حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ مَیں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میری آنکھ

خراب ہو گئی ہے اور (برسات میں) پانی سے بھرے ہوئے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے بیچ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آپ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ مَیں اسے اپنی نماز کے لیے مقرر کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مَیں تمہاری خواہش پوری کروں گا۔ صبح کو جب دن چڑھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور مَیں نے دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ گھر کے کس حصہ میں نماز پڑھوانا چاہتے ہو۔ ایک جگہ کی طرف جسے مَیں نے نماز پڑھنے کے لیے پسند کیا تھا۔ اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشعر کے چند لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا اور آپ سے سواری کے لیے جانور مانگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! مَیں تمہیں سواری کے جانور نہیں دے سکتا۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم ٹھہرے رہے اور جب کچھ اونٹ آئے تو تین اونٹ ہمیں دیے جانے کا حکم فرمایا۔ جب ہم انہیں لے کر چلے تو ہم میں سے بعض نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ہمیں اللہ اس میں برکت نہیں دے گا۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری کے جانور مانگنے آئے تھے تو آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ ہمیں سواری کے جانور نہیں دے سکتے اور آپؐ نے عنایت فرمائے ہیں۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے تمہارے لیے جانور کا انتظام نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو جب بھی مَیں کوئی قسم کھا لوں گا اور پھر اس کے سوا اور چیز میں اچھائی ہو گی تو مَیں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہی کام کروں گا جس میں اچھائی ہو گی۔

(صحیح بخاری، کتاب الکفارات)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **افطار** کرنے کے بعد یہ فرماتے تھے ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُاِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔ پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہوا یعنی **اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اس کا ثواب ضرور ملے گا۔**

(حدیقۃ الصالحین حدیث 276 صفحہ 316)

سامعین! اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنے کی تلقین کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا نہایت ضروری ہے کیونکہ انسان کے تمام معاملات اس کے اپنے اختیار میں نہیں۔ وہ طرح طرح کے مصائب اور مکارہ و موانع میں گھرا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ جو کچھ ارادہ اس نے کیا ہے وہ پُورا نہ ہو۔ پس اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے مدد طلب کی جاتی ہے۔ آجکل کے ناعاقبت اندیش و نادان لوگ اس پر ہنسی اڑاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 370 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

”لفظ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ کہنے میں انسان اپنی کمزوری کا اظہار کرتا ہے کہ مَیں تو چاہتا ہوں کہ یہ کام کروں لیکن خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو امید ہے کہ کر سکوں گا۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 378 ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا۔

”آج کل کے تعلیم یافتوں کا یہ حال ہے کہ اپنی گفتگو میں لفظ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بھی بولنا خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔ کتابوں کی کتابیں پڑھ جاؤ۔ کہیں خدا تعالیٰ کا نام تک نہیں آتا لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ہستی کو منوانا چاہتا ہے۔“

(ملفوظات جلد صفحہ 95 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضورؑ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے استعمال کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”مَیں نے اس آیت پر بڑی غور کی ہے۔ اس کے یہی معنٰی ہیں کہ ہر ایک بلندی سے دوڑیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ ہر ایک سلطنت پر غالب آجاویں گے۔ دوم یہ کہ بلندی کی

طرف انسان قوت اور جرأت کے بغیر دوڑ اور چڑھ نہیں سکتا اور مذہب پر غالب آجانا بھی ایک بلندی ہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پر وہ زمانہ بھی آوے گا کہ مذہب کے اوپر سے بھی گزر جاویں گے یعنی اپنے اس تثلیثی مذہب سے بھی عبور کر جاویں گے اور اس کو پاؤں کے نیچے مسل دیویں گے اور اسی سے ہمیں ان کے اسلام میں داخل ہو جانے کی بُو آتی ہے۔ اب پہلی بات تو پوری ہو چکی ہے اب اِنْ شَآءَ اللّٰہ دوسری بات پوری ہو گی اور یہ باتیں خدا کے ارادہ کے ساتھ ہوا کرتی ہیں جب خدا کی مشیّت ہوتی تو ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور دلوں کو حسبِ استعداد صاف کرتے ہیں تب یہ کام ہوا کرتے ہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد پنجم صفحہ 357-358)

صاحبزادہ عبد الحیٔ کے استاد سید محمد شفیع صاحب نے کہیں سبق پڑھاتے ہوئے عبد الحیٔ صاحب سے کہہ دیا کہ مَیں ایک مہینہ میں...... سورۃ بقرہ تم کو ضرور حفظ کرادوں گا۔ یہ الفاظ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے سنے تو فرمایا۔

"جو لوگ دعوے سے کہا کرتے ہیں کہ ہم فلاں کام ضرور کرلیں گے اور پھر اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ بھی نہیں کہتے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ ناکام ہی رہتے ہیں۔ ہم نے بھی عبد الحیٔ سے کہا ہے کہ اگر تم سورۃ بقرہ ہم کو حفظ سنا دو گے تو ہم اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ایک بہت بڑی ضیافت کریں گے۔ لیکن دیکھو! ہم نے لفظ اگر بھی ساتھ لگا دیا ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بھی کہہ دیا ہے۔"

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 88)

سامعین! سو یہ مقدّس کلمہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی آئندہ آنے والے وقت میں کام کرنے کا کوئی منصوبہ بنا رہا ہو تو وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہہ کر اس کام کے بابرکت ہونے کے لئے دُعا کرے۔ انسان ہر حالت میں کمزور ناتواں اور dependent ہے۔ اسے ہرگز اپنے وجود پر انحصار نہیں کرنا چاہئے بلکہ خدائے عزّوجلّ کی طرف منسوب کر کے اُسی سے مدد طلب کرنی چاہئے۔ بلکہ قرآن کریم میں یہاں تک ہدایت ملتی ہے کہ اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر کہہ لیا کرو۔ (الکہف:25)

اس قرآنی حکم کی اتباع اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعلیم کی پیروی میں اس مبارک اسلامی اصطلاح کو رواج دینا اور بولتے، گفتگو کرتے یا لکھتے اگر مستقبل کے حوالہ سے کسی کام کا ذکر

کرنا ہو تو "اِنْ شَاءَ اللّٰہ" کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قرآن کریم کا ایک حرف بولنے اور پڑھنے سے 10 نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور 10 بُرائیاں مٹائی جاتی ہیں تو "اِنْ شَاءَ اللّٰہ" میں 9 حروف استعمال ہوئے ہیں۔ اس قولِ نبوی کے مطابق "اِنْ شَاءَ اللّٰہ" کہنے سے 90 نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور 90 بدیاں دور ہوتی ہیں اور بدی دُور ہونا بھی دراصل ایک نیکی ہی ہے یوں ایک دفعہ "اِنْ شَاءَ اللّٰہ" کہہ کر انسان 180 نیکیاں کما سکتا ہے۔

اِنْ شَاءَ اللہ بولتے وقت درست طریق پر بولا جاتا ہے لیکن لکھتے وقت غلط العام طریق رواج پا گیا ہے یعنی لوگ "انشاءاللّٰہ" لکھ دیتے ہیں۔ جو غلط العام ہے۔ قرآن کریم میں اور احادیث میں ہمیشہ اِنْ شاء اللّٰہ ہی لکھا گیا ہے۔ یعنی الف نون الگ اور شاء الگ سے۔ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے اُسی طریق پر لکھنا چاہیئے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے ایک مرتبہ ہالینڈ کی مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے چار دفعہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے الفاظ استعمال فرمائے۔

آپ نے فرمایا کہ

"اب آپ کی تعداد یہاں اتنی ہے کہ **اگر ارادہ کریں اور قربانی کا مادہ پیدا ہو تو ایک ایک کر کے اب مسجدیں بنا سکتے ہیں۔ جب کام شروع کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد بھی فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔** خیر اُمّت ہونے کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی ہے تو پھر اس پر توکّل بھی کریں اور یہ کام شروع کریں تو اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ مدد بھی فرمائے گا جیسا کہ مَیں نے کہا۔

کل مَیں امیر صاحب سے اور مربی صاحبان سے، مبلغین سے میٹنگ میں کہہ رہا تھا کہ مسجد شروع کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بن بھی جائے گی۔ اگر ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے رہیں گے کہ پیسے کہاں سے آئیں گے، پیسے اکٹھے ہوں تو مسجد بنے تو پھر نہیں بنا کرتی۔ ارادہ کریں اللہ تعالیٰ مدد کرے گا ان شاء اللہ۔ **احمدی جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پھر وہ پورا بھی کرتا ہے، جوش بھی پیدا ہو جاتا ہے،** اس لئے فکر نہ کریں، اپنے آپ کو انڈر اسٹیمیٹ under estimate نہ کریں۔ اپنے لئے غلط

اندازے نہ لگائیں۔ اور (ایسا کر کے آپ) اپنے لئے غلط اندازے نہیں لگا رہے ہوتے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے غلط اندازے لگا رہے ہوتے ہیں۔ اگر ایمان ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر یقین رکھیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5/ جنوری 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴾18﴿ ﴾مشاہدات۔1174﴿

اسلامی اصطلاح۔جزاك الله خیرًا کا استعمال

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ۔ (النمل:20)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تونے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں۔ اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر۔

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری

سامعینِ کرام! اسلام نے ایک مومن کو جو آداب سکھائے ہیں ان میں سے ایک ادب شکر گزاری یا شکر بجا آوری بھی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور دوسرا اپنے معاشرہ میں ایک دوسرے کے احسانات کا شکر ادا کرنا ہے۔

جہاں تک اپنے ربِّ کائنات کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ اس میں دو قسم کی نعمتیں ہیں ایک تو صفت ''الرحمٰن'' کے تحت بِن مانگی نعمتیں ہیں جیسے ہوا، پانی، زمین و آسمان اور دوسری صفت ''الرحیم'' کے تحت اللہ تعالیٰ سے مانگی گئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر شکر نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ النمل کے مطابق شکر کرنے کا فائدہ اپنے نفس کے لئے ہے۔

پھر سورۃ ابراہیم آیت 8 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور سب سے بڑھ کر سورۃ لقمان میں حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصائح میں سے ایک نصیحت شکر کی نعمت ہے۔ جس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”اس کے بعد انسان کو شکر کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے جو اس سورۃ کریمہ میں ایک مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔ بار بار حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو شکر کی نصیحت فرماتے ہیں۔ پس حضرت لقمانؑ کو جو حکمت عطا ہوئی اس کا مرکزی نکتہ ہی شکرِ الٰہی ہے جس سے ان کو نصیحت کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تو کوئی انتہا ہی نہیں جس نے زمین اور آسمان اور اس میں مخفی تمام طاقتوں کو انسان کی نشو و نما کے لئے مسخّر کر دیا حتّٰی کہ کائنات کے کنارے پر واقع گیلیکسیز (Galaxies) بھی انسان میں مخفی طاقتوں پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور ڈال رہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کائنات کا کوئی علم نہیں رکھتے اور اپنی لاعلمی کے باوجود بڑھ بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر باتیں ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی ہدایت ہے اور نہ کوئی روشن کتاب ہے جس میں شرک کی تعلیم دی گئی ہو۔“

(قرآن کریم مترجم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 710)

اللہ تعالیٰ کے شکر کی بجاآوری کے لئے الحمدللہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر کے الفاظ یا دیگر تسبیحات استعمال ہوتی ہیں۔ جبکہ انسان کے انسان پر احسانات کے لئے مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے انگریزی زبان میں thanks اور thank you اور اردو میں شکریہ، عربی میں جَزَاكَ اللّٰهُ یا شُكْرًا جَزِيلاً کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَمْ يَشْكُرُ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرُ اللّٰهَ (الترمذی) کہ جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

عربی چونکہ اُمُّ الالسنۃ ہے اور ہمارے بہت ہی پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور اللہ کا کلام بھی اسی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے عربی میں جَزَاكَ اللّٰهُ کو رواج دینا چاہئے۔ اگر ہم اس حوالہ سے احادیث کے دریچہ میں جھانکیں تو سب سے بہتر دُعا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دیا کرتے تھے وہ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا کے الفاظ میں ہے جس کے معنی ہیں اللہ تم کو بہتر بدلا دے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ(ترمذی، کتاب البرو الصلہ) کہ جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی اور اس نے بھلائی کرنے والے سے جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً کہا تو اس نے اس کی تعریف کی انتہاء کر دی۔

بعض لوگ جَزَاكَ اللّٰهُ کے ساتھ اَحْسَنَ الْجَزَاء ، اَطْيَبُ الْجَزَاء، اَجْزَءَ الْجَزَاء ، اَخْيَرَ الْجَزَاء کے الفاظ استعمال کرنا مستحب سمجھتے ہیں۔ جیسے ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں کھجوریں تقسیم کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت اسید بن حضیرؓ نے آپؐ کا شکریہ ''جَزَاكَ اللّٰهُ اَطْيَبُ الْجَزَاءِ'' کے الفاظ میں ادا کیا جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَجَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْراً اَجْزَءَ الْجَزَاءِ و اَطْيَبُ الْجَزَاءِ

(المستدرك)

اگر کسی عورت کی یہ دُعا دینی ہو تو اُسے کاف کے نیچے زیر کے ساتھ جزاكِ الله کہیں گے۔

اس مسنون طریق کو رواج دینا چاہیئے۔ ہمارے یہاں لندن میں خلافت کی برکت سے ''جَزَاكَ اللّٰهُ'' کہنے کا بہت رواج ہے الحمد للہ علی ذالك، thank you یا شکریہ بہت کم کہا جاتا ہے۔ معمولی سے معمولی احسان پر چھوٹا بڑا جَزَاكَ اللّٰهُ یا جَزَاكُمُ اللّٰهُ کے الفاظ استعمال کرتا ہے جو بہت خوش آئند بات ہے۔

ایشیائی معاشرے میں ہمیں دوسروں کی نقل اُتارنے کا بہت شوق رہتا ہے۔ بالخصوص انگریزی کی نقل میں انگلش بولنے کا اور ہم thanks, thank you کے الفاظ استعمال کرتے ہیں بلکہ سوشل میڈیا میں تو مخفّف کر کے Thx بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ اگر نقل کرنی ہے تو کیوں نہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کریں جو جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً کے الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

سامعین! یہ فقرہ ہمارے معاشرے میں اس حد تک مستعمل ہونا چاہیئے کہ ایم ٹی اے پر حضور کا خطبہ سنیں، درس سنیں، تقریر سنیں تو ہمیں جَزَاكَ اللّٰهُ یا سیدی! کہنا چاہیئے۔ اپنی مساجد میں خطبہ سنیں، درس سنیں، کوئی نیکی کی بات سنیں تو سب کو ہی ان الفاظ میں دعا دینی چاہیئے۔ ہم نے بالعموم دیکھا ہے کہ واٹس ایپ یا سوشل میڈیا پر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بار بار میسج کر کے لوگوں سے منگواتے ہیں مگر جب ان کو وہ چیز یا لیٹر کسی طرف سے مل جاتا ہے تو چپ سادھ لیتے ہیں۔ یا صرف jzk لکھ دیتے ہیں ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک دعا ہے اور اس کا مخفّف بنانا ٹھیک نہیں، اگر رومن انگریزی میں لکھنا ہو تو JazakAllah لکھنا

چاہیئے۔ اور A کیپیٹل ہی ہو کیونکہ یہ اللہ کا نام ہے اور اللہ کے سارے نام بڑے حروف میں ہی لکھے جاتے ہیں۔ ایک اور بات یاد رکھیں کہ اگر آپ کو کوئی جزاك اللّٰہ کہے تو جواب میں آمین کہیں اگر لکھ کر جواب دینا ہو تو بھی یہی لکھنا چاہیئے۔

سہولت کا سبب بننے والے کو جَزَاکُمُ اللّٰہُ کہنا جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگ کر پہن لیا تھا، وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا، جسے وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت آ پہنچا اور لوگوں کے پاس (جو ہار کی تلاش میں گئے تھے) پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق شکایت کی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیمّم کی آیت اُتاری جسے سن کر اسید بن حضیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کو اللہ بہترین بدلہ دے۔ واللہ! جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسی بات پیش آئی جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے اس میں خیر پیدا فرما دی۔

(صحیح بخاری، کتاب التیمم)

ذکر خیر کرنے والے کو جَزَاکُمُ اللّٰہُ کہنا

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد (خنجر سے) زخمی ہوئے، مَیں ان کے پاس گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف بیان کرنے لگے اور کہا: "جَزَاكَ اللّٰہُ خَیْرًا" اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ......" مجھے اللہ تعالیٰ سے امید بھی ہے اور مَیں خوف زدہ بھی ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ باب الاستخلاف و ترکہ)

فروخت کرنے والے کا قیمت کی پوری ادائیگی پر جَزَاکُمُ اللّٰہُ کہنا

حضرت اُمُّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث بیان کرتی ہیں جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کھجوروں کے بدلے میں اونٹ خریدے۔ گھر میں کھجوریں دستیاب نہ

ہوئیں، اعرابی کو بتایا تو وہ دھوکے کا واویلا کرنے لگا۔ اس پر آپؐ نے سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے کھجوروں کا پوچھ کر اعرابی کو ان کے پاس بھیجا۔ بعد میں جب اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو کہنے لگا: ”جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ أَوْفَيْتَ وَأَطْيَبْتَ۔“

اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے، آپ نے پورا پورا اور خوب عمدہ ادا کر دیا۔

(مسند أحمد 6/268۔269)

احسان کرنے والے کو جَزَاكُمُ اللّٰهُ کہنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَزَاكُمُ اللّٰهُ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ خَيْرًا وَّلَا سِيَّمَا آلَ عَمْرِوبْنِ حَرَامٍ وَّسَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ۔

(السنن الکبریٰ للنسائی، 7/361 رقم الحدیث 8223)

یعنی اے انصار! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ خاص طور پر آل عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ کو۔

جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا کہنا

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”دنیا کی دولت اور سلطنت رشک کا مقام نہیں۔ مگر رشک کا مقام دعا ہے۔ مَیں نے اپنے احباب اور غیر حاضرین میں سے جن کے نام یاد آئے یا شکل یاد آئی۔ آج بہت دعا کی اور اتنی دعا کی کہ اگر خشک لکڑی پر کی جاتی تو سر سبز ہو جاتی۔ ہمارے احباب کے لئے یہ بڑی نشانی ہے۔ جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 220 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

”غالباً 1901ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ مَیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضور علیہ السلام نے توحید باری تعالیٰ پر ایک تقریر فرمائی اور اس میں ارشاد کیا کہ

بعض لوگ کسی کے احسان پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** کہنے کے بغیر ہی **جَزَاكَ اللّٰهُ** کہہ دیتے ہیں حالانکہ بہ نظرِ غایت دیکھا جائے تو از روئے معرفت یہ کلمہ بھی اپنے اندر ایک گونہ شرک کا پہلو رکھتا ہے کیونکہ احسان کرنے والے کی ذات اور وہ چیز جس کے ذریعے وہ محسن بنا ہے وہ بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزیں

ہیں۔ اس لیے ممنونِ احسان کو چاہیے کہ وہ **جَزَاكَ اللّٰهُ** کہنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توصیف و تحمید بیان کرے اور احسان ہونے پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰه** کہے کیونکہ معرفت اور حقیقت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ سب سے اوّل خالقِ اسباب کا شکریہ ادا کیا جائے پھر **جَزَاكَ اللّٰهُ** اس شخص کا بھی کہہ دے۔"

(حیاتِ قدسی صفحہ 134)

انعام ملنے پر بَارَكَ اللّٰهُ اور جَزَاكُمُ اللّٰهُ کہنا

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"جب کسی نوجوان کو انعام دیا جاتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسرے نوجوانوں کے دلوں میں بھی تحریک پیدا ہو کہ وہ بھی ویسے ہی کام کریں اور دوسروں کے دلوں میں تحریک کا ثبوت اس طرح مل سکتا ہے کہ وہ اس میں دلچسپی لیں۔ یوں تو انعام دینے والا، دوسرے کے لئے دل میں بھی دعا کر سکتا ہے مگر مَیں نے جو طریق جاری کیا تھا کہ دوسرے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہیں تو اِس کی غرض یہ تھی کہ دوسروں کے دل میں ایسے کاموں کی رغبت پیدا ہو۔ مگر انعامات کی تقسیم کے وقت باقی سب لوگ خاموش رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری یہ ہدایت اُنہیں فراموش ہو چکی ہے۔ اُن کا فرض تھا کہ کسی کو انعام ملتا تو وہ بلند آواز سے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہتے۔

دوسری عجیب بات مَیں نے یہ دیکھی ہے کہ انعام لینے والوں کو بھی یہ معلوم نہیں کہ انہیں کیا کہنا چاہئے ان میں سے بھی بعض نے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہہ دیا حالانکہ انعام دینے والا کہتا ہے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ خدا تجھے برکت دے اور اس انعام کو تیرے لئے فائدہ مند بنائے اور یہ انعام تیری آئندہ ترقیات کا پیش خیمہ ہو اور انعام لینے والا کہتا ہے جَزَاكُمُ اللّٰهُ کیونکہ انعام دینے والے نے اس کو انعام بھی دیا اور دعا بھی دی۔ پس یہ اُس کے شکریہ میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اِس نیکی کی جزا عطا فرمائے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے شریعت نے یہ سکھایا ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے تو فارغ ہونے پر کہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اب یہ عقل کے بالکل خلاف بات ہو گی اگر کھانا کھلانے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور کھانے والا خاموش رہے۔ پس انعام دینے والے کے لئے مناسب فقرہ یہ ہے کہ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ اور انعام لینے والے کے لئے مناسب فقرہ یہ ہے کہ جَزَاكُمُ اللّٰهُ یعنی جنہوں نے انعام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اِس نیکی کو قبول کرے اور اُنہیں

اِس کا نیک بدلہ دے۔ پس آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ جب انعام دینے والا بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْہِ کہے تو دوسرے بھی یہی فقرہ زور سے کہیں تا انعام لینے والے کو محسوس ہو کہ سب نے اس کے کام کو پسند کیا ہے اور وہ بھی اس کی خوشی میں شریک ہیں اور لینے والا جَزَاکُمُ اللّٰہُ کہے تا اس کے دل میں شکر گزاری کا مادہ پیدا ہو۔"

(انوار العلوم جلد 22 صفحہ 53-54)

سامعین! ایک واقفہ نَو نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جزاک اللہ کا جواب کیا ہے؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآء۔ قرآن کریم کہتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن: 61) یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔ جو جَزَاکَ اللّٰہُ کہتا ہے وہ تم پر احسان کر رہا ہے تمہارے لئے دعا کر رہا ہے تو تم اس کے لئے دعا کر دو۔ اَحْسَنَ الْجَزَآء دے اور بھی بڑھ کر جزاء کہ تم میرے لئے دعائیں کر رہے ہو۔"

(الفضل انٹر نیشنل 20/ تا 26/ جولائی 2012ء)

حضرت اُمّ المؤمنین نصرت جہاں بیگمؓ کا جَزَاکُمُ اللّٰہُ کا کہنا

اُمّ المؤمنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حرمِ محترم حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود ایک شعائر اللہ میں سے تھیں۔ آپؓ کی عادتِ مبارکہ میں یہ بات شامل تھی کہ آپؓ اسلامی شعائر کو بروقت اور برمحل استعمال کرتی تھیں۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب آپؓ کے جَزَاکُمُ اللّٰہُ کہنے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"یہ ایک عجیب بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین جس کسی مخلص کو جَزَاکُمُ اللّٰہُ فرما دیتیں تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب و بامراد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو تمام جماعت احمدیہ کے لئے عام کر دے۔"

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ حصہ دوئم صفحہ 340)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی اصطلاحات کو اپنانے اور اپنے زیر استعمال رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔1175﴾

صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کے فوائد اور برکات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:57)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ **صلی اللہ علیہ وسلم** ایک مختصر دعا ہے، جو مسلمان اللہ کے نبی محمدؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر ان کے نام کے ساتھ ان کے اعلیٰ ترین درجے پر پہنچنے کے لیے اللہ سے کرتے ہیں۔ اِس دعا کو درود کہا جاتا ہے اور اس کو لازمی طور پر نام محمدؐ کے ساتھ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات ہیں جن میں 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ' یا 'مُحَمَّدٌ' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام مبارک آیا ہے مثلاً۔ محمدؐ نہیں ہے مگر ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہر گز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ (آل عمران: 145) پھر ذکر ہے کہ محمدؐ تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتَم ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ (الاحزاب:41)، پھر

اللہ تعالیٰ قرآن میں حضرتِ محمدؐ کا ذکر یوں کرتا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر اُتارا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے کامل سچائی ہے، اُن کے عیوب کو وہ دور کر دے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ (محمد: 3)

حضرت کعب بن عجرہؓ بیان فرماتے ہیں:

ہم لوگوں نے (ایک دفعہ) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ لوگوں یعنی آپ کے گھر کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام لوگوں پر درود کس طرح بھیجا کریں۔ سلام بھیجنے کا طریق تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے (مگر درود بھیجنے کا طریق ہم نہیں جانتے)۔ آپؐ نے فرمایا یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث نمبر 3370)

سامعین! خاکسار نے ابتداء میں جو آیت تلاوت کی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام دونوں بھیجنے کا حکم دیا ہے اور صلی اللہ علیہ وسلم میں صلاۃ وسلام دونوں جمع ہیں۔ تمام صحابہ جب بھی کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر شروع کرتے تھے۔

جیسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

خَطَبَنا رسولُ اللّٰهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم يومًا فقرأ ص، فلما مَرَّ بالسجدةِ، نزل فسجد، وسَجَدْنا

(صحیح ابن خزیمۃ للالبانی: 1795)

یعنی ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا اور سورہ ص کی تلاوت کی، جب آپ سجدہ پر پہنچے تو آپ نیچے اُترے اور سجدہ کیا اور ہم لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔

سینکڑوں احادیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جن سے بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے

تھے۔ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہو گا۔

(جامع الترمذی فضائل صلوۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا۔ حضرت ابو طلحہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے، اس وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرہ پر شگفتگی تھی۔ فرمایا: مجھ سے جبرئیل (علیہ السلام) نے آکر کہا آپ کا رب فرماتا ہے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم اس بات پر خوش نہ ہو گے کہ تمہاری امت میں سے جو کوئی تم پر درود پڑھے گا، مَیں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور تمہاری امت میں سے جو کوئی آپ پر سلام پڑھے گا، مَیں دس بار اس پر سلامتی نازل کروں گا۔

(سنن النسائی، ودارمی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے احباب سے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بہت اچھی طرح سے بھیجا کرو۔ تمہیں کیا معلوم کہ ہو سکتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا جاتا ہو۔ راوی کہتا ہے کہ سامعین نے ان سے کہا آپ ہمیں اس کا طریقہ بتائیں۔ انہوں نے کہا یوں کہا کرو۔ اے اللہ! اپنی جناب سے درود بھیج، رحمت اور برکات نازل فرما، سید المرسلین اور متقیوں کے امام اور خاتم النبیین، محمد اپنے بندے اور اپنے رسول پر جو ہر نیکی کے میدان کے پیشوا اور ہر نیکی کی طرف لے جانے والے ہیں اور رسول رحمت ہیں۔ اے اللہ! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مقام پر فائز فرما جس پر پہلے اور پچھلے سب رشک کریں۔ (پھر اس کے بعد مسنون درود پڑھا)

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا باب الصلوٰۃ علی النبی)

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک کج خُلقی اور بداعتباری کی بات ہے کہ ایک شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(کنز العمال جلد 1 کتاب الاذکار قسم الاقوال الباب السادس فی الصلوٰۃ علیہ وعلی اٰلہ 2153)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”درود شریف جو حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپؐ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا“۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 38 جدید ایڈیشن)

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل وجان اس سے معطّر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نور کی مَشکیں اس عاجز کے مکان میں لیے آتے ہیں اور ایک نے اُن سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔“

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 576)

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود پڑھے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔“

(الحکم 28 فروری 1903ء)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ درود شریف کے پڑھنے کے فائدے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”درود شریف کے پڑھنے سے مومن کو چار فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔

1۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا کیونکہ وہ ایک ایسی بلند شان والی قادر اور توانا ہستی ہے کہ سب کے سب انبیاء رسول اور دیگر اولوالعزم ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔

2۔ خدا تعالیٰ کا کمال غناء ظاہر ہو گا کہ سارا جہان اس سے سوال کرتا رہے مگر اس کے خزانے ختم نہیں ہو سکتے اور جتنا ہے اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر دینے کے لئے اس کے پاس موجود ہے۔

3۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد پختہ ہو جائے گا کہ وہ خدا کا محتاج ہے اور ہر آن میں محتاج ہے۔ خدائی کے مرتبہ پر نہیں پہنچا اور نہ پہنچے گا بلکہ عبد کا عبد ہی ہے اور عبد ہی رہے گا اور خدا تعالیٰ کا فیضان ان پر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔

4۔ درود شریف کے پڑھنے والا اس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ترقی میں شریک رہے گا۔"

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 347-348)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درود کو دردِ دل کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

" درود بھی درد سے ہی نکلا ہوا ہے یعنی خاص درد سوز و گداز اور رقت سے خدا کے حضور التجا کرنی کہ اے مولا! تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مدارج آنحضرت کو عطا کر۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں اور کس طرح سے آپؐ کے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں بجز اس کے کہ تیرے ہی حضور میں التجا کریں کہ تو ہی آپ کو ان سچی محنتوں اور جانفشانیوں کا سچا بدلہ جو تو نے آپؐ کے واسطے مقرر فرما رکھا ہے اور وعدہ کر رکھا ہے، وہ آپؐ کو عطا فرما۔ انسان جب اس خاص رقّت اور حضورِ قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر آپؐ کے واسطے دعائیں کرتا ہے تو آنحضرت کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے اور خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اور پھر اس دعا گو درود خواں کے واسطے بھی اوپر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک درود کے بدلے دس گنا اجر اسے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت کی روح اس درود خواں اور آپ کی ترقی مدارج کے خواہاں سے خوش ہوتی ہے اور اس خوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کو دس گنا اجر عطا کیا جاتا ہے۔ انبیاء کسی کا احسان اپنے ذمے نہیں رکھتے۔ فقط۔"

(الحکم جلد 12 نمبر 20-24 اپریل 1908ء صفحہ 4)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ درود کی برکات کے متعلق فرماتے ہیں:

"قرآن کریم نے حکم دیا ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی تحفہ دیا جائے تو وہ اس سے اچھا نہیں تو ویسا ہی تحفہ دے اور جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات کی بلندی کے لئے دُعا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ اسے آپ کے پاس پہنچاتا ہے تو آپ دُعا کرتے دعا کرتے ہوں گے کہ خدایا! اس بندے کو بھی

وسیلہ اور فضلیت عطا فرما۔ اسی طرح جب درود آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہو گا تو آپ دُعا فرماتے ہوں گے کہ خدایا! اس شخص کے گھر کو بھی برکت سے بھر دے اور ان کے طفیل انسان ان ہزاروں آفات سے محفوظ رہتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 605)

حضورؓ نے احباب جماعت کو دن میں کم از کم بارہ مرتبہ درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

"درود پڑھنے کے یہ معنے نہیں کہ انسان محض درود کے الفاظ اپنی زبان سے دہراتا جائے بلکہ اُسے چاہیے درود سمجھ کر پڑھے۔ یہ نہیں کہ خالی مُنہ سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کہہ دیا جائے بلکہ جب انسان اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہے تو اسے پتہ ہو کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما، آپ کے درجات کو بلند کر، آپ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلا، آپ کا نور دنیا میں روشن کر اور آپ جس کام کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہیں اُس میں آپ کو کامیاب فرما۔ تاکہ ساری دنیا آپ کے جھنڈے کے نیچے آجائے، ساری دنیا صداقت کو قبول کرلے اور ساری دنیا آپ کی غلامی کو اختیار کرلے۔ جب کوئی شخص اس درد سے درود پڑھے گا کہ دنیا کو آپ کے ذریعہ سے ہدایت حاصل ہو اور آپ کا لایا ہوا نور وہ قبول کرلے تو یہ لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ اس شخص کو بھی اس امر کی توفیق عطا فرمادے گا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو پھیلانے میں حصہ لے اور آپ کے احکام کی دنیا میں اشاعت کرے۔"

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 344-345)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف منہ سے درود پڑھ لیناہی کافی نہیں۔

" اگر کوئی شخص مثلاً دس ہزار دفعہ درود پڑھتا ہے۔ لیکن اس میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے اُسوہ حسنہ نہیں بنایا۔ تو اس درود پڑھنے کا اسے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ جب ہم درود پڑھیں تو ہمیں چاہیے کہ اس نیت سے پڑھیں کہ اے خدا! تُو نے دنیا میں ہمارے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نہایت ہی اعلیٰ نمونہ بنایا ہے اور تو نے اسے اس لئے نمونہ بنایا ہے تا کہ ہم اس کی پیروی کریں اس کے نمونہ

پر چل کر اس کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں اور اس کے رنگ سے رنگین ہوں تو ایسا درد ہمیں فائدہ دے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ مَیں درود تو پڑھتا ہوں لیکن مَیں آپؐ کے نمونہ کی پیروی کرنا نہیں چاہتا۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عبادت نہیں۔"

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 320 آن لائن ایڈیشن)

پھر آپؒ فرماتے ہیں۔

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رحمت کا مہبط بنا دیا ہے ہر آن آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہو رہی ہیں ان رحمتوں کو دیکھ کر فرشتوں کے دل خدائی حمد سے بھر جاتے ہیں اور وہ خدا کی رحمتوں کے نتیجہ میں جوش میں آتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھ کر فرشتے بھی (جو حقیقی انسان سے کم درجہ پر ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں اس لئے اے انسان! جسے ہم نے فرشتوں سے بھی افضل بنایا ہے تو بھی اس طرف متوجہ ہو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا تم بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشانوں کو دیکھ کر اور اس نکتہ کو سمجھ کر کہ کوئی فیض روحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق قائم کئے بغیر انسان حاصل نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا شروع کرو آپ کے لئے دعائیں کرو اور آپ کے لئے سلامتی مانگو۔

غرض یہاں جماعت مومنین کو (جو ایک جسد اور ایک جسم بن گیا تھا) یہ کہا کہ ہر وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہو اور ہر آن آپ کے لئے دعاؤں میں مشغول رہو دوسری طرف مومنوں کو یہ خوشخبری دی کہ جب تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو گے اور آپ کے لئے دعاؤں میں مشغول رہو گے تو تم یہ دیکھو گے کہ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تمہارے لئے بھی دعائیں کرنے لگ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر بھی نازل ہونی شروع ہو جائیں گی اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جن ظلمات شیطانی سے تم اپنی کوشش اور مجاہدہ کے نتیجہ میں نجات حاصل نہیں کر سکتے تھے جب خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی دعائیں تمہاری دعاؤں کے ساتھ مل جائیں گی اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی

رحمت نازل ہو گی تو تم ان ظلمات سے ان اندھیروں سے، ان جہالتوں سے نجات پا جاؤ گے اور ایک نور تمہیں عطا ہو گا۔“

(خطباتِ ناصر جلد 2 صفحہ 304)

سامعین! ایک مجلس عرفان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کہتے ہیں تو ہمیں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کیوں کہنا ہوتا ہے؟

حضورؒ نے فرمایا:

”اس لئے کہ یہ دعا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اور اس دعا کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں۔ اگر آپ یہ دعا نہ کریں تو وہ پھر بھی نازل ہونی ہی ہونی ہیں لیکن آپ کے دل میں جو یہ جذبہ ہے کہ میں دعا کروں وہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر بہت احسان ہے۔ ساری امت پر قیامت تک کے لئے ہر انسان پر احسان ہے۔ جس پر کوئی احسان کیا جائے وہ اور کچھ نہیں تو دعا تو دیتا ہے نا۔ پس درود پڑھنا اس بات کی علامت ہے ایک انسان کو اس بات کا شعور ہے احساس ہے کہ مجھ پر ایک احسان کرنے والے نے بہت احسان کئے ہیں۔ اس لئے میں کچھ اور نہیں تو دعا ہی دے دوں۔ تو دعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ آپؐ کو پہلے ہی بے شمار برکتیں ملتی ہیں مگر جو دعا بھیجنے والا ہے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے نزدیک ایک شریف اور شکر گزار انسان سمجھا جاتا ہے۔“

(مجلس عرفان مؤرخہ 24 مئی 1997ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”مَیں لاہور کے دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل میں ملازم تھا۔ 1898ء کا یہ اس کے قریب کا واقعہ ہے کہ مَیں درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا اور اس میں بہت لذت اور سرور حاصل کرتا تھا۔ انہی ایام میں مَیں نے ایک حدیث میں پڑھا کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ میری ساری دعائیں درود شریف ہی ہوا کریں گی۔ یہ حدیث پڑھ کر مجھے بھی پر زور خواہش پیدا ہوئی کہ مَیں بھی

ایسا ہی کروں۔ چنانچہ ایک روز جبکہ قادیان آیا ہوا تھا اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، مَیں نے عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ مَیں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔ حضور نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اٹھا کر اسی وقت میرے لئے دعا کی۔ کہتے ہیں تب سے میرا اس پر عمل ہے کہ اپنی تمام خواہشوں کو درود شریف کی دعا میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔"

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 297)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی برکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" قرآن کریم میں بے شمار احکام ہیں جن کے کرنے کا حکم ہے اور ان پر عمل کرنے کے نتیجے میں کیا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بن جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث ٹھہرو گے، اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بن جاؤ گے، جہنم سے بچائے جاؤ گے، جنت میں داخل ہو گے۔ یہاں یہ حکم ہے کہ یہ اتنا بڑا اور عظیم کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو بھی اس کام پر لگایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے۔ اس لئے یہ ایسا عمل ہے جس کو کر کے تم اُس عمل کی پیروی کر رہے ہو یا اس کام کی پیروی کر رہے ہو جو خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حکموں پر عمل کرنے سے اتنے بڑے اجروں سے نوازتا ہے تو اس کام کے کرنے سے جو خود خدا تعالیٰ کرتا ہے کس قدر نوازے گا۔ اور یہ یقیناً خالص ہو کر بھیجا گیا درود اُمّت کی اصلاح کا باعث بھی بنے گا۔ اُمّت کو رسوائی سے بچانے کا باعث بھی بنے گا۔ ہماری اصلاح کا باعث بھی بنے گا۔ اور ہماری دعاؤں کی قبولیت کا بھی ذریعہ بنے گا۔ ہمیں دجال کے فتنوں سے بچانے کا ذریعہ بھی بنے گا۔"

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" حدیث میں آیا ہے کہ جو ایک ہزار مرتبہ کرتا ہے اس کا مطلب ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ کرتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بعض لوگوں کو تعداد بتائی۔ کسی کو سات سو دفعہ روزانہ پڑھنا یا گیارہ سو دفعہ پڑھنا بتایا۔ تو یہ حکم ہر شخص کے اپنے حالات اور معیار کے مطابق ہے، بدلتا رہتا ہے۔

بہر حال یہ درود شریف ہمیں پڑھنا چاہئے اس لئے مَیں نے جو بلی کی دعاؤں میں بھی ایک تو وہ حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی دعا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اس کے علاوہ مَیں نے کہا تھا کہ درود شریف بھی پورا پڑھا جائے تو اس لئے کہا تھا کہ اصل درود شریف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اس کو ہمیں اپنی دعاؤں میں ضرور شامل رکھنا چاہئے۔ لیکن وہی بات جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اتنا ڈوب کر پڑھیں کہ ایک خاص کیفیت پیدا ہو جائے اور جب اس طرح ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن رہے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 24 فروری 2006ء)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔1176﴾

مسجد کا مقام اَور اِس کی تعمیر کا ثواب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن:19)

اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

خدا سے چاہیے ہے لو لگانی
کہ سب فانی ہیں پر وہ غیر فانی
وہی ہے راحت وآرام دل کا
اُسی سے روح کو ہے شادمانی

معزز سامعین! گزشتہ کچھ دنوں سے اسلامی اصطلاحات پر بات ہو رہی ہے۔ اِس سلسلہ میں آج باری ہے مسجد کی۔ کیونکہ پاکستان میں قانوناً ہم احمدیوں کو اپنی عبادتگاہوں کو نہ مسجد کہنے، بولنے اَور لکھنے کی اجازت ہے اَور نہ انہیں مسجد کے نام سے تعمیر کر سکتے ہیں، نہ محراب، نہ ہی گنبد اَور نہ ہی مینارے بنانے کی اجازت ہے بلکہ ایک منظّم مہم کے تحت ہماری سینکڑوں مساجد کے مینار اَور محراب مسمار کر دیے گئے۔ ہم اپنی عبادتگاہوں کو بیت یا بیوت لکھنے اَور کہنے پر مجبور ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کی بہت سی برکات کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ

(سنن ابی داؤد باب ثواب تلاوت القرآن)

کہ جو بھی قوم (جماعت) اللہ کے گھروں یعنی مساجد میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتی اور باہم اسے پڑھتی پڑھاتی ہے اس پر سکینت نازل ہوتی ہے، اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی

ہے، فرشتے اسے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے، جو اس کے پاس رہتے ہیں یعنی مقرّبین ملائکہ میں۔

آخری زمانہ کی علامات میں مساجد کے حوالہ سے یہ بھی حدیث ملتی ہے کہ امام مہدی کے نزول کے وقت مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی اور ویران۔ عربی الفاظ یوں ہیں:

يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ، مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَآءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، صفحہ 38)

اب ان دونوں احادیث کو تقابلی انداز میں دیکھیں تو پہلی حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت گاہ کے لئے بیت یا بیوت کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی گھر کے ہوتے ہیں یعنی اللہ کا گھر۔ خانہ کعبہ کے لئے بھی "بیت اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت گاہ کے لئے مسجد کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ مسلمانوں کی مساجد نمازیوں سے آباد تو ہوں گی مگر ہدایت نام کی کوئی چیز نظر نہ آئے گی۔ ہم آئے روز انہی مساجد سے حکومت اَور دوسرے فرقوں کے خلاف مظاہرے نکلتے دیکھتے ہیں۔ آج کل ہمیں سوشل میڈیا پر مساجد کے منبرز سے علماء کے جو خطبات اور خطابات کے کلپس (Clips) سننے کو ملتے ہیں۔ ان سے ایک مذہب اور فرقہ کی دوسرے کے خلاف نفرت، دشمنی اور ہنگامہ آرائی کی تعلیم ملتی ہے اور ہر جمعہ کو مولوی نمازیوں کو لے کر جلوس کی شکل میں باہر آجاتے ہیں۔ حکومتِ وقت کے خلاف، کبھی کسی ادارے کے خلاف، کبھی کسی فرقہ کے خلاف اور کبھی اپنے ناجائز مطالبات منوانے کے لئے اور پھر توڑ پھوڑ اور حکومتی املاک کو نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے فرمایا کہ اُخروی دور میں مساجد آباد ہوں گی، نمازی کثرت سے نظر آئیں گے مگر ہدایت و رُشد کا کوئی سبق نظر نہیں آئے گا۔ قرآن کے الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ زبان سے تو اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت سنائی تو دے گی مگر حلق سے نیچے نہیں اُتریں گے اور عمل سے بے بہرہ ہوں گے۔

اِن کے مقابل پر بعض فرقوں کو اپنی عبادت گاہوں جن کو مساجد کہنے کی اجازت نہ ہو گی یعنی جماعتِ احمدیہ کو۔ وہاں امام اور اس کے مقتدی یعنی نمازی اپنی بیوت میں جمع ہوں گے وہاں اللہ کی کتاب پڑھیں گے یعنی تلاوت کریں گے اور آپس میں مل بیٹھ کر درس بھی دیں گے اور معارف و حقائق بکھیریں گے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے جو انعام ہوں گے وہ یہ ہیں۔

- ان پر سکینت نازل ہو گی
- انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لے گی
- فرشتے انہیں گھیرے رکھیں گے
- اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس مقرّبین فرشتوں میں کرتا رہے گا

یہ وہ چار انعام خداوندی ہیں جن کا اُوپر احادیث میں ذکر ہے۔ قرآن کریم نے عبادتِ الٰہی کے لئے تعمیر ہونے والے پہلے مرکز کو بھی بیت کے نام سے ہی موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (آل عمران:97)

یعنی یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان (کے فائدے) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بَکَّہ میں ہے۔ (وہ) مبارک اور باعثِ ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اسی کو یارو! بتوں میں وفا نہیں

سامعین! جیسا کہ ہم اوپر سن آئے ہیں کہ پاکستان میں چونکہ احمدیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روک دیا گیا ہے اور وہ اپنی عبادت گاہوں کو "مساجد" کے الفاظ سے یاد نہیں کرسکتے ہیں اس لئے جماعت احمدیہ نے خانہ کعبہ کی اقتداء میں اپنی عبادت گاہوں کے لئے "بیوت" کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اور حقیقت میں دو اور دو۔ چار کی طرح یہ انعاماتِ خداوندی کے وارث جماعت احمدیہ اور اس کے ماننے والے ہیں۔ جہاں امن ہی امن نظر آتا ہے۔ نہ کبھی لڑائی، نہ کوئی جھگڑا، نہ کبھی کسی فرقہ کے خلاف منصوبہ بندی اور نہ کبھی توڑ پھوڑ کے منصوبے اور ہنگامہ آرائی اور جماعت احمدیہ کا یہ طرّہ امتیاز اب ساری

دنیا میں ایک امتیاز کے طور پر سامنے آچکا ہے اور دنیا میں بسنے والے جماعت احمدیہ کے مدّاح اور Well wishers اس بات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے کہ یہ پُر امن جماعت ہے۔ ہمارے جلسہ ہائے سالانہ پر سلوگن Love for all hatred for none کو اپنی تقاریر میں سراہتے ہیں۔ ہمیں بعض ممالک میں تکالیف اور مشکلات کا بھی سامنا رہتا ہے مگر ہم ان تمام تکالیف کو بطیب خاطر قبول کرتے اور امن کو فروغ دیتے ہیں۔

یہ دراصل اس عظیم انعامِ خداوندی کی بدولت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت کے نام سے ہمیں عطا فرما رکھا ہے۔ دربارِ خلافت یا خلافت کے پلیٹ فارم سے گزشتہ سوا صدی سے امن وآتشی کے پیغامات مل رہے ہیں۔ ''گالیاں سُن کے دعا دو پاکے دکھ آرام دو'' کی تعلیم ہمارے دلوں میں راسخ ہو رہی ہے اور ہم نے یہ مسلسل دیکھا کہ ان تکالیف کے باوجود ہم پُر سکون زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کی سکینت نازل ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحیمیت ہمیں ڈھانپے رکھتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں، خلافت اور خلافت کے پروں تلے محفوظ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم پر فرشتے سایہ فگن ہوتے ہیں اور ہم ان کی حفاظت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

سامعین! مَیں آپ کو دوبارہ اصل موضوع یعنی مساجد کی اہمیت اور برکات کی طرف لے کر جانا چاہتا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کفّارات'' کی تشریح میں فرمایا کہ

1۔ نماز باجماعت کے لئے چل کر مسجد جانا

2۔ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا

3۔ اور ناپسندیدگی کے باوجود مکمل وضو کرنا

جہاں تک مسجد کی طرف پیدل چل کر آنے کا تعلق ہے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔ مسجد کی طرف ایک قدم اُٹھانے سے ایک نیکی اس کے حق میں لکھی جاتی ہے اور اگلا قدم اُٹھانے سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔

(مسلم باب المشی الی الصلوٰۃ)

مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا بھی ثواب کے زمرہ میں آتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اور اقامہ کے دوران دعا ردّ نہیں ہوتی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور مبارک تھا کہ نماز کے اختتام پر آپ تسبیحات کیا کرتے تھے۔ بالخصوص سبحان اللہ 33 بار، الحمد للہ 33 بار، اللہ اکبر 34 بار۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی نماز باجماعت کی ادائیگی کے بعد بہت اہتمام کے ساتھ سنت نبویؐ کی پیروی میں تسبیحات مکمل فرماتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس سنت کو اپنانا چاہیے۔

ایک دفعہ غریب صحابہ کو یہ نسخہ کیمیا بتاتے ہوئے فرمایا کہ ایسا کرنے سے آپ کو بھی امیر صحابہ جیسے افعال کا ثواب ملے گا۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التحباب الذکر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑگئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہیے۔ پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیام مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو۔ تب خدا برکت دے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکی عمارت کی ہو۔ بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیے اور وہاں مسجد کی حد بندی کر دینی چاہیے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلّفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخیں ہی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس لیے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا۔ اپنے زمانہ میں اسے پختہ بنوایا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اور عثمانؓ کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔ غرضیکہ جماعت کی اپنی مسجد ہونی چاہیے جس میں اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے اور جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ سب مل کر اسی مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔

پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہیے اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے جو کہ پھوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 93)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مساجد کی اہمیت، ضرورت اور برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر مسجد جو ہم تعمیر کرتے ہیں اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اس مسجد میں آنے والے کا دل ہر قسم کے ظلموں اور حقوق غصب کرنے کے خیالات سے پاک ہے۔ یہ ہماری مساجد اس بات کا نشان اور مرکز ہیں کہ یہاں آنے والے دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے والے ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی کے لئے قربانی کرنے کے لئے جہاں اپنوں کے لئے ان کے دل رحم کے جذبات سے پُر ہیں وہاں دشمن کی دشمنی بھی انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حق کی ادائیگی سے نہیں روکتی۔ یہ مساجد جو ہم تعمیر کرتے ہیں یہ اس بات کا اعلان ہیں کہ مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار اسلام ہے اور اس کے اظہار کے لئے ہماری مسجدوں کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ ہر شخص جو خدا کی عبادت کرتا ہے اسے مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی روک نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ ہماری مساجد اور اس میں آنے والا ہر احمدی اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہر حقیقی مسلمان پر تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور فرض ہے اور اس ذمہ داری کا ادا کرنا اس کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اپنی مسجد کی حفاظت کرنا۔ ہماری مساجد ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتی ہیں کہ مومن کے ایمان کا حصہ ملک سے وفاداری بھی ہے۔ ایک مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ملک و قوم کا وفادار نہ ہو۔"

آپ نے مزید فرمایا: مَیں نے شروع میں جو آیت (سورۃ توبہ آیت 18) تلاوت کی تھی اس میں بھی خدا تعالیٰ نے مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس آیت کی وسعت خانہ کعبہ سے نکل کر ہر اس مسجد تک پھیلتی چلی جاتی ہے جو ان خصوصیات کے حامل لوگوں سے آباد ہوتی ہے جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جو ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ ان مومنوں میں شامل ہیں جن کے ایمان

کے معیار اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ۔ یعنی مومنوں کی محبت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ کوئی دوسری دنیاوی محبت ان پر غالب نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ دنیاوی مفاد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھول جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ یہ نہیں کہ اپنے کام کے بہانے کر کے نمازوں کو انسان بھول جائے۔ مالی مفاد کا فائدہ اٹھانے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لے۔ یہ کام کرتے وقت انسان کو سوچنا چاہئے کہ میری محبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ہے یا دنیاوی مفادات سے؟ اگر دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکموں سے دُور لے جا رہی ہیں تو دنیا کی محبت غالب آرہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ”جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی غیوری محبت ذاتیہ میں کسی مومن کی اس کے غیر سے شراکت نہیں چاہتی۔ ایمان جو ہمیں سب سے پیارا ہے۔ وہ اسی بات سے محفوظ رہ سکتا ہے کہ ہم محبت میں دوسرے کو اس سے شریک نہ کریں۔“

(الفضل آن لائن (مساجد نمبر) 22/ دسمبر 2022ء صفحہ 7)

معزز سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ مجھے ایسی فضیلتیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ اُن فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ بیان فرمائی کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَھُوْرًا فَاَیْنَمَا اَدْرَکَ الرَّجُلَ مِنْ اُمَّتِیَ الصَّلٰوۃُ یُصَلِّیْ کہ ساری زمین میرے لئے مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔ جہاں بھی میری امت کے کسی آدمی پر نماز کا وقت آئے وہ وہاں نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ دوسرے مذاہب والوں کو عبادت کرنے کے لئے عبادت خانے میں جانا پڑتا ہے۔

مسجِد ایسی سجدہ گاہ کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کی عبادت گاہ کے طور پر خاص شکل دے کر بنائی گئی ہو۔ جس میں امام کے امامت کروانے کے لئے محراب ہو اور صحن والے حصہ کی طرف چھت کے ساتھ جُڑے مینارے ہوں اور بعض مساجد میں چھت میں خوبصورت Doom بھی بنائے جاتے ہیں اور طَھُور، طُھر سے نکلا ہے جس کے معنی انتہائی پاک وصاف جگہ جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جا سکتی ہو۔

ہر مذہب اور فرقوں نے اپنے اپنے خداؤں کی عبادت بجالانے کے لئے عبادت خانے بنائے اور اُن کے نام دے رکھے ہیں۔ جیسے عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو گرجا، ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو مندر، سکھوں کی عبادت گاہوں کو گوردوارہ کہا جاتا ہے۔ یہودی اپنی عبادت گاہوں کو سینا گوگ (Synagogue) کہتے ہیں۔ یہ تمام مذاہب والے عموماً انہی عبادت گاہوں پر مخصوص دنوں اور وقت پر اکٹھے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں نے بھی دنیا بھر میں بہت ہی خوبصورت مساجد اور بیوت بنا رکھی ہیں اور اسلام کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مساجد بنانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

(بخاری)

کہ جس کس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ نے اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر یہ فضیلت دے دی ہے کہ دنیا کی تمام زمین مسلمانوں کے لئے مسجد بنادی گئی ہے۔ پاک وصاف بنادی گئی ہے وہ جہاں اور جب چاہے نماز پڑھ لے۔ مسلمانوں کو اگر وضو کے لئے پانی نہ ملے تو اِسی زمین کی مٹی اُن کے لئے پانی کا موجب بن جاتی ہے اور نماز کے لئے اُنہیں پاک کر دیتی ہے کیونکہ وہ اِس مٹی پر مسح کرکے اُسی مٹی پر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی مسلمان کو جہاں بھی نماز ملے تو وہ اُسے اسی جگہ ادا کرے کیونکہ تمام جگہیں پاک وصاف بنائی گئی ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امریکہ کی سرزمین پر بطور مبلغ بھجوایا گیا تو کچھ عرصہ کے بعد قوانین کے مطابق جماعت احمدیہ کو حکومتی کاغذات میں رجسٹرڈ کروانے کی ضرورت پیش آئی تو رجسٹریشن کے وقت حکومتی کارندوں نے آپؓ سے کوئی ٹریڈ مارک بھی طلب کیا تو آپؓ نے یہی کہا کہ ہمارا ٹریڈ مارک نماز ہے جہاں بھی اور جب بھی نماز کا وقت آئے گا ہم وہاں ہی اُسے ادا کریں گے۔

سامعین ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عید الاضحیٰ 2025ء کے موقع پر خطبہ عید میں بھی پاکستان کے احمدیوں کو توجہ دلائی ہے کہ اگر دشمنِ اسلام آپ کو نمازیں پڑھنے سے روکتا ہے تو اپنے گھروں میں

نمازیں ادا کر لو۔ یوں کئی اور برکتوں کو بھی سمیٹنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازیں پڑھنے سے برکتوں اور نور کا جو انتشار ہوتا ہے وہ پہلے مسجدوں اور چند دیگر جگہوں تک محدود تھا۔ اب گھر گھر، محلّہ محلّہ، قریہ قریہ کوہ بہ کو اور ڈیرہ بہ ڈیرہ جب نمازیں ادا ہوں گی تو تمام زمین نور کے انتشار سے بھر دی جائے گی چنانچہ جو چراغ آج سے 137 سال قبل قادیان میں مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ مبارک کی صورت میں روشن ہوا تھا وہ اب ملک ملک، شہر شہر، قریہ قریہ اور گلی گلی میں ہزاروں مساجد کی تعمیر سے پھیلنے لگا ہے اور بیسیوں ایسے جزائر اور ملک ہیں جہاں سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو مساجد تعمیر کرنے کی توفیق ملی ہے۔ الحمدللہ اور دوسری برکت یہ مل رہی ہوگی کہ ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس صحابہ سے ملا دیا گیا ہے۔ کفارِ مکہ اور دشمنانِ اسلام نے صحابہ کو سرعام نمازیں پڑھنے سے روکا تھا وہ چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے اور آج مولویوں کے کفار مکّہ سے ملتے اعمال کے پیشِ نظر انہیں ابوجہل جیسے دشمن سے ملا دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ کیا کمال سے پورے ہو رہے ہیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

سامعین! حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اِس کی تشریح میں ایک لطیف نکتہ یوں بیان فرمایا ہے کہ

”دوسری خصوصیت آپؐ کی یہ ہے کہ آپؐ کے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی جس کے نتیجہ میں ایک مسلمان جہاں بھی اُسے نماز کا وقت آ جائے اپنی نماز ادا کر سکتا ہے اور دوسری قوموں کی طرح اُسے کسی خاص جگہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ یہ اِس لئے ضروری تھا تا کہ مسلمانوں کے وسیع مجاہدانہ پروگرام میں سہولت پیدا کی جائے۔ اِسی طرح آپؐ کے لئے زمین طہارت کا ذریعہ بھی بنا دی گئی جس کا ادنیٰ پہلو یہ ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو ایک مسلمان وضو کی جگہ پاک مٹی کے ساتھ تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتا ہے اور یہ پانی

اور مٹی کا جوڑ حضرت آدمؑ کی خلقت کے پیشِ نظر رکھا گیا ہے جنہیں قرآنی محاورہ کے مطابق گیلی مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ 23-24)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے وینکوور کینیڈا کی مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر فرمایا۔

"ہم اس زمانے کے ابراہیم کو مان کر ہر قسم کے شرک سے بے زاری کا اظہار کرنے کا نعرہ لگاتے ہیں۔ لیکن مثلاً نمازوں کے اوقات ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بُت اور خدا، نوکری کے، کاروبار کے، سستیوں کے ہم نے بنائے ہوئے ہیں ان کے پنجے سے نکلنا نہیں چاہتے۔ یا اس طرح نکلنے کی کوشش نہیں کرتے جس طرح کوشش کرنی چاہئے۔ صرف منہ سے یہ کہہ دینا کہ اے اللہ! ہمیں مقام ابراہیم پر فائز کردے، کوئی فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ وہ محبت اپنے دل میں پیدا نہ کریں جو ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خدا سے تھی۔ جب تک ہم اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کے احکامات کے سپرد نہ کردیں۔ جب تک ہم اپنے تمام معاملات خدا پر نہ چھوڑ دیں اور عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے ساتھ ساتھ جھوٹی اناؤں کو نہ چھوڑ دیں۔ جب تک ہم اپنے خاندانوں اور برادری کی بڑائی کے تکبر سے باہر نہ نکلیں۔ جب تک ہم اس چکر میں رہیں گے کہ میں سیّد ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان ہوں یا جاٹ ہوں یا آرائیں ہوں، ان لفظوں سے جب تک باہر نہیں نکلیں گے جب تک ہم اپنے معیار اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق تقویٰ کو نہ بنالیں کوئی فائدہ نہیں۔ تو جب ہم یہ ساری چیزیں کرلیں گے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم مقام ابراہیم پر قدم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقام پر قدم رکھتے ہوئے اپنے تمام معاملات خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم وفاداروں میں ہیں اور اس زمانے کے ابراہیم سے جو عہد بیعت ہم نے باندھا ہے اس کو پورا کرنے والے ہیں۔ پس جب ہم یہ معیار حاصل کرلیں گے یا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو تب ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیاروں میں شامل سمجھے جائیں گے۔ اگر نہیں، تو پھر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں نہیں سمجھے جاسکتے بلکہ ایک سوکھی ٹہنی کی طرح جس کو کوئی بھی باغبان برداشت نہیں کرتا، کاٹ کر پھینک دیئے جائیں گے کیونکہ ہم اس مقام کی پیروی نہیں کر رہے، اس مقام

پر کھڑے نہیں ہو رہے جس مقام پر کھڑے ہونے کا امت محمدیہ کو حکم دیا گیا ہے۔ پس اس زمانے کے ابراہیم کو مان کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق اور غلامِ صادق بھی ہے ہمیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی۔ اپنے دلوں میں ابراہیمی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔ اپنے عملوں کو بھی، اپنی عبادتوں کو بھی اس تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہو گا جس کا ہمیں خدا نے حکم دیا ہے۔ اپنی مساجد سے خدا کی وحدانیت کے نعروں کے ساتھ ساتھ پیار اور محبت اور اُلفت کے نعرے بھی لگانے ہوں گے تا کہ مقام ابراہیم پر کھڑا ہونے والے کہلا سکیں۔ ورنہ یہ بیعت کے دعوے کھوکھلے دعوے ہیں۔ عبادتوں کے یہ معیار قائم کئے بغیر اور عملوں کے یہ معیار قائم کئے بغیر ہم بھی وہیں کھڑے ہوں گے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آج وہ مسلمان کھڑے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانا۔ جن کی مساجد بظاہر نماز پڑھنے والوں سے پُر لگتی ہیں، بھری ہوئی لگتی ہیں لیکن وہاں نفرتوں کے نعروں اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں جس مُلّاں کے قبضے میں منبر ہے وہ ہر دوسرے فرقے کے خلاف گالیاں بکنے کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔ جہاں جانے والے بعض شرفاء یہ کہہ کر اٹھ کر آجاتے ہیں کہ مولانا! ہم اسلام سیکھنے کے لئے آئے تھے گالیاں اور مغلظات سننے کے لئے نہیں آئے۔ تو بہر حال اس زمانے میں جب مسیح ومہدی کا ظہور ہو چکا ہے ان نام نہاد علماء نے اس کو نہ مان کر یہی کچھ کرنا تھا کیونکہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی جس کا ایک حدیث میں اس طرح ذکر آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہ رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے۔"

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث روایت نمبر 276)

لیکن آپ لوگ جو ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان چکے ہیں واپس اس غار کی طرف نہ جائیں جہاں گہرے اندھیرے ہیں۔ بلکہ نیکیوں پر قائم ہوتے ہوئے مسجدوں کو بھلائی، خیر اور روشنی کے مینار بنائیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو ہماری اس مسجد میں اس نیّت سے داخل ہو گا کہ بھلائی کی بات سیکھے یا بھلائی کی بات جانے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہو گا اور جو مسجد میں کسی اور نیّت سے آئے تو وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جو اس کو حاصل نہیں ہو سکتی۔''

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 350 مطبوعہ بیروت)

اس کا مسجد میں آنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ مومنوں کی مساجد منافقین کے لئے، فتنہ پیدا کرنے والوں کے لئے نہیں ہوتیں۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک مسجد میں اس نیت سے داخل ہونے والا ہو کہ ایک خدا کی عبادت کرنی ہے اور بھلائی سیکھنی ہے اور پھر اس سیکھی ہوئی بھلائی کی بات پر خود بھی عمل کرنا ہے اور آگے بھی پھیلانا ہے۔ ہماری نیتیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہوں تاکہ ان لوگوں میں شامل ہوں جو جہاد کا ثواب لینے والے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں اور رنجشیں بھلائی اور خیر سے محروم کرنے والی نہ ہوں۔ ہمارا مسجدوں میں آنا ہمارے ماحول کے لئے خیر و برکات کا باعث ہو۔ نہ کہ دکھ اور تکلیف کا۔

پس جب اس نیّت سے ہر کوئی کوشش کر رہا ہو گا تو یہ کوششیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً مقبول ہوں گی اور جہاں یہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنائیں گی وہاں یہ ماحول میں محبتیں بھی بکھیر رہی ہوں گی۔ جماعت احمدیہ کی مساجد تو بہر حال بھلائی پھیلانے والی اور خیر پھیلانے والی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو یہاں آنا بھی اسی نیّت سے چاہئے۔ اگر کوئی فتنہ وفساد کی نیّت سے آئے گا تو اس کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہر احمدی کو اس لحاظ سے بھی اپنے ماحول کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ کبھی کوئی شر جماعت کے اندر یا مساجد میں کامیاب نہ ہو۔ ہر احمدی کو بھلائی اور خیر کی تعلیم کو ہی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کیونکہ یہی چیز ہے جس نے اسلام کی صحیح تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا کردار ادا کرنا ہے، بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھانا ہے۔

یہ تعلیم پھیلانے میں مساجد ایک بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہو گا کہ ہماری مساجد امن کا نشان ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کی ضامن ہیں۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نمازوں کو جو اس کا حق ہے اس طرح ادا کرو۔ مردوں کے لئے نمازوں کا یہ حق ہے کہ پانچ وقت مسجد میں جا کے باجماعت ادا کی جائیں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ ادا کرنی مشکل ہیں، ہر جگہ مسجد نہیں ہوتی۔ مسجد نہیں ہوتی تو کوئی نہ کوئی جگہ تو ہوتی ہے۔ مسلمان کے لئے تو ساری زمین ہی مسجد بنائی گئی ہے۔ کام کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت کام چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں تھا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں ملازم پیشہ کو اور کاروباری لوگوں کو کام بہت زیادہ کرنا پڑے گا اور لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ تو غیب کا علم جانتا ہے اس کے تو علم میں ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے اور سو سال کے بعد کیا ہونے والا ہے اور ہزار سال کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ اور اس کے بعد کیا ہونا ہے اور کیسا زمانہ آنا ہے لیکن اس کے باوجود فرمایا کہ نمازوں کی طرف توجہ کرو گے تو نیکیوں پر قدم مارنے والے کہلاؤ گے، نیکیوں پر چلنے والے کہلاؤ گے۔ ورنہ مسیح و مہدی کو ماننے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کے باوجود کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا ہے، نیکیاں قائم کرنے والے اور نیکیوں پر عمل کرنے والے نہیں ہو گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو بڑا واضح حکم دیا ہے کہ نمازوں کو قائم کرو۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور:57)۔ نماز قائم کرو۔ اس کو مسجد میں جا کر ادا کرو...... نمازیں وقت پہ اور باجماعت ادا کرو گے تو پھر تم پر رحم کیا جائے گا۔ ورنہ نہ تم رحم کی توقع رکھو اور نہ ہی تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ہم نیکیوں پر قائم ہیں۔ کیونکہ نیکی پر چلنے والے، نیکی میں بڑھنے والے اس وقت کہلاؤ گے جب وقت پر نماز ادا کر رہے ہو گے، کیونکہ وقت پر نماز ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:104) نماز یقیناً مومنوں پر وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ تو نیکی یہی ہے کہ ایک تو نمازیں باجماعت ادا کی جائیں، دوسرے وقت پر ادا کی جائیں۔ اگر دنیا کی چکا چوند، کام کی مصروفیت، پیسے کمانے کا لالچ نمازوں سے روکتا ہے تو یہ نیکی نہیں ہے۔ اس لئے اپنی فکر کرو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 ستمبر 2004ء)

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی مسجد اور نماز سے بہت محبت تھی۔ آپؑ نے اس محبت کا اظہار ''اَلْمَسْجِدُ مَکَانِیْ'' کے الفاظ میں فرمایا ہے یعنی مسجد میرا مکان ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 53)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد کو اپنی رہائش کی جگہ، رہنے کی جگہ قرار دیا ہے۔ مکان، مسکن اور گھر کو بولتے ہیں۔ جہاں انسان سکون اور سکینت محسوس کرتا ہے۔ وہ جگہ جو آسمانی اور زمینی وناگہانی آفات سے بچاؤ کا ذریعہ ہوتی ہے۔ جہاں انسان دھوپ، بارش اور آندھیوں الغرض موسم کی حدّت اور شدّت سے اپنے آپ کو محفوظ پاتا اور شور شرابے سے بچاؤ کی ایک پناہ گاہ تصوّر کرتا ہے۔ گھر کی یہ تمام صفات حضرت مسیح موعودؑ مسجِد میں محسوس کرتے تھے اِسی لئے آپؑ نے مسجِد کو اپنا گھر قرار دیا۔ اِس میں ایک اَور لطیف مضمون حضرت مسیح موعودؑ کا مسجِد سے پیار اور لگاؤ کا بیان ہوا ہے۔ جس کو آپؑ کا عشقِ الٰہی کا مضمون بھی کہا جاسکتا ہے۔ ویسے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیائے کرام سے منفرد صفَت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے ماننے والوں کے لئے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا کے الفاظ میں دنیا میں پھیلی ساری زمین کو مسجِد قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا اور اپنی جماعت کا شناختی نشان نماز کو قرار دیا ہے۔ (ظہور احمد موعود صفحہ 55) اور فرمایا کہ تم پنجوقتہ نماز اوراخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 48)۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ابتدائی زندگی پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو آپؑ کی دلچسپیوں کا واحد محور اور مرکز نماز کو پاتے ہیں۔ دعویٰ ماموریت کے بعد تو آپؑ نے قیامِ نماز اور عبودیتِ الٰہی کے بے مثال نمونے دکھائے۔ آپؑ کے والدِ محترم مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا (حضور علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے) مسیتڑ ہے، نہ نوکری کرتا ہے، نہ کماتا ہے اور پھر وہ ہنس کر کہتے کہ چلو! تمہیں کسی مسجد میں امام مقرر کروادیتا ہوں۔ دس مَن دانے تو گھر میں کھانے کو آجایا کریں گے۔

(تذکرۃ المہدی صفحہ 299-300 از پیر سراج الحق نعمانی)

پھر فرماتے ہیں:

دوسری شادی سے قبل حضور دن کو مسجد مبارک کے حجرہ میں اور رات کو مسجد مبارک کی چھت پر مقام فرمایا کرتے تھے اور یہ عاجز بھی اِسی جگہ روز و شب رہا کرتا تھا۔ ان ہی ایام میں حضرت اقدس مسیح موعود اذان بھی خود ہی دیا کرتے تھے اور جماعت بھی آپ ہی کرایا کرتے تھے صرف دو تین مقتدی ہوا کرتے تھے۔

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 31)

ایک ہندو پنڈت دیوی رام جو 1875ء میں نائب مدرّس ہو کر قادیان آیا بیان کرتا ہے کہ مرزا صاحب ہندو مذہب اور عیسائی مذہب کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے اور آپ کے ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ انہیں دنیا کی اشیاء میں سے مذہب کے ساتھ محبت تھی۔ مرزا صاحب مسجد یا حجرہ میں رہتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 178 و 182)

سامعین! آپؑ کو سیر و تفریح کی عادت بھی تھی جس کا ذکر دعویٰ ماموریت کے بعد ملفوظات میں اکثر ملتا ہے مگر دعویٰ سے قبل آپؑ عموماً مسجد میں ہی ٹہلتے، تسبیح و تحمید اور ذکرِ الٰہی کرتے رہتے اور آپ کے ٹہلنے سے وہ جگہ دب جاتی۔

(سیرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 69)

آپؑ کے ایک عزیز مرزا دین محمد صاحبؓ لنگروال سے قریباً 1872ء میں قادیان آئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے والد صاحب کے گھر بوجہ رشتہ داری آتا جاتا تھا۔ مَیں حضرت مرزا صاحب کی گوشہ نشینی کی وجہ سے یہی سمجھتا تھا کہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا ایک ہی لڑکا غلام قادر ہے۔ مگر مسجد میں مَیں مرزا صاحب کو بھی دیکھتا... آپؑ مسجد میں فرض نماز ادا کرتے۔ سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 120۔121)

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ بیان کرتے ہیں:

مسجد مبارک باوجود اپنی پہلی تنگی کے ہم پر فراخ رہا کرتی تھی۔ جس میں بارہا حضرت مسیح موعودؑ تنِ تنہا نماز کے لئے تشریف لے آیا کرتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ باوجود انتظار کے جب اور کوئی نہ پہنچا تو حضور نے کسی کو بلوا کر اذان کہلوائی۔ بلکہ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ حضور نے خود ہی اذان دی حضور کی آواز گو ہلکی تھی مگر نہایت دلکش اور سریلی آواز تھی جس میں لحنِ داؤدی کی جھلک اور گویا نفخِ صور کا سماں بندھ رہا تھا۔

(اصحاب احمد جلد 9 صفحہ 193)

سامعین! حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کا آپ پورا خیال رکھتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز کے واسطے مسجد میں تشریف لاتے تھے مگر وضو ہمیشہ گھر میں کر کے مسجد جاتے تھے۔ جمعہ کے دن پہلی سنتیں بھی گھر میں پڑھ کر مسجد تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب تک مسجد مبارک تیار نہیں ہوئی۔ آپ سب نمازوں کے واسطے بڑی مسجد اقصیٰ کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(روزنامہ الفضل 3 جنوری 1931ء)

حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت مسیح موعودؑ مسجد مبارک میں نماز صبح کے وقت سے کچھ پہلے تشریف لے آئے ابھی کوئی روشنی نہ ہوئی تھی۔ اُس وقت آپ مسجد کے اندر اندھیرے میں ہی بیٹھے رہے۔ پھر جب ایک شخص نے آکر روشنی کی تو فرمانے لگے کہ دیکھو! روشنی کے آگے ظلمت کس طرح بھاگتی ہے۔

(سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 284)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ قدیم مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعودؑ نماز باجماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہو گئی یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر آپؑ صف اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 278)

حضرت مولوی عبد الرحمان صاحبؓ کپور تھلوی بیان کرتے ہیں کہ بیعت سے پہلے براہین احمدیہ کی تصنیف کے ایام میں حضور ظہر اور عصر کی نماز مسجد اقصیٰ میں اور مغرب اور عشاء کی نماز مسجد مبارک میں پڑھایا کرتے تھے۔

(رجسٹر روایات جلد 1 صفحہ 199)

حضرت عبد الستار شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مسجد مبارک بنی تو حضور ہم چار آدمیوں کو نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔

(رجسٹر روایات جلد 6 صفحہ 177)

حضرت میاں محمد خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں حضرت صاحب مسجد مبارک میں خود نماز پڑھایا کرتے تھے ایک آدمی آپ کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا اور پیچھے صرف چار پانچ مقتدی کھڑے ہو سکتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد 3 صفحہ 35)

بیت الدعا کی تعمیر

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ نے 13 مارچ 1903ء کو جمعہ کے بعد بیت الفکر کے ساتھ غربی جانب ایک مقدس کمرہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "مسجد البیت" اور "بیت الدعا" تجویز فرمایا۔ (اصحاب احمد جلد اول صفحہ 115) حضورؑ نے "مسجد البیت" اور "بیت الدعا" کے بارے میں ایک دفعہ اپنے مخلص صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے فرمایا:

"ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ ستّر سال کے قریب عمر سے گزر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں خدا جانے کس وقت آجائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس مسجد اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیّرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنادے۔"

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صفحہ 109)

حضورؓ نے باوجود بیماری اور خرابیٔ صحت مسجد آکر با جماعتِ ادا کرنے کے حوالے سے اپنی کیفیت یوں بیان فرمائی:

"میرے سر کی حالت آج بھی اچھی نہیں چکر آرہا ہے جب جماعت کا وقت آتا ہے تو اس وقت خیال گزرتا ہے کہ جب جماعت ہو گی اور مَیں شامل نہ ہوں گا اور افسوس ہوتا ہے اس لئے افتاں وخیزاں چلا آتا ہوں۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 212)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مساجد اور بیوتُ الذکر کے حقوق ادا کرنے والا بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ: زاہد محمود)

﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔1177﴾

اسلامی اصطلاحات، شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآٮِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَـرَامَ وَلَا الۡهَدۡىَ وَلَا الۡقَلَۤاٮِٕدَ وَلَاۤ آٰمِّيۡنَ الۡبَيۡتَ الۡحَـرَامَ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا ‌ؕ وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ‌ؕ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا‌ ۘ وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى‌ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ‌ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ (المائدہ:3)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ ہی حرمت والے مہینہ کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ہی قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کی اور نہ ہی ان لوگوں کی جو اپنے ربّ کی طرف سے فضل اور رضوان کی تمنّا رکھتے ہوئے حرمت والے گھر کا قصد کر چکے ہوں اور جب تم اِحرام کھول دو تو (بے شک) شکار کرو اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال وجان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **اسلامی اصطلاحات، شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم**

معزز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے لفظ "شعائر" کو شعور سے لیا ہے۔ آپ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (المائدہ:3) کے تحت فٹ نوٹ (foot note) میں تحریر فرماتے ہیں:

"شعائر جمع ہے شعور کی یعنی وہ شعور جس سے اللہ تعالیٰ سمجھ میں آجائے وہ تعظیم والی چیزیں جیسے قرآن مجید، حدیث، بیتُ اللہ، قربانی کی اونٹنیاں ہیں یا انبیاء اور امام اور مجدّد وغیرہ مقدس حضرات۔"

(قرآن کریم مترجمہ حضرت میر محمد سعید از درس قرآن حضرت خلیفۃ المسیح حاجی مولوی نورالدینؓ صفحہ 222)

اسی لئے آپ نے سورۃ البقرہ آیت 159 کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

"بے شک صفا اور مروہ کے پہاڑ اللہ کی باتوں کا شعور حاصل کرنے کے لئے ہیں۔"

اور سورۃ الحج آیت 37 کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"قربانیوں کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی باتوں کے شعور حاصل کرنے کا سبب بنایا ہے۔"

شعائر اللہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"شعائر، شعیرہ کی جمع ہے اس کے معنی علامت، آیت اور نشان کے ہوتے ہیں اور عبادات کے مقررہ طریقوں کو بھی شعیرہ کہتے ہیں۔ یہاں (البقرہ آیت 159) علامت کے معنی مراد ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 305 زیر آیت البقرہ:159)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں درج ذیل مقامات پر "شعائر اللہ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں:
البقرہ:159، المائدہ:3، الحج:33 اور 37۔

ان چاروں مقامات میں شعائر اللہ سے مراد مناسک حج لئے گئے ہیں۔ جو اللہ کی یاد دلاتے ہیں۔ جیسے بیت اللہ، صفا، مروہ۔

معزز سامعین! مناسک حج کو شعائرُ اللہ قرار دینے کی یہ بھی حکمت ہے کہ اس میں وہ تمام مقدس اشیاء آجاتی ہیں جن پر اسلام کی بنیاد کھڑی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملاپ، اس کا شعور حاصل کرنا، سیدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم، قبلہ، خانہ کعبہ، صفاو مروہ، حجر اسود، عرفات، مزدلفہ، جمرات، تلبیہ، قربانی، نفس کی قربانی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے نام کے لئے صبر کر کے اس کے نتائج سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ صفا اور مروہ سے جاکر یہ شعور، یہ معرفت حاصل کریں کیونکہ وہ مقام اللہ کی طرف سے صبر کے نتائج کے شعور کے حصول کا ذریعہ مقرر شدہ ہے جو حج کرنے جائے وہ وہاں ذرا چل پھر کر دیکھے کہ ہمارا فضل اس صابرہ پر کیسا ہوا ہم کیسے قدر دان ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 375)

الشھرالحرام (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجۃ، محرم)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''پھر حرمت کے مہینے وہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ ان سے خدا کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ کس قدر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد2 صفحہ 74)

قربانی کے جانور (اونٹنیاں) هَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ (وہ نذرونیاز جو اللہ ہی کے واسطے کعبہ میں بھیجی جائیں)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''اسی طرح قربانیوں کے جانور ہیں کہ وہ سکھاتے ہیں کہ اسی طرح انسان کو اپنے آقا کے حضور جان دینی چاہیے۔ دنیا کے آقاؤں کے لئے جان دیتے ہیں پس دنیا و آخرت کے آقا زمین و آسمان کے مالک پر جان کیوں نثار نہ کریں۔''

(حقائق الفرقان جلد2 صفحہ 74)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”پھر فرماتا ہے وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ اور تُو ان کو بتادے کہ قربانیوں کو ہم نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ یعنی وہ انسان کو خدا تک پہنچاتی ہیں اور اُن کے ذریعہ سے دینی اور دنیوی بھلائی ملتی ہے۔ پس قربانی کے دنوں میں قربانیوں کو صف در صف کھڑا کر کے اُن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے کام آئیں۔ چنانچہ جب وہ ذبح ہو کر اپنے پہلوؤں پر گر جائیں۔ تو خود بھی اُن کا گوشت کھاؤ اور صابر غریب اور مضطر غریب کو بھی کھلاؤ۔ یہ سب مال ہم نے تم کو دیا ہے تا کہ اس کو غریبوں پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

معزز سامعین! اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان قربانیوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے جو حج بیت اُللہ کے موقع پر کی جاتی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ قربانیاں شعائر اللہ میں داخل ہیں اور تمہارے لئے ان قربانیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی برکت رکھی گئی ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 53-54)

تلبیہ (لبیك اللهم لبیك) قرآن کریم، نماز، سیدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم، حجرِ اسود، جمرات، مقامِ ابراہیم، منیٰ، عرفہ اور جمیع مساجد یہ تمام شعائر اللہ میں سے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”چنانچہ قربانیوں کو ہی دیکھ لو۔ یہ پہلے کچھ مدت تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں اور پھر خانہ کعبہ پر پہنچتی ہیں تو ذبح کی جاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن کا گوشت تم لوگوں کے فائدے کے لئے ہی تقسیم ہوتا ہے خدا کو نہیں پہنچتا۔ خدا تعالیٰ کو وہی اخلاص پہنچتا ہے جس کے ماتحت تم نے قربانیاں کی ہوتی ہیں۔ پس اصل چیز دل کا اخلاص اور وہ ایمان ہے جو انسان کے اندر پایا جائے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت رکھتی ہے۔ اس جگہ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تعظیم شعائر اللہ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ میں داخل ہے۔ یعنی متقی ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات کی عزت و توقیر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کرتے ہیں۔ در حقیقت اسلام نے یہ کلیہ پیش کیا ہے کہ انسان کے ظاہری اعمال کا اس کے باطن پر اور اس کے باطن کا ظاہر پر اثر پڑتا ہے۔ پس جو شخص اُن مقامات

کا ادب کرتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوا ہو یا اُن ہستیوں کا ادب کرتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا کلام اُترا ہو یا اُس کے نشانات کی حامل ہوں تو چونکہ یہ ادب اُس کے دل کے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی وجہ سے ہو گا۔ اس لئے طبعی طور پر اُس کی دلی پاکیزگی کا اس کے ظاہر پر بھی اثر پڑے گا اور اس طرح وہ ظاہری اور باطنی دونوں طور پر نیکیوں سے آراستہ ہو جائیگا۔

یہ آیت گو چھوٹی سی ہے لیکن انسان کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں کو اِس میں ایسے کھلے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص سمجھ اور عقل سے کام لینے والا ہو تو وہ اِسی کے ذریعہ اپنے تمام اعمال کو درست کر سکتا ہے۔ انسان کی تمام تر سعادت اِسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کا ادب کرے اور ان کی عظمت کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔ ورنہ اُس کا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 46-47)

قبلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبلہ کی تعظیم اور اس کی طرف پاؤں کر کے سونے کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”یہ ناجائز ہے کیونکہ تعظیم کے برخلاف ہے۔ سائل نے عرض کی کہ احادیث میں اس کی ممانعت نہیں آئی۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسی بناء پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اور اس لئے قرآن شریف پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا ہے تو کیا یہ جائز ہو جاوے گا؟ ہرگز نہیں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 307)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

”پاؤں قبلہ کی طرف کر کے سونا تعظیم کعبہ کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ اور تعامل اسلام میں ہم کسی کو نہیں پاتے کہ قبلہ کی طرف مُنہ کرتے ہیں۔“

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 148)

قرآن کریم

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

”قرآن کریم کی بہت تعظیم ہے کہ یہ شعائر اللہ میں سے اعظم ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 148)

پھر فرمایا:

”جن چیزوں سے اللہ پہچانا جاتا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ہم نے قرآن مجید سے خدا کو پہچانا۔ اس لئے اس کی بے حرمتی جائز نہیں۔ بھلا یہ حرمت ہے کہ اس پر پاؤں رکھ لو یا اور کتابوں کے نیچے رکھو یا یونہی صفوں پر ڈال دیا جاوے۔“

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 74)

بیت اللہ

معزز سامعین! حقیقت میں بیتُ اللہ نے دنیائے اسلام کو ہر جہت سے مرکزیت میں پرو رکھا ہے اس لئے بعض نے اسے سب سے بڑا شعیرہ قرار دیا ہے جن میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی شامل ہیں۔ حقیقت میں حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس قربانی کا ذکر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو اللہ کے حکم پہ بے یارومددگار وادی مکہ میں چھوڑ آئے تھے اور حضرت حاجرہؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی پیاس بجھانے کی خاطر صفا و مروہ کے سات چکر لگائے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ کے ذریعہ پانی مہیا کیا تھا۔ ان مقامات کو اللہ تعالیٰ نے نشانیاں قرار دیا اور کہا کہ جو طاقت رکھیں وہ ان جگہوں پر اس تاریخ کو سامنے رکھ کر جائیں اور اللہ تعالیٰ کا شعور حاصل کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ یہ ہے فلسفہ ان شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کا۔

یوم النحر

اگر مکہ جانے کی طاقت نہ ہو یا اور رکاوٹیں حائل ہوں تو عید الاضحیہ پر قربانی کے جانوروں کو دیکھ کر اور اس کے فلسفہ کو جان کر ان کی حیثیت، حقیقت اور تاریخ پر غور کریں تو واقعی اللہ کی یاد دلانے والی، اللہ کا شوق

پیدا کرنے والی، اس کے دین کی طرف مائل کرنے والی اور اس کے راستے میں سر فروشی کا جذبہ پیدا کرنے کا جذبہ اُبھرتا اور دوسرے پر بازی لے جانے کو دل کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یوم النحر (عید الاضحیہ) کو شعائر اللہ میں داخل فرمایا ہے۔ ایک دفعہ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے طلبہ کو عید کے روز کھیل کے لئے قادیان سے باہر بھجوایا جارہا تھا۔ جب اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ہوئی تو حضور کو یہ اطلاع سخت ناگوار گزری اور فرمایا:

"میں تو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا اور جائز نہیں سمجھتا کہ عید کے دن سفر کیا جائے اور پھر سفر بھی کھیلوں کے لئے ہرگز نہیں جانا چاہئے...... یہ دن سنتِ ابراہیمی کا ایک ایسا دن ہے جو شعائر اللہ میں داخل ہے اس کی عظمت مومن کا فرض ہے۔"

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 278-279)

معزز سامعین! پس جو بھی شعائر اللہ کی تعظیم کرے۔ انہیں برتر جانے اور احترام کرے یہ تمام امور خود اس کے متقی ہونے کے ثبوت ہیں۔ یہی مفہوم ہے فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ کا۔ اس لئے مفسرین نے شعائر اللہ کو بہت وسعت دی ہے۔ تمام ارکان، مقامات اور اشیاء جو اللہ کی یاد دلاتی ہیں ان کی تعظیم و تکریم بذات خود تقویٰ و پرہیز گاری کی علامت ہے اور مناسک حج کے علاوہ رمضان، عید الفطر، عید النحر، ایام تشریق، جمعہ، اذان، اقامت، نماز عیدین کو شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ ان کی عزت و تکریم کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اس دن میں یہ سبق موجود ہے کہ گو یہ شعائر ہیں لیکن مقصود ان کی عبادت نہیں بلکہ عبادت تو اللہ ہی کی ہے۔ یہ شعائر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ مثلاً حجر اسود کو ہاتھ لگانا اور چومنا سنت رسول ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے میثاق اطاعت کی تجدید کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس پتھر کے سامنے کھڑے ہو کر اسے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

"اے حجرِ اسود! تو صرف ایک سیاہ پتھر ہے تو نہ مجھے نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر تجھے اللہ کے رسولؐ نے نہ چوما ہوتا تو مَیں تجھے کبھی نہ چومتا۔"

(صحیح البخاری، کِتَابُ الحَجِّ، بَابُ الرَّمَلِ فِي الحَجِّ وَالعُمۡرَةِ)

یہ تو وہ شعائر اللہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے۔ چونکہ شعائر کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں جو مذہب سے باہر دوسرے اداروں، فرقوں یا ملکوں کی ہو سکتی ہے۔ جیسے سرکاری جھنڈے، کرنسی نوٹ یا اسٹامپ پیپر۔ سکھوں کے شعائر کیس، کڑا، کرپان وغیرہ ہیں۔ عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے اپنے اپنے شعائر ہیں۔ اسلام کے ذیل میں قادیان میں جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات بھی شعائرِ الٰہی ہیں۔ جہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلّے کاٹے۔ نمازیں اور عبادات ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ کے نشانات کی اطلاعات موصول کیں۔ اسلام کی فتوحات کے نظارے نہ صرف دیکھے بلکہ ان کا اعلان کیا جو آج پورے ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ پھر صرف مقامات یا ارکان ہی شعائر اللہ نہیں ہوتے بلکہ نیک صالح وجود بھی شعائر اللہ میں سے ہوتے ہیں۔

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ زوجہ محترمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ دالان میں کچھ تبدیلی کروانی چاہی۔ جس کی بعض اصحاب نے مخالفت کی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان کی خواہش کو مقدم رکھتے ہوئے فرمایا کہ

”اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدوں کے فرزند اس بی بی سے عطا کئے جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اس واسطے اس کی خاطر داری ضروری ہے اور ایسے امور میں اس کا کہنا ماننا لازمی ہے۔“

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی کبیر صفحہ 368)

معزز سامعین! خلافت علی منہاج النبوۃ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک شعیرہ ہے جو علامت، نشانی اور پہچان ہے جماعت احمدیہ مسلمہ کی اور حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شعور اور علم عطا کرتی ہے اس لئے اس کی قدر کرنا، احترام کرنا اور دربار خلافت سے جاری فرمان پر لبیک کہنا ہم میں سے ہر ایک کا اولین فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور خلیفۃ المسیح کی ہدایات کو ماننا بھی شعائر اللہ کی تعظیم میں شامل ہے۔ جو اللہ کی یاد تازہ کرواتے ہیں۔ اس طرح اللہ کی طرف ہمارے سفر کو آسان کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا، اس کے شعائر کی عظمت بجالانا۔ اس کی مقرر کردہ عزت والی جگہوں کی تعظیم کرنا اور اس کے نشانات کی حرمت کو قائم رکھنا خدا تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ اس سے خود انسان کے اپنے دل میں نیکی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ میں وہ ترقی کرنے لگتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 46)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لئے یہ اعلان کروادیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اب اسی عظیم رسول کی اتباع سے مل سکتی ہے، اس کے بغیر نہیں مل سکتی۔ یہ اسوہ حسنہ ہے جس میں عبادتوں اور قربانیوں کے معیار قائم ہوئے ہیں اور پھر جنہوں نے آپ کی قوت قدسی سے براہِ راست فیض پایا اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے فیض پانے کے نئے سے نئے راستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے سے کھلتے چلے گئے۔ ساری ساری رات عبادتیں کرنے والے اور دن کے وقت دین کی خاطر قربانیاں کرنے والے پیدا ہوئے۔ جو روحانی لحاظ سے مردے تھے، وہ ایک اعلیٰ ترین زندگی پاگئے۔ یہ وہ عظیم رسول تھا جو تاقیامت تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے آیا تھا۔ پس یہ فیض آج بھی جاری ہے۔ یہ اُسوہ حسنہ آج بھی اسی طرح روشن اور چمکدار ہے جس طرح پہلے دن تھا۔ جو عظیم تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری جو آپؐ لے کر آئے، وہ آج بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ اس عظیم نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں وہ غلامِ صادق عطا فرمایا ہے جس کو آخرین میں مبعوث فرما کر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام، جس میں آیات کی تلاوت بھی ہے، تزکیۂ نفس بھی ہے، کتاب کی تعلیم بھی ہے اور احکامات کی حکمت بھی بیان ہوئی ہے، ان کاموں کو جاری فرمایا اور پھر اس غلامِ صادق کے ماننے والوں نے بھی اپنی عبادتوں اور اپنے اعمال کو اپنے آقا و مطاع کے اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی اور اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر اس طرح لاگو کیا کہ مخالفینِ احمدیت بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اسلامی شعائر کا عملی نمونہ دیکھنا ہے تو ان لوگوں میں دیکھو۔ پس یہ وہ معیار ہے جو ہمارے بڑوں نے قائم کر کے مخالفین کی زبانوں کو نہ صرف بند کیا بلکہ اُن سے اقرار کروایا کہ حقیقی اسلام کی عملی تصویر جماعت احمدیہ کے افراد میں دیکھو۔ آج بھی ہمارے

لئے یہی بہت بڑا مقصد ہے جو ہمیں سامنے رکھنا چاہئے، جس کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہم نے دنیا کے منہ بند کروانے ہیں۔ اپنے نیک اعمال سے دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کی طرف راغب کرنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 27 اپریل 2012ء)

اللہ کرے تابندہ ہو ہر نسل ہماری
اللہ کرے اخلاص کے بہتے رہیں دھارے
باندھا ہے اطاعت سے ہی اک عہد ہمیشہ
کتنے ہی زمانے یوں دیا ہم نے سنوارے

(کمپوزڈ: زاہد محمود)

﴾22﴿ ﴾مشاہدات۔1178﴿

حج بیتُ اللہ اور عیدُ الاضحیٰ بطور شعائرُ اللہ اور اسلامی اصطلاح

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ (البقرہ:198)

حج چند معلوم مہینوں میں ہوتا ہے۔ پس جس نے ان (مہینوں) میں حج کا عزم کر لیا تو حج کے دوران کسی قسم کی شہوانی بات اور بد کرداری اور جھگڑا (جائز) نہیں ہو گا اور جو نیکی بھی تم کرو وہ اللہ اسے جان لے گا اور زادِ سفر جمع کرتے رہو۔ بس یہ یقیناً سب سے اچھا زادِ سفر تقویٰ ہی ہے۔ اور مجھ ہی سے ڈرو اے عقل والو!

رغبتِ دل سے ہو پابندِ نمازو روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

معزز سامعین! اسلامی اصطلاحات پر خاکسار گزشتہ 25 دنوں سے بات کر رہا ہے۔ مختلف اسلامی اصطلاحات پر تفصیلی بات کرنے کے بعد اب ہم شعائرُ اللہ اور عمرہ، حج، عید الاضحیٰ اور اِس کے ساتھ ملحقہ امور، مقدس مقامات جیسی اسلامی اصطلاحات پر گفتگو کا آغاز کل کی تقریر سے ہو چکا ہے۔ آج اسلامی مہینہ ذوالحجہ اور حج بیتُ اللہ کی تعظیم و تکریم اور برکات کا ذکر کروں گا۔

ذوالحجہ اسلامی سال کا بارہواں مہینہ ہے۔ یہ ایک ایسا مبارک اسلامی مہینہ ہے جس میں اہم اسلامی رکن حج کی عبادت ادا کی جاتی ہے۔ اس ماہ کے پہلے دس دنوں کو احادیث کی روشنی میں خصوصی شرف حاصل ہے چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق عشرہ ذوالحجہ میں بجالائے گئے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے دنوں میں بجالائے گئے اعمال سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول درج ہے کہ ان دنوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت باعظمت اور محبوب ہیں اس لئے کثرت سے ان دنوں تَہْلِیْل، تَکْبِیْر اور تَحْمِیْد کیا کرو۔

جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ 9 ذوالحجہ (یوم عرفہ) کے دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ عشرہ ذوالحجہ میں احادیث پر عمل کرتے ہوئے زیادہ ذوق و شوق سے عبادات و نوافل کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا یہ عمل درج ہے کہ آپ دونوں ان ایام میں بازار میں نکل جاتے، بلند آواز سے تکبیریں پڑھتے اور حضرت سعید بن جبیرؓ کے متعلق بھی احادیث میں اعمال صالحہ بجالانے کے لئے سعی و کوشش کرنے کے متعلق آتا ہے۔

اس عشرہ کے آغاز سے تعلق رکھنے والی ایک اہم بات یہ ہے کہ جو شخص حج کی عبادت نہیں بجا رہا وہ اگر قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ ذوالحجہ کے چاند کے بعد نہ حجامت بنوائے، نہ بال کٹوائے، نہ ناخن ترشوائے۔ ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے کو بھی ایسا کرنے یعنی بال وغیرہ نہ کٹوانے کی ہدایت ہے اس طرح اسے بھی قربانی کے برابر ثواب ملے گا۔

الغرض اسلامی مہینہ ذوالحجہ تمام مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اُن کے لئے بھی جو مکہ معظمہ پہنچ کر حج کی توفیق پاتے ہیں اور اُن مسلمانوں کے لئے بھی جو مالی استطاعت نہ رکھتے ہوئے یا بعض ذاتی مجبوریوں اور روکوں کی وجہ سے شرائطِ حج کو پورا نہیں کر پاتے اور اپنی اپنی جگہوں پر رہ کر نماز عید (عیدالاضحیٰ) ادا کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں دُنبے، بکرے، چھترے، گائے یا اونٹ کی قربانی کرتے ہیں۔ گویا اسلامی مبارک مہینے ذوالحجہ کو دو اعتبار سے اہمیت حاصل ہے۔

1. حاجیوں کے لئے حج کے مبارک فریضہ کی ادائیگی۔
2. غیر حاجیوں کے لئے عیدالاضحیٰ کی ادائیگی۔

جہاں تک اول الذکر فریضہ کا تعلق ہے یہ مکہ پہنچ کر ادا ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پلوٹھے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے اس پہلے گھر کی از سرِ نَو تعمیر کی جو خانہ کعبہ یا بیت اللہ کہلاتا ہے اور یہی مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے ایک بیٹے سے نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بیوی سارا حسد کی وجہ سے انہیں تکلیف دیا کرتی تھی۔ جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہؑ اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑ آئے جو مرورِ زمانہ کی وجہ سے بعد میں ایک عالمی شہر بنا۔ آج ساری دنیا سے لاکھوں مسلمان اس یاد کو تازہ کرنے ذوالحجہ کے اوائل میں یہاں پہنچتے ہیں اور اسلامی شعائر کے مطابق حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف رکھنے کے مضمون کو باندھ دیا ہے۔ جیسا کہ سورۃُ البقرہ کی آیات سے عیاں ہے جس میں حج پر جانے والے لوگوں کو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی حج کی عبادت محض اس غرض کے لئے ہے کہ تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو اور تم ماسوا اللہ سے نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنی ڈھال بنالو۔ اگر حج بیتُ اللہ یا عمرہ سے کسی کو یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا کوئی مخفی کبر اس کے سامنے آگیا ہے۔ اسے چاہئے کہ خلوت کے کسی گوشہ میں اپنے خدا کے سامنے اپنے ماتھے کو زمین پر رکھے اور جس قدر خلوص بھی اس کے دل میں باقی رہ گیا ہو اس کی مدد سے گریہ وزاری کرے اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر کہے کہ اے میرے خدا! لوگوں نے بیج بوئے اور ان کے پھل تیار ہونے لگے وہ خوش ہیں کہ ان کے اور ان کی نسلوں کے فائدے کے لئے روحانی باغ تیار ہو رہے ہیں لیکن اے میرے رب! مَیں دیکھتا ہوں کہ جو بیج مَیں نے لگایا تھا اس میں تو کوئی روئیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ نمعلوم میرے کبر کا کوئی پرندہ اسے کھا گیا ہے یا میری وحشت کا درندہ اسے پاؤں کے نیچے مسل گیا ہے۔ پس اے میرے خدا! میرے اس ضائع شدہ بیج کو پھر سے زندگی بخش اور میری کھوئی ہوئی متاعِ ایمان مجھے واپس کر اور مَیں اور میری نسلیں تیری رحمت سے وافر حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ اس جگہ پر مومنوں کو بتاتا ہے کہ دیکھو! ہر وقت تقویٰ کا زاد اپنے ساتھ لو۔ اس سے بہتر اور کوئی زاد نہیں جو آخرت کے سفر میں تمہارے کام آنے والا ہے اور حج کے ذکر کے ساتھ یہ ذکر لا کر بتایا کہ اب حج سے تمہاری ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ تمہیں اپنے تقویٰ کا پہلے سے بہت زیادہ خیال رکھنا ہوگا۔ جیسے صاف شفاف کپڑوں والا چھوٹے سے چھوٹے داغ اور دھبے سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی دوسرا مقصد ہے جو تقویٰ اور خوفِ خدا سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی استغفار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا جس کی

طرف سورۃ البقرہ کی انہی آیات میں اشارہ ہے جس کا ذکر مَیں کر آیا ہوں۔ حج کے دوران ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا دراصل استغفار ہی ہے اور دلوں کے زنگ دھونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

سامعین! اسلامی اصطلاح حج کا تیسرا بڑا سبق سورۃ البقرہ کی انہی آیات 190 تا 205 میں یہ بیان ہوا ہے کہ ”اعلیٰ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے گھروں میں ان کے پچھواڑے سے داخل ہو بلکہ کامل نیک وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور تم اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو“۔ حج کے ذکر میں یہ نصیحت کرکے دراصل یہ بتانا مقصود ہے کہ کامیابی ہمیشہ ابواب یعنی دروازوں ہی کے ذریعہ آنے سے ہوا کرتی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے اور دروازوں سے داخل ہونے کی بجائے دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو تمہیں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ نے گویا یہ حکم عربوں کے اس دستور کو روکنے کے لئے دیا کہ جب حج کے لئے احرام باندھ لیتے تھے تو گھر دروازہ سے نہ آتے تھے بلکہ پچھواڑے سے آتے۔ لیکن اس میں بہت باریک حکمت پنہاں ہے۔ اللہ جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں مسلمان مختلف بُرائیوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور ہر ناجائز کام کو جائز سمجھ کر کریں گے۔ چنانچہ آج کے دور میں بعض لوگ اس لئے حج پر جاتے ہیں کہ ماتھے پر حاجی کا لیبل جھومر کے طور پر لگائے تاکہ وہ ہر کام اپنی مرضی سے کرے اور ہر ناجائز کام کو بھی جائز کہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی کہ ہر کام کے لئے صحیح راستے اختیار کرو۔ وہ راستے جن کی نشاندہی قرآن کریم اور سرکار دوعالَم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

چوتھا سبق حج سے اتحاد ویگانگت کا ملتا ہے جب تمام اطراف سے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک جگہ اکٹھا ہوتے اور اتحاد اور یگانگت کے سبق کو تازہ کرتے ہیں تو اس طرح ان کے آپس کے وہ تفرقے اور اختلافات مٹ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور کر رکھا ہے اور آپس میں اخوت اور محبت کو بڑھانے کے لئے ذی اثر طبقہ کے لوگ مل بیٹھیں اور آپس میں تعاون بڑھانے کے عہد وپیمان کریں۔

پانچواں مقصد جو تمام مقاصد کا لبِ لباب ہے۔ یہ ہے کہ وہ ہر دُکھ سُکھ میں خدا تعالیٰ کو ہی حرزِ جان بنائیں۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔ اپنے دل کو تمام دوسرے مجازی خداؤں سے خالی کریں۔ ایک ہی خدا جو تمام کا خدا ہے دل میں بسائیں۔ اسی لئے ایک حاجی کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ ہر وقت یہ تلبیہ کرتا

رہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ والنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ (بخاری کتاب الحج باب التلبیہ) اس میں شرک کی نفی کی گئی ہے۔ خواہ وہ شرک خفی ہو یا جلی یعنی خواہ جسم کے اندر کا شرک ہو یا باہر کا اور یہی حج کا بنیادی سبق ہے جسے پہلا اور آخری سبق کہا جا سکتا ہے۔

سامعین! حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی ایک دفعہ ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو حج کا مقدس فریضہ ادا کر کے آرہا تھا حضرت جنیدؒ نے اس سے چند سوالات پوچھے جو یہ ہیں۔

1۔ جب تو نے احرام باندھا تو کیا یہ نیت بھی کی تھی کہ آئندہ سے اپنی نفسانی خواہشات اور جوش طبع کا لباس بھی اتار پھینکوں گا۔ اس شخص نے کہا یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو آپ نے فرمایا تو نے کوئی احرام نہیں باندھا۔

2۔ جب تو نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے گرد چکر لگائے تو کیا تو نے یہ نیت کی تھی کہ آئندہ مَیں تیری توحید و محبت کے گرد ہی گھومتا رہوں گا۔ اس نے کہا میری تو عقل نے ایسا نہیں سوچا تو آپ نے فرمایا تو نے بیت اللہ کا طواف ہی نہیں کیا۔

3۔ تو نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا یہ سوچا تھا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ایک خدا کی بندی نے پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے اور اس کے پیارے بچے کے لئے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا گیا تھا۔ آج مَیں بھی بھاگ رہا ہوں اور میرے دل میں بھی اپنی محبت کا چشمہ جاری کر دے۔ اس شخص کے پہلے جیسا جواب پا کر حضرت جنید نے کہا کہ تو نے یہ سعی بھی نہیں کی۔

4۔ جب عرفات سے گزرا تو کیا خیال کیا کہ جس طرح آج یہاں کھڑے ہیں اسی طرح ایک روز خدا کے حضور کھڑے ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب چکانا ہے۔ اس شخص نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا تیرا میدانِ عرفات میں جانا اور نہ جانا برابر ہے۔

5۔ پھر فرمایا جب تو نے منیٰ میں آکر قربانی کی تو یہ نیت کی تھی کہ جس طرح بکرے کی گردن پر چھری پھیر رہا ہوں اسی طرح آئندہ تمام منایا یعنی خواہشاتِ نفسانیہ کے گلے پر چھری پھیرتا رہوں گا۔ اس شخص نے کہا مَیں نے تو ایسی کوئی نیت نہیں باندھی۔ آپ نے فرمایا تیرا یہ عمل بھی نہ ہوا۔

6۔ اور جب تو (رمی الجمار) کر رہا تھا تو کیا تُو نے دل کے شیطان کو بھی کنکریاں ماریں تا کہ خدا کی محبت دل میں پیدا ہو۔ اس نے کہا ایسا تو مَیں نے نہیں کیا۔ حضرت جنیدؒ نے کہا تو پھر تُو نے رمی الجمار نہیں کیا اور تُو نے مناسک حج میں سے کچھ بھی پورا نہیں کیا۔ تو اگلے سال دوبارہ جا اور ابراہیمی روح کے ساتھ حج کر تا کہ تُو ابراہیمی مقام کو حاصل کر سکے۔

سامعین! حج بیتُ اللہ کے دوران جن دعاؤں کو کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے وہ بھی حج کے ساتھ منسلک ہونے کی وجہ اسلامی اصطلاحوں کے زُمرے میں آتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ پر نظر فرماتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَكَ ھٰذَا تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَكْرِیْمًا وَّبِرًّا وَّمَصَابَةً وَّزِدْ مَنْ شَرَفَهٗ وَعَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ واعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَّبِرًّا وَّمَصَابَةً

(معجم الاوسط لطبرانی جلد 6 صفحہ 183)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! اپنے اس گھر (بیت اللہ) کو بزرگی، عظمت و عزت، نیکی اور رعب میں زیادہ کر اور حج و عمرہ کرنے والوں میں سے جو اس کی تقدیس اور تعظیم کرے اسے بھی عظمت و شرف اور نیکی اور رعب میں بڑھا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف بیت اللہ کے دوران یہ دعا پڑھتے

:رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(ابوداؤد کتاب المناسك باب الدعاء فی الطواف)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھی کامیابی دے اور آخرت میں بھی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (مزدلفہ میں بھی یہی دعا پڑھنے کا ذکر ملتا ہے)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے اکیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 10 صفحہ 367)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج کے دوران کوہ صفا پر چڑھے جب آپؐ کو بیت اللہ نظر آنے لگا تو آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیگر روایات میں میدان عرفات میں بھی یہی کلمات پڑھنے کا ذکر ہے۔

سامعین! حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کی شام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تضرّع اور ابتہال سے یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَرٰی مَکَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ اَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ اَسْئَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْمِسْکِیْنَ وَاَبْتَہِلُ اِلَیْکَ اِبْتِہَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَ اَدْعُوْکَ دُعَآءَ الْخَآئِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَشَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَفَاضَتْ لَکَ عَیْنَاہٗ وَذَلَّ لَکَ جَسَدُہٗ وَرَغِمَ اَنْفُہٗ لَکَ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَآئِکَ شَقِیًّا وَّکُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَّا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ

(مجمع الزوائد دار ھیشمی جلد 3 صفحہ 560۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد 11 صفحہ 147)

ترجمہ: اے اللہ! تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے توخوب واقف ہے۔ میرے معاملے میں سے کچھ بھی تو تجھ پر مخفی نہیں ہے۔ میں ایک بدحال فقیر اور محتاج (ہی تو) ہوں، (تیری) مدد اور پناہ کا طالب، انتہائی سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور اعتراف کرنے والا۔ میں تجھ سے ایک بے سہارا کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھا نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوفزدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ اور جسم نے تیرے لئے ذلت اختیار کی ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ

ٹھہرا دینا اور مجھ پر مہربانی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہو جا۔ ایسے سوال کیے جانے والوں میں سے بہتر اور اے عطا کرنے والوں میں سے بڑھ کر!

یوم النحر کی دعا

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے یوم النحر (10 ذوالحجہ قربانی کے دن) میں رسول اللہ ﷺ کو قرن الثعالب مقام پر کھڑے دیکھا۔ آپؐ یہ دعا پڑھ رہے تھے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ فَاكْفِنِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْٓ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

(کتاب الدعاء للطبرانی جلد 2 صفحہ 1209)

ترجمہ: اے زندہ! اے قائم رہنے والے! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تیری رحمت کے ساتھ تیری مدد مانگتا ہوں میرے سب حال کے لیے تو خود ہی کافی ہو جا اور مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے نفس کے حوالہ نہ کرنا۔

رمی جمار کے وقت دعا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رمی جمار کے وقت ہر کنکر مارنے کے ساتھ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا

(کتاب الدعاء للطبرانی جلد 2 صفحہ 1209)

ترجمہ: اے اللہ! اس حج کو مقبول بنانا اور گناہوں کو بخش دینا۔

حج بیت اللہ کرنے والوں کے حق میں دعا

حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حجاج کے حق میں بیان کی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَآجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَآجُّ

(مستدرک حاکم جلد 1 صفحہ 441)

ترجمہ: اے اللہ! حاجیوں کو بھی بخش دے اور ان کو بھی جن کے لئے حاجیوں نے بخشش مانگی ہے۔

بیت اللہ سے واپسی پر دعا

حضرت سعید بن جبیرؓ کے نزدیک بیت اللہ کو الوداع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَآئِبَةٍ لِّيْ بِخَيْرٍ

(مستدرک حاکم کتاب التفسیر جلد 2 صفحہ 356)

ترجمہ: اے اللہ! جو تونے مجھے عطا کیا ہے اس پر مجھے قانع کر دے اور اس میں میرے لئے برکت ڈال دے اور وہ چیز بھی جو مجھے حاصل نہیں ہے ان میں میرے لیے بہتر قائم مقامی فرما۔

خانہ کعبہ میں کی جانے والی دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی حضرت صوفی منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کو حج بیت اللہ پر جاتے ہوئے اپنی طرف سے حسب ذیل دعا کرنے کی تحریک ایک مکتوب میں فرمائی۔

”اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالی میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہیں لفظوں میں مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں کہ:

اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ! جس کام کی اشاعت کے لیے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لیے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضا میں

پہنچا۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔“

یہ دعا ہے جس کے لئے آپ پر فرض ہے کہ ان ہی الفاظ سے بلا تبدل و تغیر بیت اللہ میں حضرت اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ میں اس عاجز کی طرف سے کریں۔

والسلام خاکسار غلام احمد 1303ھ

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ 17 تا 18۔ مکتوبات امام ہمام قلمی جلد اول صفحہ 61۔1892ء)

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

سامعین! حج کے تعلق میں ایک شعائرُاللہ عید ہے جس کے لئے اَضْحٰی کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی قربانی کے جانور کے ہیں۔ اَضْحٰی کا لفظ صرف غیر حاجی لوگوں کی قربانیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ حاجی لوگوں کی قربانیوں کے لئے قرآن وحدیث میں ھَدْیٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عید الاضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجیوں کے لئے مقرر ہے۔ حج کے موقع پر یہ نماز ادا نہیں کی جاتی کیونکہ حج خود اپنی ذات میں ایک بہت بڑی عید ہے اور عید کے تمام پہلو اور عناصر بدرجہ اتم اس میں پائے جاتے ہیں۔ شریعت نے عید الاضحیٰ کی نماز غیر حاجی لوگوں کے واسطے اس لئے رکھی ہے کہ جہاں ایک طرف حج کے ایام میں حاجی لوگ حج کی عید منا رہے ہوں وہاں غیر حاجی جنہیں کسی مجبوری کی وجہ سے حج کی توفیق نہیں مل سکی وہ اکناف عالم میں اپنی اپنی جگہ پر عید کر کے اور قربانیاں دے کر اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو تازہ رکھیں جس کا آغاز ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وجود میں ہوا اور پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں اپنے معراج کو پہنچی۔

آجکل مسلمان دکھاوے کی خاطر اور واہ واہ کروانے کے لئے بڑے سے بڑا جانور ذبح کرتے ہیں مگر اس کے فلسفہ اور حقیقت سے ناآشنا ہیں حتّٰی کہ لوگ اس کے نام کو بھول گئے ہیں اور جسے دیکھو عید الضحیٰ یعنی صبح کے وقت کی عید کہتا دکھائی دیتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ قربانی سنت مؤکدہ ہے جو ہر صاحب استطاعت اور

ذی ثروت پر واجب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال خود بھی قربانی کی اور صحابہؓ کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عید الاضحیٰ کی قربانی کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے وفات سے قبل سیدنا حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد بھی میری طرف سے اس موقع پر ہمیشہ قربانی کرتے رہنا۔ آپ نے عید الاضحیٰ کے روز خطبہ دیتے ہوئے صحابہؓ کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دن پہلا کام انسان کو یہ کرنا چاہئے کہ وہ نماز عید ادا کرے اور پھر اس کے بعد قربانی دے سو جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی نظر میں عید الاضحیٰ والے دن انسان کا کوئی عمل قربانی کے جانور کو ذبح کرنے اور اس کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں۔ ابن ماجہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول درج ہے کہ قربانی کے جانور کے جسم کا ہر بال قربانی کرنے والے کے لئے ایک نیکی ہے جو اسے خدا سے اجر پانے کا مستحق بنائے گی۔ ایک موقع پر آپؐ نے مالی وسعت رکھنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے مالی طاقت رکھتے ہوئے مالی قربانی نہیں کی اس کا کیا کام ہے کہ وہ ہماری عید گاہ میں آکر نماز میں شامل ہو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے نہ صرف خود قربانی کی بلکہ مزید تاکید اور تحریک کی غرض سے اپنی امت کی طرف سے بھی ایک دنبہ منگوا کر ذبح کیا اور دعا کی:

”اے میرے آسمانی آقا! اس قربانی کو محمدؐ، اس کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما“

ان اقوال مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت ہے جس کے متعلق آپؐ نے بہت تاکید فرمائی اور بھاری ثواب کا موجب قرار دیا اور قرآنی حکم اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے تحت ہر اُس شخص پر جو قربانی کی طاقت رکھتا ہے رسول خدا کی اطاعت کرتے ہوئے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ قرآنی حکم فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ میں بھی اِسی قربانی کا ذکر ہے کیونکہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی اُس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا۔

اگر سارے گھر کی طرف سے ایک صاحب استطاعت شخص قربانی کر دے تو یہ قربانی سب کی طرف سے سمجھی جاتی ہے۔ قربانی کا جانور خریدتے وقت یہ امر مد نظر رہے کہ جانور صحتمند ہو، مالک کو پسند ہو، عیب دار

اور کمزور نہ ہو۔ احادیث کے مطابق لنگڑے سینگ ٹوٹے، اندھے، بیمار، دبلے (جس کی ہڈی میں گودا نہ ہو) جانور نیز ایسا جانور جس کا کان آگے سے یا پیچھے سے کٹا ہو یا کان لپٹا ہوا یا پھٹا ہوا یا کان میں سوراخ والا جانور جائز نہیں۔ اسی طرح دودھ والے اور حاملہ جانور سے بھی منع کیا گیا ہے۔ یہ امر بھی مد نظر رہے کہ اونٹ کی عمر کم سے کم تین سال، گائے دو سال، بھیڑ بکری ایک سال اور دُنبہ چھ ماہ کا بھی جائز ہے اگر موٹا تازہ ہو۔ شریعت کی رو سے اونٹ میں دس حصے، گائے میں سات حصے جبکہ بکری دنبہ وغیرہ ایک شخص یا ایک گھر کی طرف سے ہوتا ہے۔

شریعت نے قربانی کے گوشت کے بہتر سے بہتر استعمال کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ خود بھی کھاؤ اور عزیزوں اور رشتہ داروں کو دو۔ پڑوسیوں کو ہدیہ بھجواؤ۔ محلہ کے غریب اور مفلس لوگوں میں تقسیم کرو تاکہ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ پر عمل ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے تین دنوں کو ایام التشریق قرار دیا ہے۔ جس کے متعلق فرمایا کہ یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

سامعین! شریعت نے اس بات کی بھی قربانی کرنے والے کو تحریک کی ہے کہ وہ حتَّی الوسع کوشش کرے کہ جانور کو خود تیز چھری سے ذبح کرے یا کم از کم قربانی کو اپنے سامنے ذبح کروائے تا اس میں جانی قربانی کے نظارے دیکھنے کی جرأت پیدا ہو اور یہ سبق دینا مقصود ہوتا ہے کہ جس طرح جانور انسان کے قبضہ قدرت میں ہوتے ہیں اور وہ انسان کے لئے قربان ہو رہے ہوتے ہیں اسی طرح وہ خود بھی کسی قبضہ قدرت میں ہے اسے بھی جانور کی طرح ہر وقت خدا کی خاطر جب بھی جانی قربانی کی ضرورت پڑے تیار رہنا چاہئے۔

قربانی کے بارہ میں ایک اہم قرآنی فلسفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! جانوروں کا گوشت اور خون خدا تک نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقویٰ ہے جو پہنچتا ہے گویا کہ انسان اپنی نیت کے مطابق قربانی کا اجر پاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کا فلسفہ یوں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الضَّحَایَا هِیَ الْمَطَایَا تُوْصَلُ اِلٰی رَبِّ الْبَرَایَا اَوْ تَمْحُوا الْخَطَایَا وَتَدْفَعُ الْبَلَایَا

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 45)

یعنی یہ قربانیاں تو سواریاں ہیں جن پر سوار ہو کر خالق کائنات سے ملا جا سکتا ہے یا اپنی خطائیں معاف کرائی جا سکتی ہیں اور مشکلات سے دور رہا جا سکتا ہے۔

سامعین! اِسی مضمون کے تسلسل میں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ عید الاضحیٰ، حج اور اِس سے تعلق رکھنے والی عبادات کو اللہ تعالیٰ نے شعائر اللہ قرار دیا ہے جن کی عزت و تکریم لازم ہے۔ بعض مسخرے مختلف کرتب کر کے لوگوں کو خوب ہنساتے اور قربانی کے جانوروں کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں جو مناسب نہیں۔ آج کل تو ہمارے ملک پاکستان میں گاڑیوں کی طرز پر قربانی کے جانوروں کو صاف ستھرا کرنے کے لئے ”سروس اسٹیشنز“ کا قیام ہوتا ہے جہاں قربانی کے جانوروں کو تیز پریشر کے پانی کے ساتھ شیمپو اور دیگر detergent سے جانور کو مَل مَل کر صاف کیا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کو صرف ذبح کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر جو اسباق پنہاں ہیں۔ ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ضروری ہے۔ اصل میں جانور کو دھونا مقصود نہیں، حقیقت میں تو اپنے دلوں کو تمام بُرائیوں، بدیوں اور آلائشوں سے دھونا مقصود ہے۔ تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ اگر یہ مقصد حاصل ہو گیا تو پھر جانور کا خون بہانا سود مند ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

جسم کو مَل مَل کر دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھو وے وہی ہے پاک نزد کردگار

پس اس اہم اسلامی رکن کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے خوف، ڈر اور تقویٰ اللہ کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ قربانی کرنے والا تسبیح و تحمید کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام مقاصد حاصل کرنے کی توفیق دے۔ جس کی خاطر اسے قربانی کی توفیق اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ وہ اپنے نفس کو مارنا ہے۔ جس نے نفس کی قربانی کر دی اس نے حقیقی معنوں میں قربانی کے فلسفے کو پا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا یہ سامان دمار

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اصل حکمت یہ ہے کہ یہ قربانی تمہیں ہر قربانی کے لیے تیار رہتے ہوئے تقویٰ میں ترقی کی طرف لے جائے اور ہر قربانی میں تم ترقی کرو اور جب تقویٰ میں ترقی ہو گی تو یہی چیز پھر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس کے بندے اپنے نفس کی قربانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بھی حق ادا کریں اور اس کی مخلوق کے بھی حق ادا کریں۔ آج کے دور میں پہلے سے بڑھ کر اس بات کے ادراک کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے نفس کی قربانی دے کر یہ دونوں قسم کے حقوق ادا کریں...... اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ وہ دلوں کے تقویٰ کو بھی جانتا ہے اور قربانیوں کی نیت کو بھی جانتا ہے۔ اگر عمل صالح نہیں، حقوق کی ادائیگی نہیں، تکبر دلوں میں ہے تو پھر ایسے لوگوں کی پھر یہ قربانی قبول نہیں ہوتی۔ یہ بڑے خوف کا مقام ہے اور ہر وقت ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔“

(خطبہ عید الاضحیٰ 22 اگست 2018ء)

پھر ایک اور موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اصل چیز تقویٰ ہے اور تقویٰ کی روح سے کی گئی قربانی خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور اس ظاہری قربانی میں دل میں تقویٰ رکھنے والے کا یہ اظہار ہے اور ہونا چاہیے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوں اور جس طرح یہ جانور جو انسانوں کے مقابلے میں بہت معمولی چیز ہیں اس لیے ان کی قربانی دی جا رہی ہے، ایک ادنیٰ چیز کو اعلیٰ کے لیے قربان کیا جا رہا ہے اسی طرح میں بھی اس قربانی سے سبق لیتے ہوئے اپنے سے اعلیٰ چیز کے لیے، اعلیٰ مقاصد کے لیے ہر قربانی کرنے کے لیے تیار رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہوں گا۔ میں اس قربانی سے یہ سبق لے رہا ہوں کہ میں جو عہد کرتا ہوں اور کر رہا ہوں کہ جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ہے اس کو ہر حال میں پورا کرنے کے لیے تیار رہوں گا۔ میرے کسی فعل میں دنیا داری اور نفس کی ملونی نہیں ہو گی۔ پس یہ عید قربانی ہمیں اگر ہمارے فرائض، ہماری ذمہ داریاں اور عہد دلانے والی نہیں تو یہ ایسی عید ہے جو ہم صرف ایک ظاہری میلے کی طرح منا رہے ہیں۔ یہ عید ہم میں تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ نہیں بن رہی۔ یہ عید ہمیں قربانیوں کی اہمیت کا احساس نہیں دلا رہی۔ یہ عید ہمیں ہماری

ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں کر رہی۔ یہ عید ہمیں اپنے عہد کو پورا کرنے کا احساس نہیں دلا رہی۔ صرف ہم نے قربانی کی اور بھیڑ، بکری یا گائے بھی ذبح کر کے خود بھی اس کا گوشت کھایا اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی کھلایا تو یہ سب بے فائدہ ہے اگر اس میں قربانی کی روح نہیں۔ فائدہ تو تبھی ہے جب ہم اپنے عہد کو پورا کرنے والے بنیں۔ اپنی گردنیں خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس کے بندوں کے حق ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوں کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور پھر احمدی مسلمان بنایا...... یہ ظاہری قربانیاں ہماری روح کو جھنجھوڑنے کے لیے ہیں، یہ سمجھانے کے لیے ہیں کہ جس طرح یہ ادنیٰ چیز تمہارے لیے قربان ہو گئی اسی طرح ایک حقیقی مومن کی شان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہے۔ اپنے جسم کو بھی قربانی کے لیے تیار کرو اور روح کو بھی۔ اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند کرو۔ اسی تقویٰ کے بلند معیار کے حصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "اس سے" یعنی اللہ تعالیٰ سے "اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔" فرمایا کہ "جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے۔"

(خطبہ عید الاضحی، 12 اگست 2019ء)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔1179﴾

مقاماتِ حج، شعائرُ اللہ اور اسلامی اصطلاحات میں شامل

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۚ‏ فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ‌ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ‌ؕ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ (آل عمران:97-98)

یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان (کے فائدے) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بَکّہ میں ہے۔ (وہ) مبارک اور باعث ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔ اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں (یعنی) ابراہیم کا مقام۔ اور جو بھی اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہو گیا۔ اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کا حج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو انکار کر دے تو یقیناً اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

چل رہی ہے نسیم رحمت کی
جو دعا کیجئے قبول ہے آج

معزز سامعین! مجھے آج اسلامی اصطلاحات کے تسلسل میں مقاماتِ حج جو شعائرُ اللہ میں سے ہیں بات کرنی ہے۔ اسلامی عبادات بالخصوص حج جیسی عبادت کا مغز اور اُس کی اصل روح تقرّب الیٰ اللہ اور تقویٰ کا حصول ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشُّق باللہ اور محبتِ الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ

میں نہ اُسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہ ہو، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو، جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102-103، ایڈیشن 2003ء)

سامعین! حج بجالانے کے لئے مکہ مکرمہ جانا ہوتا ہے اور اس کے ارد گرد کے علاقے بابرکت اور مقدس ہیں جہاں ہر ایک کو زیارت کرنے کا حکم ہے۔ یہی وہ بابرکت شہر اور بستی ہے جو ابتدائے دنیا سے ارضِ حرم اور حج کا مقام ہے۔ یہ وہ مقدس سرزمین اور علاقہ ہے جو اپنے دامن میں والہانہ عشق و محبت کی بے شمار اور ان گنت داستانوں کو سموئے ہوئے ہے۔ یہی وہ بستی ہے جو بیت اللہ، بیت الحرام، مسجد حرام، بیت عتیق (پرانا گھر) اور قبلہ جیسے مبارک ناموں سے موسوم ہے۔

اس قدیم گھر کی وجہ سے اس علاقے کو "حرم" کا مقام ملا جس بنا پر اس میں موجود ہر چیز کو امن و امان حاصل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس میں موجود درخت اور خود رَو نباتات بھی کاٹے جانے سے محفوظ ہو گئے نیز پرندوں اور جانورں کو بھی امان حاصل ہوئی۔ نہ تو انہیں مارا جاسکتا ہے اور نہ ہی ڈرایا بھگایا جاتا ہے۔ سوائے موذی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران:98) اور جو بھی اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہو گیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز کوئی اُٹھائے، سوائے اس شخص کے جو اُس کی شناخت کرائے۔

(صحیح بخاری کتاب الحج بَاب فَضلُ الحَرَمِ حدیث نمبر 1587)

ایک روایت میں اَذخر گھاس کے کاٹنے اور اُسے استعمال میں لانے کی اجازت ہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1834)

عربی زبان میں "حرم" قابل تعظیم اور محفوظ شے کو کہتے ہیں۔ جس کی حمایت اور حفاظت اور ادب ہر انسان کے لیے ضروری ہو۔ شرعی اصطلاح میں "حرم" سے مراد بیت اللہ کا وہ احاطہ ہے جسے بیت اللہ کی وجہ سے حرم یعنی قابل ادب اور امن کی جگہ بنادیا گیا ہے۔ یہاں ہر قسم کا جنگ وجدال اور خلافِ شریعت فعل قطعاً ممنوع ہے۔ حرم کا یہ مفہوم مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ مکہ مکرمہ کے خاص علاقے اور شکار گاہیں وغیرہ بھی حرم میں شامل ہیں۔

میقات

حرم کی حدود مکہ مکرمہ کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں البتہ یہ حدود ہر طرف ایک جیسی نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے بڑے بڑے راستوں پر حدود حرم کی نشاندہی کرکے نشانات لگادیے گئے ہیں تاکہ حرم کے علاقے کا تعین ہوسکے۔ جن کا ذکر اختصار سے پیش ہے۔

تنعیم یعنی مسجدِ عائشہ، مسجدِ حرام سے جانب شمال مکہ، مدینہ روڈ پر ساڑھے سات کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ حدودِ حرم میں سے سب سے نزدیک حدِّ حرم یہی ہے۔ اس مبارک مسجد کی تعمیر اس جگہ پر ہوئی ہے جہاں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 9ھ میں حج الوداع کے موقع پر عمرہ کے احرام کی نیت کی تھی۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1518)

جِعرانہ

جِعرانہ مسجد حرام سے شمال مشرق سمت میں 24 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔ ایک سڑک اس کو مکہ سے ملاتی ہے۔ یہاں ایک مسجد ہے جہاں سے اہل مکہ عمرہ کی نیت کرتے ہیں۔

حدیبیہ

یہ جگہ حدود حرم سے باہر مکہ جدہ کی قدیم شاہراہ پر ایک مقام ہے، یہاں حدیبیہ نام کا ایک کنواں ہے جس کی نسبت کی وجہ سے جگہ کا نام بھی حدیبیہ پڑگیا۔ اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے، یہ جگہ مسجد حرام سے چوبیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور یہاں سے حرم کی حدود دو کلومیٹر پر واقع ہیں۔

مقامِ نخلہ

مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ ایک مقام ہے جو مشرق اور شمال کی سمت میں حرم مکہ کی حد ہے۔ اس کی دو جہتیں ہیں ایک جہت نخلہ یمانی کہلاتی ہے، یہ طائف سے بائیں ہاتھ پر ہے اور دوسرے کو نخلہ شامی کہتے ہیں جو مکہ سے 45 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس مقام نخلہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے دسویں سال مشہور سفر طائف سے واپسی پر ٹھہرے تھے۔

اضاۃ لَبن

یہ ایک جھیل نما مقام ہے، لَبن دودھ کو کہتے ہیں اس کے نزدیک پہاڑ کا رنگ سفیدی مائل ہے۔ اس مناسبت سے اس جگہ کو اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ جنوبی سَمت میں حدِ حرم ہے، یہاں سے مسجد حرام کی مسافت 16 کلو میٹر ہے۔

اہل حرم

اہل حرم سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہیں، اسی طرح وہ لوگ بھی اہل حرم کہلاتے ہیں جو حدود حرم کے اندر رہتے ہیں، یہ حج کا احرام اپنی رہائش گاہ سے ہی باندھیں گے۔

اہل حِلّ

وہ لوگ اہل حِلّ کہلاتے ہیں جن کی رہائش میقات اور حدِّ حرم کے درمیان ہو۔ یہ لوگ حج وعمرہ کا احرام اپنے گھر سے باندھیں گے۔

آفاقی

وہ لوگ جو حدودِ میقات سے باہر رہتے ہیں، وہ حج وعمرہ کا احرام اپنے اپنے میقات سے باندھتے ہیں۔

احرام

مکہ مکرمہ کے گرد ان مقررہ جگہوں سے جن کا ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں، احرام باندھ کر حج یا عمرہ کی نیت کی جاتی ہے۔ مکہ مکرمہ کے گرد اُن جگہوں کو میقات کہتے ہیں جہاں سے احرام باندھ کر حج یا عمرہ کرنے والے آگے جاسکتے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت سے آنے والے میقات کے مقام پر پہنچ کر وضو کرے یا نہائے۔ خوشبو لگائے۔ مرد دو صاف بے سلی چادریں پہنے۔ ایک بصورت تہ بند باندھے اور دوسری

بصورت چادر اوڑھے۔ سر ننگا رکھے۔ عورت اُسی لباس میں جو اُس نے پہن رکھا ہے حج کر سکتی ہے۔ البتہ عام حالات میں احرام کے بعد اپنا منہ ننگا رکھے اس پر نقاب نہ ڈالے۔ سوائے اس کے کہ کسی نامحرم کا آمنا سامنا ہو اور اُس سے پردہ کرنا ضروری ہو جائے۔ احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے چاہئیں اور پھر حج کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ کہے۔ تلبیہ احرام کا ضروری حصہ ہے۔ تلبیہ یہ ہے: لَبَّیكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیكَ۔ لَبَّیكَ لَا شَرِیكَ لَكَ لَبَّیكَ۔ اِنَّ الحَمدَ وَالنِعمَةَ لَكَ وَالمُلكَ لَكَ لَا شَرِیكَ لَكَ یعنی مَیں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ! مَیں حاضر ہوں۔ مَیں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ مَیں حاضر ہوں۔ ہر خوبی اور ہر ایک نعمت تیری ہی ہے اور بادشاہی بھی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1549)

الغرض یہ مقدس گھر، یہ شہر اور اس کے ارد گرد مقامات ایسی جگہیں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں عظیم الشان نشان ظاہر ہوئے۔ اس جگہ کا چپہ چپہ گواہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیاں دیتے اور اُس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا بلکہ وہ حیاتِ جاودانی سے ہمکنار کر دیے جاتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن کو دیکھنے سے انسان کو یقین محکم حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نشانیوں کی یاد کو تازہ کرنے، اپنے ایمانوں کی مضبوطی اور ان کی حلاوت کے لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کعبہ اور دوسرے شعائر اللہ کی زیارت کریں اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے تمام وعدوں کو پورا کر دکھایا ہے۔

بیت اللہ توحید باری تعالیٰ کا پہلا گھر ہے۔ یہی وہ مبارک گھر ہے جس کے بارے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ حکم ہوا کہ وہ نماز قائم کرتے وقت اپنا رُخ اس کی طرف کر لیا کریں۔

حجر اسود اور اس کا اِستلام

حجرِ اسود وہ سیاہ پتھر ہے جو کعبہ کی جنوب مشرقی دیوار میں نصب ہے۔ یہ شعائر اللہ میں سے ہے۔ اِسے بوسہ دینا مسنون ہے۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو اپنے ہاتھ سے اُسے چھوئیں اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو ہاتھ کے اشارے سے اُسے چوما جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپ حجر اسود کے پاس آتے تو آپؐ اس کی طرف کسی چیز سے جو آپؐ کے پاس تھی، اشارہ کر کے اللہ اکبر کہتے۔

(صحیح بخاری کتاب الحج حدیث نمبر 1613)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حج کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے۔ ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبان صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو! یہ میرا گھر ہے اور یہ حجرِ اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے اور ایسا حکم اِس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہ عشق اور محبت کو ظاہر کرے سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اُس گھر کے گرد گھومتے ہیں ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں۔ زینت دُور کر دیتے ہیں سر منڈوا دیتے ہیں اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گھر کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور اس پتھر کو خدا کے آستانہ کا پتھر تصور کر کے بوسہ دیتے ہیں اور یہ جسمانی ولولہ رُوحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے اور جسم اس گھر کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگ آستانہ کو چومتا ہے اور رُوح اُس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتا ہے اور اس کے رُوحانی آستانہ کو چومتا ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پاکر بھی اُس کو چومتا ہے کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے وبس۔ جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لئے نہیں پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اُس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اُس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا۔“

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 100۔101)

طوافِ کعبہ

اِستلام کے بعد حجر اسود کی دائیں جانب سے طواف شروع کرنا ہوتا ہے اور بیت اللہ کے گرد سات چکر مکمل کرنے ہوتے ہیں۔ چونکہ حطیم بھی کعبہ کا حصہ ہے اس لیے چکر لگاتے ہوئے اس کے باہر سے گزرنا ہوتا ہے۔ ہر چکر مکمل ہونے پر حجرِ اسود کا اِستلام کرنا چاہیے۔ رکنِ یمانی کا اِستلام بھی مستحسن ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا۔ پھر آپؐ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا۔ پھر انہوں نے کہا: تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الحج حدیث نمبر 1623)

حطیم

حطیم یا حجر اسماعیل، مسجد حرام کے مطاف میں خانہ کعبہ کے شمال میں واقع نصف دائرے کی شکل میں ایک دیوار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے لیے ایک جھونپڑی نما سائبان بنا دیا تھا، یہ حصہ بیت اللہ سے باہر تھا لیکن جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے وقت حطیم کا کچھ حصہ کعبہ میں شامل کر لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (حطیم کی) دیوار کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ بیت اللہ کا (حصہ) ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

(صحیح بخاری کتاب الحج حدیث نمبر 1584)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں چاہتی تھی کہ کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھوں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حطیم میں لے گئے پھر فرمایا: حطیم میں نماز پڑھو۔ اگر تم بیت اللہ میں داخل ہونا چاہتی ہو تو یہ بھی اس کا ایک حصہ ہے لیکن تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کے وقت اس کی تعظیم چھوڑ دی اور اسے کعبہ سے نکال دیا۔

(جامع ترمذی)

ملتزم

حجر اسود والے کونے اور خانہ کعبہ کے دروازے کی درمیانی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ یہ قبولیت دعا کی جگہ ہے اس مقام پر سنت یہ ہے کہ بیت اللہ کی دیوار سے اس طرح چمٹ کر دعائیں کی جائیں کہ رخسار، سینہ اور ہاتھ چمٹے ہوئے ہوں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے طواف کیا، نماز پڑھی پھر حجر اسود کا بوسہ لینے کے بعد حجر اسود اور دروازے کے درمیان اس طرح کھڑے ہوئے کہ

اپنے سینے، ہاتھ اور رخسار کو دیوار سے چمٹایا، پھر فرمایا: ”مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“

(سنن ابن ماجه، المناسك حديث نمبر 2962)

کعبۃ اللہ کا اندرونی حصہ

کعبہ کا اندرونی حصہ بہت بابرکت ہے جہاں اگر کسی کو اندر جانے کی سعادت مل جائے وہ بہت خوش قسمت ہے۔

خانہ کعبہ کی چھت پر اگر جانے کا موقع مل جائے تو کیا ہی بات ہے۔ یہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ اِس کے دروازے کو چھونا بھی برکت کا باعث ہے۔

کعبہ کا غلاف

یہ وہ پردہ ہے جو کعبہ کی عمارت پر لٹکایا گیا ہے۔ اِس کی تاریخ بہت پُرانی ہے۔ لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یمنی کپڑے سے تیار شدہ غلاف سے کعبہ کو مزین فرمایا تھا۔ آپ کے بعد بھی خلفاء، امراء اور بادشاہوں نے اس کا اہتمام جاری رکھا اور ہمیشہ کعبہ شریف کو غلاف سے آراستہ کیا جاتا رہا۔ موجودہ غلاف کعبہ خالص ریشم سے تیار ہوتا ہے جس پر کالا رنگ چڑھایا جاتا ہے، اس غلاف پر عمدہ کڑھائی اور اعلیٰ طریق کی کشیدہ کاری کے ذریعہ مختلف عبارتیں مرقوم ہوتی ہیں۔

مطاف یعنی طواف کی جگہ

خانہ کعبہ کے چاروں طرف کھلا ہوا حصہ جس پر حجّاج طواف کرتے ہیں، مطاف کہلاتا ہے۔ اب اِس میں زمزم کے کنویں کی مستقل تعمیر، منبر مقام ابراہیم کی تعمیر اور چار محرابیں شامل ہیں جن میں ائمہ اربعہ کے مصلے تھے۔

رکن یمانی

خانہ کعبہ کا جنوب مغربی کونہ چونکہ یمن کی سمت ہے اس لیے اسے ”رکن یمانی“ کہتے ہیں طواف کے وقت اس کونے کو ہاتھ سے چھونا یا اُسے بوسہ دینا مستحب ہے۔

(فقہ احمدیہ حصہ اوّل صفحہ 324)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے صرف دو یمنی رکنوں کو چھوتے دیکھا۔

(مسلم، کتاب الحج)

زمزم کا چشمہ

زمزم وہ مبارک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیروں کے نیچے سے جاری ہوا۔ یہ مبارک چشمہ حجر اسود کے مشرق پر واقع ہے۔ آج کل اس کنویں کو شیشے کی دیوار سے محفوظ کر دیا گیا ہے جس سے کنویں کو بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

مقام ابراہیم

بیت اللہ کے دروازہ اور ملتزم کے سامنے ایک گنبد نما چھوٹی سی عمارت قبہ ہے۔ اس میں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں چنی تھیں۔ اس جگہ کو ''مقام ابراہیم'' کہتے ہیں۔ طواف کے سات چکر لگانے کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا واجب ہیں۔ ان دو رکعت کا ''مقام ابراہیم'' میں ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے یعنی ایسے نوافل جو سنت ابراہیمی کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ اِبْرٰھِمَ مُصَلًّى (البقرۃ:126) اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو اور اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيمَ (آل عمران:98) اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں (یعنی) ابراہیم کا مقام۔

صفا و مروہ

خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں۔ پہلے صفا کے پاس آنا چاہیے اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے ربّ کے حضور دعا مانگے۔ درود شریف پڑھے، تلبیہ اور تکبیر کہے پھر یہاں سے مروہ پر جائے اور مروہ پر بھی اسی طرح دعائیں مانگنی چاہئیں۔ یوں ایک چکر مکمل ہو جائے گا۔ اس کے بعد صفا کی طرف جانے سے دوسرا چکر مکمل ہو گا۔ یوں سات چکر مکمل کیے جائیں۔ سعی کی اس جگہ کو مسعیٰ کہا جاتا ہے۔

مِنٰی

مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب وادیٔ منٰی ہے۔ اس میدان کی خاص بات وہ تین پتھر ہیں جن کو جمرہ یا شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان تین پتھروں کے نام یہ ہیں: جَمرَۃُ الْاُوْلٰی۔ جَمرَۃُ الوُسطٰی۔ جَمرَۃُ العقبَہ۔ حج کرنے والے تو آٹھ ذوالحجہ کو منٰی میں آکر یہیں پر نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ادا کرتے ہیں۔ رات اسی جگہ قیام کے بعد نو ذوالحجہ کی نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو منٰی میں ان جمرات کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جسے "رمی الجمار" کہا جاتا ہے۔

میدان عرفات

مکہ مکرمہ سے مشرق کی جانب عرفات کا میدان ہے جسے عرفہ بھی کہتے ہیں۔ اس میدان میں نو ذوالحجہ کو تمام حج کرنے والے جمع ہوتے ہیں۔ ظہر کے وقت سے لے کر سورج غروب ہونے تک اس جگہ قیام کیا جاتا ہے اس عمل کو وقوفِ عرفہ کہتے ہیں۔ غروب آفتاب کے بعد یہاں سے نماز مغرب ادا کیے بغیر روانگی ہوتی ہے۔ اسی میدان میں ایک پہاڑی کا نام جبل الرحمت ہے۔ میدانِ عرفات وقوف حج کا اہم ترین حصہ ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ رہ جائے تو اس سال حج نہیں ہو گا۔ میدان عرفات وہی مبارک مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی یادگار قربانی کا واقعہ پیش آیا تھا۔ جسے خدا تعالیٰ نے ذبحِ عظیم قرار دیا ہے۔ اُس یاد میں ہر سال لاکھوں فرزندان توحید اپنے جانور ذبح کرتے ہیں۔

مزدلفہ

عرفات کے میدان سے منٰی کی جانب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک اور میدان ہے جو مزدلفہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ عرفات سے واپسی پر حج کرنے والے اس میدان میں رات بسر کرتے ہیں اور یہیں پر نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ دس ذوالحجہ کی نماز فجر بھی اسی جگہ ادا کی جاتی ہے۔ مزدلفہ میں واقع پہاڑی مشعر الحرام کے پاس جا کر بکثرت ذکر الٰہی کرنے کا خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔

مَناسِک حج ایک نظر میں

مَناسِک۔ منسک کی جمع ہے۔ جس کا مطلب حج کے ارکان یا حاجیوں کی عبادت کے مقامات ہے۔ جہاں انسان ناسِک حق کی جستجو میں الفت و محبت کی تصویر بنے، وارفتگی کے عالم میں، گہری وابستگی کا اظہار کرتے

ہوئے، خشوع و خضوع کی حالت میں لیکن نہایت اِنْضِباط اوقات (وقت کی پابندی) کے ساتھ ان تمام مناسک کو ادا کرتا ہے۔ مناسک حج کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں:

"اس پوشیدہ بھید کی طرف خدا تعالیٰ کی کلام میں اشارت کی گئی ہے۔ چنانچہ خدا جو اَصدق الصادقین ہے اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اس خدا کے لیے ہے جو پروردگار عالمیاں ہے پس دیکھ کہ کیونکر نُسُك کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے اور اس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس اے عقلمندو! اس میں غور کرو اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ ادا کی، پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیم کے لئے اس کے ربّ کے نزدیک اجر تھا اور اسی کی طرف ہمارے سید برگزیدہ اور رسول برگزیدہ نے جو پرہیزگاروں کا امام اور انبیاء کا خاتم ہے اشارہ کیا اور فرمایا اور وہ خدا کے بعد سب سچوں سے زیادہ تر سچا ہے۔ بہ تحقیق قربانیاں وہی سواریاں ہیں کہ جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں اور بلاؤں کو دور کرتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں جو سب مخلوق سے بہتر ہیں ان پر خدا تعالیٰ کا سلام اور برکتیں ہوں اور آنجناب نے ان کلمات میں قربانیوں کی حکمتوں کی طرف فصیح کلموں کے ساتھ جو موتیوں کی مانند ہیں اشارہ فرمایا ہے۔ پس افسوس اور کمال افسوس ہے کہ اکثر لوگ ان پوشیدہ نکتوں کو نہیں سمجھتے اور اس وصیت کی پیروی نہیں کرتے۔"

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 43-45)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس عید پر جس کے خاص حوالے سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تمہارے ظاہری عمل اگر وہ تقویٰ سے خالی ہیں تمہیں اللہ کا مقرب نہیں بنا سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم نے اس معیار کے مطابق اپنے آپ کو لانا ہے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی ہے جہاں ہمارا ہر

قول و فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہیں اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ضرور ہمیں وہ کچھ عطا فرمائے گا جس کا اس نے تقویٰ پر چلنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے اور مخالفین کی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں اور ہمارے لیے کوئی افسوس کی بات نہیں ہوگی کہ ہمیں جانوروں کی قربانی سے روکا گیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں تو پھر قربانی کر کے بھی ہمارے لیے کوئی حقیقی خوشی کا مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔" (آمین)

(کمپوزڈ: زاہد محمود)

✡✡✡✡

﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔1180﴾

دعائیہ کلمہ "مَاشَاءَ اللہُ" کا استعمال باعثِ برکت ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا

(الکہف:40)

یعنی جب تُو اپنے باغ میں داخل ہوا تو کیوں تُونے ماشاء اللہ نہ کہا اور یہ کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوّت حاصل نہیں۔ اگر تو مجھے مال اور اولاد کے اعتبار سے اپنے سے کم تر دیکھ رہا ہے۔

قادر ہے وہ بارگہ ٹُوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے

معزز سامعین! "مشاہدات" کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہے۔ اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جا چکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی گئی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ آج اسلامی اصطلاح "**مَاشَاءَ اللہُ**" کا استعمال زیرِ بحث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ الکہف آیت 33 تا 45 میں دو اشخاص کا ایک قصّہ بیان کیا ہے کہ ان میں ایک اپنے اُس باغ کا ذکر کرتا ہے جو کھجوروں سے لدا ہوا تھا۔ اس کے درمیان میں نہر بہتی تھی۔ جس سے وہ اپنے باغ کو پانی دیتا تھا اور ہر سال پھل حاصل کرتا تھا۔ مگر وہ اس ساری دولت پر اِتراتا ہوا دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مَیں تو کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ میرا باغ برباد ہو اور مَیں قیامت پر بھی یقین نہیں کرتا کہ مَیں کبھی اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔

دوسرے شخص نے یہ تمام گفتگو سُن کر (پہلے شخص سے) کہا کہ تُو اُس ذات کا انکاری ہے جس نے تمہیں مٹی اور نطفہ سے پیدا کیا اور پھر ٹھیک ٹھاک چلنے والا بنایا۔ جب تم (اللہ کے دیے ہوئے) باغ میں داخل ہوئے

تو تُو نے مَاشَاءَ اللّٰہ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کیوں نہ کہا کہ وہی ہو گا جو اللہ نے چاہا اور یہ کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوّت حاصل نہیں۔ اگر تُو مجھے مال اور اولاد کے اعتبار سے اپنے سے کم تر دیکھ رہے ہو۔ بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بڑھ کر عطا کر دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بطور محاسبہ کوئی عذاب اُتار دے اور وہ چٹیل بنجر زمین میں بدل دے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ باغ اُجڑ گیا اور وہ کہہ اُٹھا۔ اے کاش! مَیں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہراتا۔

قرآن کریم میں بیان فرمودہ اس مثال اور دیگر متعدّد احادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے میں کوئی خوبی، نیکی، بڑائی اور دنیوی لحاظ سے کسی نعمت اور مال و دولت پا کر ''مَاشَاءَ اللّٰہ'' کے الفاظ کہنے چاہئے۔ ایسا کرنے سے اللہ مزید دیتا ہے۔ ہم نے ایشائی ممالک میں اکثر دیکھا ہے کہ خوبصورت کوٹھی کی پیشانی پر یا اپنی بساط سے بڑھ کر اللہ کی طرف سے دی گئی کار کی پُشت پر مَاشَاءَ اللّٰہ لکھا ہوتا ہے۔ جو راہ گزر اس کوٹھی کے پاس سے گزرتا ہے مَاشَاءَ اللّٰہ کہہ کر مالک مکان کو دُعا دے جاتا ہے یا گاڑی پر مَاشَاءَ اللّٰہ دیکھ اور پڑھ کر کار کے مالک کے لئے دُعا ہو جاتی ہے۔

الغرض مَاشَآءَ اللّٰہ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کسی کے اچھے کام کی تعریف ہو رہی ہو۔ اس میں یہ بھی سبق ہے کہ کسی میں کوئی نیکی اور بھلائی یا دنیوی لحاظ سے کوئی نعمت دیکھ کر حسد کرنے کی بجائے رشک کرتے ہوئے دعائیہ کلمات ''مَاشَاءَ اللّٰہ'' کہنے چاہئے اور اس نیکی، خوبی یا اس نعمت کے لئے دُعا بھی کرنی چاہئے۔ لغات میں مَاشَاءَ اللّٰہ کے معانی چشمِ بد دُور، حبَّذا، اللہ برکت دے، نظرِ بد سے اللہ محفوظ رکھے، اللہ حفاظت فرمائے، لکھے ہیں۔ یعنی یہ دعائیہ فقرہ ہے جو حسد کی بجائے رشک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکنا چاہئے۔ اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ لیکن بعض لوگ اپنے مال و منال و دولت پر گھمنڈ شروع کر دیتے ہیں۔ تکبّر سے کام لیتے ہیں۔ جس کا انجام بہت بھیانک بلکہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اکڑ کر، اِترا کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

(مسلم کتاب الایمان)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے کہ وہ کبر، غرور اور گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسی تسلسل میں خود نمائی، خود بینی بھی آتی ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں۔ بلکہ کسی مبالغہ آمیز طریق پر تعریف کرنا بھی منع ہے جو ہمارے معاشرہ کا حصہ ہے۔ ہم اپنے Boss کو خوش کرنے کے لئے اس کی ایسی ایسی باتوں کی تعریف کر جاتے ہیں جو بالعموم اس کے اندر نہیں ہوتیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی مبالغہ آمیز حد تک تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا۔ تم نے اس کو ہلاک کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ تم نے اس کی گردن ہی کاٹ ڈالی۔ اس قسم کی مدح سے آپ نے منع فرمایا کہ جس سے ممدوح کے اندر عُجب اور خود بینی کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ پس انسان کو اپنے اندر نیکی کو اپنی کوشش کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خدا نے جو دیا ہے اس پر اتراؤ مت۔ (الحدید)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ نے مندرجہ بالا سورۃ الکہف کی آیات کی تفسیر میں اس مثال میں موجود دوسرے شخص کو مسلمان قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

”مسلمان کے دل میں پھر بھی ہمدردی ہے وہ اِسے کہتا ہے کہ کیوں تو نے باغ میں داخل ہوتے ہوئے یہ نہ کہا کہ سب قوت اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور اپنے آپ کو طاقتور سمجھا“

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 453)

سامعین! ماشاء اللہ کا استعمال جن آیاتِ قرآنیہ میں ہوا ہے وہ یہ ہیں:

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا۔

(الکہف:40)

یعنی جب تُو اپنے باغ میں داخل ہوا تو کیوں تُو نے ماشاء اللہ نہ کہا اور یہ کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوّت حاصل نہیں۔ اگر تو مجھے مال اور اولاد کے اعتبار سے اپنے سے کم تر دیکھ رہا ہے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى۔ (الاعلیٰ:8)

سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔ یقیناً وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اسے بھی جو مخفی ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (یونس:50)

تُو کہہ دے کہ مَیں تو اپنے نفس کے لئے بھی نہ کسی نقصان کا کوئی اختیار رکھتا ہوں اور نہ نفع کا مگر (اتنا ہی) جو اللہ چاہے۔ ہر قوم کے لئے ایک اَجل مقرر ہے۔ جب ان کی اَجل آ جائے تو نہ وہ ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ۚ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ۔ (الانعام:129)

یعنی (یاد رکھ) وہ دن جب وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا (اور کہے گا) اے جنوں کے گروہ! تم نے عوام الناس کا استحصال کیا اور عوام النّاس میں سے ان کے دوست کہیں گے۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں سے بعض نے بعض دوسروں سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مقررہ گھڑی تک آ پہنچے جو تُو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ وہ کہے گا تمہارا ٹھکانا آگ ہے (تم) اُس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہوگے سوائے اُس کے جو اللہ چاہے۔ یقیناً تیرا ربّ صاحبِ حکمت (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

(الاعراف:189)

تُو کہہ دے کہ مَیں اللہ کی مرضی کے سوا اپنے نفس کے لئے (ایک ذرّہ بھر بھی) نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور اگر مَیں غیب جاننے والا ہوتا تو یقیناً مَیں بہت دولت اکٹھی کر سکتا تھا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ لیکن مَیں تو محض ایک ڈرانے والا اور ایک خوشخبری دینے والا ہوں اُس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ سُعِدُوۡا فَفِی الۡجَنَّةِ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ۔ (ہود:109)

وہ لوگ جو خوش نصیب بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے۔ وہ اس میں رہنے والے ہیں جب تک کہ آسمان اور زمین باقی ہیں سوائے اس کے جو تیرا ربّ چاہے۔ یہ ایک نہ کاٹی جانے والی جزا کے طور پر ہو گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ رَبُّكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”اس کی بابت بہت بحث ہے کہ مَاشَآءَ اللّٰہُ رَبُّكَ سے کیا مراد ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو آسائش پہنچ جاتی ہے اس کا استثناء مراد ہے۔ بعض نے اس خاص کو اور وسیع کیا ہے کہ قبر سے حشر تک۔ بعض نے اور وسیع کیا ہے اور کہا ہے حشر کے فیصلہ تک۔ بعض نے کہا ہے کہ آخر دوزخ سے سب نکالے جاویں گے۔ میرے نزدیک اس سے اظہار عظمت و جبروت مراد ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ مشیت الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 376)

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں وہی ہو گا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا تم ایسا کہو، جو اکیلا اللہ چاہے وہی ہو گا۔

(مسند احمد، حدیث 1839، جلد 1)

سامعین! اللہ کی مشیّت پر ایمان لانے کے لیے زندگی اور کائنات کا مشاہدہ ہمارے لیے بہت مددگار ثابت ہوتا ہے، قرآن مجید انسانوں کو بار بار یہ مشاہدہ کراتا ہے۔ مَنۡ یَّشَاءُ (وہ جسے چاہے) اور مَاشَآءَ (وہ جو چاہے) کا تذکرہ قرآن میں بہت ہوا ہے۔ ہماری زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے، اس کے لیے قرآن مجید میں متعدد تعبیریں آئی ہیں، جو زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں، یہاں کچھ تعبیروں کو بطور مثال ذکر کرتے ہیں:

اللّٰہُ یَفۡعَلُ مَا یَشَاءُ (آل عمران:41)

اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

یَخۡلُقُ مَا یَشَاءُ (المائدة:18)

وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ (البقرۃ:213)

اللہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَاءُ (البقرۃ:248)

اللہ اپنی بادشاہت سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

مَاشَآءَ اللّٰہُ اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے کلمات خاص خاص مواقع کے لیے نہیں، بلکہ زندگی کے ہر لمحے کا ذکر بن جاتے ہیں۔ جو کچھ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے وہ مَاشَآءَ اللّٰہُ کے تحت ہے یعنی وہی جو اللہ نے چاہا، اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے تحت ہے یعنی اگر اللہ چاہے۔ اس طرح انسان کی پوری زندگی مَاشَآءَ اللّٰہُ اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے سائے میں گزرتی ہے۔ بلکہ پوری کائنات کا ماضی اور مستقبل مَاشَآءَ اللّٰہُ اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ میں سمٹا ہوا نظر آتا ہے۔ ہمیں جب کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو ہم بے اختیار مَاشَآءَ اللّٰہُ کہتے ہیں اپنی خوشی کو نگاہ بد سے بچانے کے لیے، اور جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں یا کسی سے کوئی وعدہ کرتے ہیں تو اُس کو پورا کرنے کے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہتے ہیں اِس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا اور اِس طرح ارادے اور وعدے کی تکمیل کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ ان دونوں کلموں کی برکتوں سے کسی کو انکار نہیں ہے، تاہم ان دونوں کلموں کو زبان سے ادا کرتے وقت دل کو اللہ کی پناہ اور اُس کی مرضی کا طلب گار ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس کا مالک بھی وہی اللہ قادر مطلق ہے اور وہ اس بات سے ہرگز عاجز نہیں کہ اپنی کامل جزا کو جو دن کی طرح روشن ہے ظہور میں لاوے اور اس صداقت عظمیٰ کے ظاہر کرنے سے حضرتِ احدیت کا یہ مطلب ہے کہ تاہر یک نفس پر بطور حق الیقین امور مفصلہ ذیل کھل جائیں۔ اوّل یہ امر کہ جزا سزا ایک واقعی اور یقینی امر ہے کہ جو مالک حقیقی کی طرف سے اور اسی کے ارادہ خاص سے بندوں پر وارد ہوتا ہے اور ایسا کھل جانا دنیا میں ممکن نہیں کیونکہ اس عالم میں یہ بات عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی کہ جو کچھ خیر وشر وراحت ورنج پہنچ رہا ہے وہ کیوں پہنچ رہا ہے اور کس کے حکم واختیار سے پہنچ رہا ہے اور کسی کو ان میں سے یہ آواز

نہیں آتی کہ وہ اپنی جزا پا رہا ہے۔ اور کسی پر بطور مشہود و محسوس منکشف نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ بھگت رہا ہے حقیقت میں وہ اس کے عملوں کا بدلہ ہے۔ دوسرے اس صداقت میں اس امر کا کھلنا مطلوب ہے کہ اسباب عادیہ کچھ چیز نہیں ہیں اور فاعل حقیقی خدا ہے اور وہی ایک ذات عظمیٰ ہے کہ جو جمیع فیوض کا مبدء اور ہر یک جزا سزا کا مالک ہے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد چہارم صفحہ 460 حاشیہ نمبر 11)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جس بات کو وہ چاہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور جو کچھ وہ دیوے کوئی اس کو ردّ نہیں کر سکتا وہ اپنے دین کا حافظ ہے اور تمام ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کریں۔"

(روحانی خزائن جلد 8 نور الحق الحصۃ الاولیٰ صفحہ 24)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿25﴾ ﴿مشاہدات۔1181﴾

اسلامی اصطلاح ”فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ“ کا استعمال

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّھُوَاَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (یوسف:65)

پس اللہ ہی ہے جو بہترین حفاظت کرنے والا اور وہی سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

ٹل جائے جو بھی آئے مصیبت خدا کرے
پہنچے نہ تم کو کوئی اذیت خدا کرے
ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمھاری حفاظت خدا کرے

معزز سامعین! ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع چل رہا تھا جو 25 تقاریر پر مشتمل رہ کر اب قریب الاختتام ہے۔ اب اِسے رخصت کرنے، اِسے الوداع اور فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کہنے کا وقت آن پہنچا ہے اِس لئے اس بابرکت سلسلے کو حصہ اول سمجھ کر اِس تقریر کے ذریعے فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کہتے ہیں۔

اِسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال کا ایک سلسلہ کسی حدّ تک الفضل آن لائن لندن میں قسط وار شائع ہو چکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی گئی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ لہٰذا آج اسلامی اصطلاح **”فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ“** کا استعمال زیرِ بحث ہے۔

فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کے معنی ہے۔ اللہ کی حفاظت میں، اللہ کی امان میں۔ الوداع ہوتے یا کسی کو الوداع کرتے وقت یہ دعائیہ فقرہ استعمال ہوتا ہے۔ ہمیں اس بارے میں کوئی واضح آیت تو نہیں مل سکی تاہم ذیل میں

بیان دو روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رخصت کے وقت سلام کیا جائے اور اس کے لئے یہ کلمات بھی ادا کیے جاسکتے ہیں جن کا لغوی مفہوم ہے 'اللہ کی حفاظت یا اللہ کی امان میں' کے ہیں۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ جب مسلمان آپس میں ملیں تو سلام کریں، اسی طرح جدا ہوتے وقت بھی سلام کے ذریعہ جدا ہوں۔ یہ سب سے اچھا اور مبارک عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا انْتَهٰى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَآ أَرَادَ أَنْ يَّقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُوْلٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ

(ابو داؤد حدیث 5208)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو چاہیے کہ سلام کہے اور جب وہاں سے اُٹھنا چاہے تو بھی سلام کہے، پہلی دفعہ سلام کہنا دوسری دفعہ کے مقابلے میں کوئی زیادہ اہم نہیں ہے۔

اگر کسی کو سفر پہ رخصت کر رہے ہیں تو ان کو اس طرح سے دعا دینا مسنون ہے جیسا کہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب کسی شخص کو سفر کے لئے رخصت کرتے تو فرماتے۔ آؤ! مَیں تمہیں ویسے ہی رخصت کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو رخصت کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے۔

أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ

(الترمذی، حدیث 3443)

اِس کا ترجمہ یوں ہے: مَیں تمہارے دین اور تمہاری امانت اور تمہارے آخری عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

سامعین! اس دُعا میں کسی کو رخصت کرتے وقت تین دعائیں دی جا سکتی ہیں۔ سب سے اوّل رخصت ہونے والے کے دین کی سلامتی اور اُس کے استحکام کے لئے دعا سکھلائی گئی ہے یعنی اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ کہا جائے جس سے مراد یہ ہے کہ اے جانے والے! مَیں نے تمہارے دِین کو اللہ کی حفاظت میں دیا کیونکہ سفر کی مشکل، مشقّت اور پریشانیاں بعض اوقات انسان کو نیک اعمال سے، عبادات سے غافل کر دیتی ہیں اور نیک اعمال ہی ہیں جن میں اضافے کی برکت سے انسان کا دین مضبوط ہوتا ہے، اسی لئے رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے دین اور نیک اعمال کی توفیق کی مدد کی دعا فرمائی۔

دوسرے نمبر پر وَاَمَانَتَکُمْ کی دعا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مَیں تمہاری امانت کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ سفر کے دوران انسان کو دیگر لوگوں کے ساتھ لین دین اور رہن سہن کی ضرورت بھی پیش آتی ہے تو اس صورت میں کہیں کوئی خیانت نہ کر بیٹھے۔ امانت سے مراد اہل وعیال اور مال بھی لیا جاسکتا ہے یعنی تیرے اہل وعیال اور وہ لوگ جنہیں تو اپنے پیچھے چھوڑ کر جارہا ہے اور تیرا مال جسے تو نے حفاظت کے لئے کسی کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا ہے ان سب چیزوں کو اللہ کی حفاظت میں دیا۔

اور تیسری اور آخری وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔اِس سے مراد یہ ہے کہ سفر سے پہلے تم نے جو آخری نیک عمل کیا۔ مَیں اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتا ہوں یا اس سے مراد خاتمہ بالایمان ہے۔ اور جو رخصت ہورہا ہو اسے چاہیے کہ چلتے وقت رخصت کرنے والے کو یہ دعا دے۔اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَاتَضِیْعُ وَدَائِعُہٗ یعنی تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی حفاظت میں دی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتی ہیں۔یوں یہ ایک جامع ومانع دعا ہے جو الوداع ہونے والے کو دینے کی اسلامی تعلیم ہے۔

سامعین! نہ صرف گھر سے رخصت ہونے والے کو بلکہ ہمیں بھی صبح وشام تین تین مرتبہ اس مختصر اور جامع دعا کا بھی معمول بنالینا چاہیے۔ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے تین مرتبہ یہ دعا پڑھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

(ابوداؤد:5088)

کہ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔زمین وآسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔اسے کوئی ناگہانی مصیبت نہیں پہنچے گی صبح تک، اور جس نے یہ کلمات صبح کو تین بار کہے تو شام تک اس کو کوئی ناگہانی مصیبت نہیں پہنچے گی۔

کنز العمال میں ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے سفر وغیرہ کے ارادے سے نکلے اور نکلتے وقت کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ آمَنْتُ بِاللّٰہِ اعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

(کنزالعمال:17533)

یعنی اللہ کے نام سے نکلتا ہوں، میں اللہ پر ایمان لایا، اللہ کو مضبوط تھاما، اللہ پر بھروسہ کیا، اللہ کے بغیر کسی شرّ سے حفاظت نہیں اور اللہ کے بغیر کسی چیز کی طاقت نہیں۔

تو اس نکلنے میں اُس کو خیر ملے گی اور اِس کے نکلنے کے بعد اُس کی شرّ سے حفاظت ہو گی۔

سامعین! فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کا جملہ ایک محبت کا درس لیے ہوئے بھی ہے کہ جب آپ کسی کو رخصت کرتے ہیں تو اس کو محبت سے، نیک خواہشات کے ساتھ، اس کی حفاظت کی فکر کرتے ہوئے، اس کی حفاظت اور سلامتی کی آرزو رکھتے ہوئے اس کو رخصت کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کی امان میں دینا صرف مسافر یا گھر سے باہر جانے کے لیے ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہم سب کو ایک دوسرے کے لیے ویسے بھی اللہ کی حفاظت میں رہنے کی دُعا کرتے رہنا چاہیے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام حفیظ یعنی حفاظت کرنے والا، نگہبانی کرنے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی حفاظت کرتے ہوئے کبھی نہیں تھکتا۔ جیسا کہ وہ آیۃ الکرسی میں فرماتا ہے وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا (البقرہ:256) اس لیے خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی خود حفاظت کرتا ہے اُن کو برائی سے روکتا ہے، اُن کی جان، مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اُن کو شیطان کے حملے سے بچاتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بتائی گئی حدود کی حفاظت کریں، دل میں خدا کا خوف رکھیں، ہر وقت استغفار کرتے رہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اِحْفِظْ، اَللّٰہُ یَحْفِظُکَ کہ تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہو سکتا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں اُن کے بد ثمرات سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوۃ انسان میں موجود ہیں اُن کے صدور کا وقت ہی نہ آوے اور اندر ہی اندر وہ جل بُھن کر راکھ ہو جاویں کہ یہ وقت بڑے خوف کا ہے اس لئے توبہ واستغفار میں مصروف رہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو۔ ہر مذہب وملّت کے لوگ اور اہل کتاب مانتے ہیں کہ صدقات وخیرات سے عذاب ٹل جاتا

ہے مگر قبل از نزولِ عذاب۔ مگر جب نازل ہو جاتا ہے تو ہرگز نہیں ٹلتا۔ پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔ "

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 299۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر فرمایا:

" قرآن شریف کی اصطلاح کے رو سے خدا تعالیٰ رحیم اس حالت میں کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دعا اور تضرّع اور اعمالِ صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضییعِ اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔"

(تفسیر سورۃ الفاتحہ از حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 83-85)

سامعین! اللہ کی پناہ میں رہنے کا سب سے بڑا ہتھیار دُعا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرتا وہ محروم کیا جاتا ہے۔ دیکھو! اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایک دم گزارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لے کر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں کا بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شاملِ حال نہ ہو تو کیا ہو سکتا ہے؟ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں، گمراہ کرنا اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيْرًا۔ پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہیے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 116 آن لائن ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ (الرعد:12)

اُس کے لئے اُس کے آگے اور پیچھے چلنے والے محافظ مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہ آیت ویسے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا۔ لیکن ایک معنی اس کے یہ بھی ہیں جو ہر انسان پر لاگو ہوتے ہیں کیونکہ ہر انسان کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا ہوا ہے۔ اگر وبائی امراض نہ بھی پھیلی ہوں تب بھی فضا میں مختلف قسم کے بیماریوں کے جراثیم ہیں جو انسان کی سانس کے ساتھ جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دفاعی نظام رکھا ہوا ہے جو انسان کے اندر اِن گندے جراثیم کو انسانی جسم کو متاثر کرنے سے باز رکھتا ہے اور اس کے علاوہ اپنے خاص ولیوں کو بعض دفعہ نشان کے طور پر بھی ان چوکیداروں کے ذریعہ سے حفاظت کا نظارہ دکھاتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے اُن فرستادوں کے لئے نہیں ہوتے بلکہ ان کے ماننے والوں کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔
(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 392-393)

سامعین! اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں کی حفاظت فرماتا ہے اس کی سب سے بڑی مثال ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ مکہ والوں نے آپؐ کو مارنا چاہا اللہ تعالیٰ نے بروقت آپؐ کو اطلاع دی اور ہجرت کا حکم دیا۔ ہجرت کے دوران غارِ ثور کا واقعہ ہم سب نے سنا ہوا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کی حفاظت فرمائی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اللہ کی طرف سے حفاظت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک مثال حفاظتِ الٰہی کی مَیں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں سے بھی پیش کرتا ہوں۔ کنور سین صاحب جو لاء کالج لاہور کے پرنسپل ہیں اُن کے والد صاحب سے حضرت صاحب کو بڑا تعلق تھا حتیّٰ کہ حضرت مسیح موعود کو کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ ان سے قرض بھی لے لیا کرتے تھے ان کو بھی حضرت صاحب سے بڑا اخلاص تھا۔ جہلم کے مقدمہ میں انہوں نے اپنے بیٹے کو تار دی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے وکالت کریں۔ اس اخلاص کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایام جوانی میں جب وہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع چند اور دوستوں کے سیالکوٹ میں اکٹھے رہتے تھے حضرت

مسیح موعود کے کئی نشانات دیکھے تھے۔ چنانچہ ان نشانات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات آپ دوستوں سمیت سو رہے تھے کہ آپ کی آنکھ کھلی اور دل میں ڈالا گیا کہ مکان خطرہ میں ہے آپ نے سب دوستوں کو جگایا اور کہا کہ مکان خطرہ میں ہے اس میں سے نکل جانا چاہئے۔

سب دوستوں نے نیند کی وجہ سے پرواہ نہ کی اور یہ کہہ کر سو گئے کہ آپ کو وہم ہو گیا ہے مگر آپ کا احساس برابر ترقی کرتا چلا گیا آخر آپ نے پھر اُن کو جگایا اور توجہ دلائی کہ چھت میں سے چرچراہٹ کی آواز آتی ہے مکان کو خالی کر دینا چاہئے انہوں نے کہا معمولی بات ہے ایسی آواز بعض جگہ لکڑی میں کیڑ الگ جانے سے آیا ہی کرتی ہے۔ آپ ہماری نیند کیوں خراب کرتے ہیں مگر آپ نے اصرار کر کے کہا کہ اچھا! آپ لوگ میری بات مان کر ہی نکل چلیں آخر مجبور ہو کر وہ لوگ نکلنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت صاحب کو چونکہ یقین تھا کہ خدا میری حفاظت کے لئے مکان کے گرنے کو روکے ہوئے ہے۔ اِس لئے آپ نے انہیں کہا کہ پہلے تم نکلو پیچھے مَیں نکلوں گا۔ جب وہ نکل گئے اور بعد میں حضرت صاحب نکلے تو آپ نے ابھی ایک ہی قدم سیڑھی پر رکھا تھا کہ چھت گر گئی۔ دیکھو! آپ انجنیئر نہ تھے کہ چھت کی حالت کو دیکھ کر سمجھ لیا ہو کہ گرنے والی ہے نہ چھت کی حالت اس قسم کی تھی نہ آواز ایسی تھی کہ ہر اک شخص اندازہ لگا سکے کہ یہ گرنے کو تیار ہے۔ علاوہ ازیں جب تک آپ اصرار کر کے لوگوں کو اُٹھاتے رہے اُس وقت تک چھت اپنی جگہ پر قائم رہی اور جب تک آپ نہ نکل گئے تب تک بھی نہ گری مگر جونہی کہ آپ نے پاؤں اُٹھایا چھت زمین پر آ گری۔ یہ امر ثابت کرتا ہے کہ یہ بات کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ اس مکان کو حفیظ ہستی اس وقت تک روکے رہی جب تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی حفاظت اس کے مدِّ نظر تھی اس مکان سے نہ نکل آئے۔ پس صفت حفیظ کا وجود ایک بالا رادہ ہستی پر شاہد ہے اور اس کا ایک زندہ گواہ ہے۔"

(ہستی باری تعالیٰ از حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ صفحہ 87-88)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بیماریوں کے علاوہ بھی مختلف قسم کے صدمات ہیں۔ مال کا صدمہ انسان کو پہنچتا ہے۔ اولاد کا صدمہ انسان کو پہنچتا ہے۔ عزت کا صدمہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے یہ طاقت دیتا ہے تو انسان وہ برداشت کر سکتا ہے۔ ورنہ انسان اس صدمہ سے ہی پاگل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ایک طریقہ

ہے۔ بعض انسانوں پر ان صدمات کے اثرات نظر بھی آتے ہیں اور عجیب ذہنی کیفیت ان کی ہوئی ہوتی ہے۔ بلکہ اس حالت میں پھر بعض دفعہ بعض لوگوں کو جو صدمات پہنچتے ہیں ان کا خدا تعالیٰ سے بھی یقین اٹھ جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے خلاف بول رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ نمونے جو اللہ تعالیٰ بعض دفعہ دکھاتا ہے وہ اس طرف توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور اس کی حفاظت کا انتظام نہ ہو تو انسان کی زندگی چل ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی حفاظت کی وجہ سے انسان کی زندگی کا جو ایک ایک لمحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے نیک بندوں سے خاص سلوک فرماتا ہے اور وہ ہر حالت میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اور صدمات اور مصائب میں جب بھی وہ ان پر آتے ہیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کہتے ہیں اور پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی جو رحمت ہے وہ انہیں سمیٹتی چلی جاتی ہے اور انہیں ہر مصیبت اور مشکل کے بدنتائج سے محفوظ رکھتی ہے۔ پھر قانونِ قدرت کے تحت اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا اثر کیونکہ تمام مخلوق اور تمام انسانوں کو پہنچ رہا ہے جس میں خدا تعالیٰ کو ماننے والے اور نہ ماننے والے سب شامل ہیں تو اس مضمون میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے انکاری اور کافروں کے لئے بھی سبق ہے کہ اگر شرارتوں میں بڑھتے رہے تو اللہ تعالیٰ جو تمہیں آرام مہیا کرنے والا ہے اور حفاظت کے سامان کرنے والا ہے اپنی حفاظت واپس بھی لے سکتا ہے اور ایسی صورت میں تمہاری تباہی لازمی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 2009ء)

سامعین! فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کا ایک منظر ہمارے جلسوں کا اختتام اور واپسی بھی ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ ہمیشہ حاضرینِ جلسہ کو اپنی دعاؤں کے ساتھ بخیریت گھروں کو واپسی کے لئے الوداع کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جلسہ سالانہ پر آنے والوں کے لئے دعائیں کیں ہیں جن سے وہ حصہ پاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے کے لئے "للّٰہی سفر" کے الفاظ استعمال فرما کر ان میں شریک ہونے والوں کے حق میں یہ دُعا کی ہے۔

"مَیں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کردے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی

مرادات کی راہ ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت وطاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

(اشتہار 7 دسمبر 1892ء)

سامعین! الوداع پر فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کہنے کا مضمون بہت گہرا ہے۔ ہم اپنی زندگیوں میں اپنے پیاروں کو حصولِ علم، حصولِ رزق یا حصولِ اسائلم کے لیے رخصت کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اِن مواقع پر اوپر بیان ہونے والی دُعا تو سود مند ہو گی اور خوشیوں کی اُمید، گھروں میں خوشحالی آنے کی اُمید پیدا ہو گی لیکن فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کے یہ الفاظ پیچھے رہ جانے والوں اور الوداع ہونے والے دونوں پر ذمہ داریاں بھی عائد کرتے ہیں۔ ایک بچی کو گھر کے آنگن سے رخصت کرتے وقت جہاں اداسی ہوتی ہے اور ہر طرف سے فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کی آوازیں بلند ہو کر رخصت ہونے والی دلہن کو دعائیں دی جارہی ہوتی ہیں وہاں رخصت ہونے والی دلہن کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے نئے گھر کو خوش وخرم رکھے، پیار ومحبت کی پینگیں بڑھائے اور اپنے سسرال اور میکے دونوں کے لیے سکون کا باعث بنے اور پیچھے رہ جانے والے والدین اور بہن بھائیوں کی ذمہ داریوں میں یوں اضافہ ہو جاتا ہے کہ اُن کی رخصت ہو جانے والی بیٹی یا بہن گھر میں جو ذمہ داریاں نبھار ہی تھی وہ اب دوسروں پر تقسیم ہو رہی ہیں۔ اِس الوداع پر فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کہنے میں جو خوشخبری مضمر ہے۔ وہ یہ ہے کہ الوداع ہونے والی بیٹی کی گود ہری ہو گی اور دونوں خاندان میں افراد کا اضافہ ہو گا۔ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کی دعا کے ساتھ یہی کیفیت لڑکے کی شادی کی حوالے سے ہے۔

ایک عورت اپنے خاوند کو یا ماں اپنے بیٹے کو حصولِ رزق اور مال کے لیے فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کی دُعا کے ساتھ رخصت کرتی ہے تو رزق آنے سے تنگدست خاندان کشادہ ہو جاتا ہے۔ گھر میں خوشحالی نظر آنے لگتی ہے اور اُن کے چندے بڑھنے سے جماعت کی انکم میں اضافہ ہوتا ہے۔ آج مخالفین احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے بے شمار احمدی ہجرت کر کے بیرون ملک آ بسے ہیں۔ یہ ہجرتیں اتنی بابرکت ثابت ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مالی کشائش سے احمدیوں کے گھر بھر دیے ہیں اور چندوں میں بے شمار اضافہ ہوا ہے۔ یہ فِیْ

اَمَانِ اللّٰہِ کہنے اور اوپر بیان ہونے والی دُعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اِسی طرح اعلیٰ تعلیم کی خاطر بچوں اور بچیوں کو گھر سے الوداع کہنا بھی بہت بابرکت ثابت ہوتا ہے۔ جب وہ پڑھ لکھ کر اعلیٰ سند کے ساتھ واپس گھر آتے ہیں یا کسی جاب پر لگ جاتے ہیں تو جہاں خوشیاں مل رہی ہوتی ہیں وہاں اُن کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔

سامعین! فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کے دعائیہ الفاظ میں پیار و محبت اور دل کی گہرائیوں سے رخصت کرنا مراد ہے نہ کہ بیزاری سے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ کے شُکر کا پہلو بھی اُجاگر ہوتا ہے کہ جس خدا نے اِس رخصتی اور الوداع پر انعامات اور افضال نازل فرمائے ہیں اور گھروں میں خوشیاں، خوشحالی پیدا کی ہے۔ اِس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ رخصت ہونے والے کی یادوں کو گھروں میں تازہ رکھیں تو اللہ کی یاد بھی تازہ رہتی ہے اور پھر فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کہنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اَن پڑھ مائیں اور باپ زبانی اور لکھے پڑھے ماں باپ تحریری طور پر اپنے رخصت ہونے والے بچوں کو نصائح کرتے ہیں جو خاندان کی تاریخ کا حصہ بن جاتی ہیں۔ بعض شعراء نے اپنے منظوم کلام سے بچیوں کو رخصت کرتے ہیں اور بچوں کے بیرونِ ملک رخصت ہونے پر نظمیں کہیں جو اُس خاندان کا ورثہ اور اثاثہ ہوتی ہیں۔

ہاں ایک وفات یافتہ کو بھی الوداع کیا جاتا ہے۔ اِس کے ارد گرد بھی فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کے دعائیہ الفاظ بلند ہو رہے ہوتے ہیں اور کہا جا رہا ہوتا ہے کہ جاؤ! تمہارا خدا حافظ۔ ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آنے والے ہیں۔ اگر کسی کی وفات پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ اور تدفین یا زیارتِ قبر کے وقت قبرستان میں داخل ہونے والی دعائیہ الفاظ پر غور کریں تو ہم پر فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کا مفہوم زیادہ کُھل کر سامنے آتا ہے۔ آئیں! اِس دعا کو دیکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کے مقبرہ کے پاس سے گزر ہوا تو اس کی جانب چہرہ کر کے فرمایا:

السلام علیکم یا اھلَ القبور! یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

(سنن ترمذی، حدیث نمبر: 1053ء)

یعنی اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

سامعین! مجھے جماعت احمدیہ کی روشن اور تابناک تاریخ کے روشن دریچوں کی یاد آگئی جب خلیفۃ المسیح کو بیرونِ ملک یا کسی سفر پر رخصت کرتے وقت مخلصین اکٹھے ہو کر خلیفۃ المسیح کو فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ، اللہ حافظ و ناصر کی دعاؤں سے رخصت کرتے ہیں۔ جیسے یہ نظم مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے متعلق الوداعی نظم بر موقع سفر انگلستان بغرض تعلیم ہے۔

جاتے ہو مری جان خدا حافظ و ناصر
اللہ نگہبان خدا حافظ و ناصر
ہر گام پہ ہمراہ رہے نصرتِ باری
ہر لحہ و ہر آن خدا حافظ و ناصر
والی بنو امصارِ علومِ دو جہاں کے
اے "یوسفِ کنعان"! خدا حافظ و ناصر
ہر علم سے حاصل کرو عرفانِ الٰہی
بڑھتا رہے ایمان خدا حافظ و ناصر
پہرہ ہو فرشتوں کا قریب آنے نہ پائے
ڈرتا رہے شیطان خدا حافظ و ناصر
ہر بحر کے غواص بنو لیک بایں شرط
بھیگے نہیں دامان خدا حافظ و ناصر
سر پاک ہو اغیار سے، دل پاک نظر پاک
اے بندۂ سبحان خدا حافظ و ناصر
محبوبِ حقیقی کی "امانت" سے خبردار
اے حافظِ قرآن خدا حافظ و ناصر

مجھے یاد ہے کہ ایک وقت میں ہم ربوہ کے اسٹیشن پر مبلغینِ کرام کو بیرون ملک جاتے وقت الوداع کیا کرتے تھے اور ریل گاڑی چلتے وقت ہاتھ لہرالہرا کر فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کی دعائیں دے کر رخصت کرتے تھے۔ پھر وہ دعائیں رنگ لاتی تھیں اور اِن کی تبلیغ اور دعوتِ الی اللہ سے بے شمار سعید روحیں جماعت میں داخل ہوتی رہیں۔

سامعین! اب تقریر کے آخر پر ایک ایسے الوداع کا ذکر کرتے ہیں جو ذی روح تو نہیں لیکن اسلام کے یا جماعت کے ایسے فنکشنز یا تقریبات ہیں جن کو فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کی دُعا اور اِس امید کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال بخیریت اِس کی آمد ہو۔ جیسے رمضان ہے جس کو جمعۃ الوداع کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔ اِس امید کے ساتھ رخصت کرتے ہیں کہ سارا سال اِس کی نیکیوں کو یاد رکھیں گے اور اِن نیکیوں کے ساتھ اگلے رمضان کو جی آیانوں، اھلاً و سھلاً و مرحباً کہیں گے۔ یہی کیفیت ہماری جماعت میں جلسہ سالانہ کی ہے جس کا اختصار سے ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ جلسہ ہائے سالانہ کی کڑی ایسی مبارک کڑی ہے جو ہر سال کے جلسہ سالانہ کے ساتھ جُڑتی چلی جاتی ہے اور ہم اُس کا استقبال بھی کرتے ہیں اور فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کہہ کر الوداع بھی کر رہے ہوتے ہیں۔

اگر مَیں حجۃ الوداع کا ذکر نہ کروں تو مضمون ادھورا رہ جائے گا۔ یہ حج ایسا تھا جس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر نظر نہیں آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات اور قرآن کریم تو آنے والے حجوں میں موجود ہوتا ہے اور اِن تعلیمات کو حرزِ جان سمجھ کر اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا بھی فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ کی دعا کی خوبصورتی ہے۔

اِس حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

''اللہ سے ڈرو۔ پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرو۔ ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ دو۔ ہر اچھے حکم کی اطاعت کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو سیدھا جنت میں جاؤ گے۔''

(ترمذی باب الصلاۃ)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ اپنی امان میں رکھے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)